

۹۳۸۹  
قصص



CHECKED 1984

۲۱۶  
قصص

# قصص

دوم

رہنہ مولوی محمد سعید صاحب کو قیس عربی لاہور



کتاب خانہ مولوی محمد سعید صاحب کو قیس عربی لاہور



کتاب خانہ مولوی محمد سعید صاحب کو قیس عربی لاہور

کتاب خانہ مولوی محمد سعید صاحب کو قیس عربی لاہور

کتاب خانہ مولوی محمد سعید صاحب کو قیس عربی لاہور

کتاب خانہ مولوی محمد سعید صاحب کو قیس عربی لاہور

کتاب خانہ مولوی محمد سعید صاحب کو قیس عربی لاہور

# قصہ



## غزنوی خاندان

ملاطین سامانیہ جو توران اور ایران وغیرہ میں بڑی با اقتدار بادشاہ گذرے ہیں  
 ان میں سے عبد الملک ابن لُوح پانچویں بادشاہ کی خدمت میں الپ تگین نام  
 اب غلام تھا کہ بادشاہ کو بہانہ متی کے تماشے دکھا کر اور نقلین سنا  
 کر پیش کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجلس عشرت سے نکل کر دربار سلطنت میں داخل  
 ہو کر پھر اپنی دانش اور دانائی کی بدولت حاکم خراسان ہو گیا۔ جب عبد الملک  
 گیا تو امرای دربار نے اُسے بھی خط لکھا کہ تخت نشین کسکو کرنا چاہئے  
 تقدیر کے ماری نے منصور کے برخلاف اسے دی کہ وہ نوجوان  
 تخت نشین ہو چکا تھا۔ منصور نے اُس کا خط دیکھ کر بہت حیرت کیا  
 اُسے درپے ہو گیا۔ دشمن اسکی ہی تاک میں لگے ہی تھے فوراً دربار



ہو جائے جین تو شبہ ہی نہ تھا۔ ناچار سپاہیانہ بیچ کہیلا۔ اسکے پاس  
 خاصہ کے غلاموں اور نوکروں کا جتھا خوب تھا انہی کی اڑہین جان بچا کر  
 مقام غزنی میں کہ عین کوہ سلیمان کے چوٹ چھین ہے۔ جا پہنچا۔ غرض  
 ادھر کے بہادر اور قوی سیکل خود سروں کو سمیٹ کر دشمنوں کے قابو کا  
 نہ رہا مگر پھر بھی اپنے آقا کے گھرانے کی اطاعت ہی کرتا رہا۔ تین ہزار غلام  
 اُس کے تن کا ہمراہ آیا تھا۔ اُس کے علاوہ ادھر کے افغان اگر دل سے تابع  
 ہوئے تو وقت پر نوکر ہو گئے۔ غرض اُس قطعہ پر قابض ہو گیا کہ جمین راجپوت  
 ہرات۔ سیستان وغیرہ شامل ہیں۔ بگتگین ایک فلک زدہ ایران کے  
 شاہی خاندان کا لڑکا تھا کہ البتگین نے اُسے ایک بخاری سوداگر سے  
 خریدا تھا اور ایسے مرتبہ پر پہنچایا تھا کہ بعد اُس کے دربار میں کن عظم و ہی  
 ٹھیرا۔ چنانچہ البتگین کے بعد اسکا بیٹا جانشین ہوا اور اطراف کے لوگوں کا  
 زور ویا تو بگتگین اُسے بخارا سے حکومت کی سند لو کر لایا۔ جمین نیابت  
 بگتگین کے نام پر تھی۔ ۴ برس کے بعد وہ ہی مر گیا اور ایک دو آٹا چڑاؤ  
 کے بعد جب اہل دربار نے ملک غیرون کے ہاتھ جاتا دیکھا تو بالاتفاق  
 بگتگین کی اطاعت پر رضامند ہو گئے چونکہ صاحب ہمت اور باتدبیر  
 شخص تھا تخت پر بیٹھتے ہی ایک ہمسایہ کے حاکم نے اُس سے مدد و یکر دشمن کے  
 ہاتھ سے اپنا ملک بچایا مگر احسان نہ مانا اسلئے ملک بگتگین کے حوالہ  
 کیا۔ بگتگین نے البتگین کی بیٹی سے شادی بھی کر لی اور بہت

لہا کہ - مرد کو بات کا پاس ضرور ہے - دوست سے ہو یا دشمن سے - دو قسم کے  
 ترکون کی فوج جس کے سامنے سے ایک دفعہ فوج جاری ہٹ آئی اب اس کی تھابا  
 پر تہمنا بہت مشکل ہو گا اگر وہ لوگ ادھر چڑھ آئے تو تمام ہندوستان کو تہ و با  
 کر دیتے پھر اس خلیق خدا کا خون اور رنگ و ناموس کا گناہ کس پر ہو گا - غرض  
 چھتر یوں نے ہزار حق سے جتایا - برہمنوں کے بچن کے آگے انکی تلوار کاٹ  
 کر سکی آخر وہی ہو کہ بادشاہی آدمیوں کو روک لیا غزنی میں فوراً خبر اڑی کہ  
 بادشاہ کے آدمی قید ہو گئے - مگر سبکتگین کو یقین نہ آیا اور کہا کہ یہ خبر بھڑکائی  
 لوگوں نے اڑائی ہے - جب تحریریں پہنچیں اور تحقیق ہو تو اس وقت ضلع ضلع  
 سے فوجیں سمیٹ کر برستی گھٹا کی طرح شمال سے اٹھا - اور آتے ہی سرحد کے  
 ملکوں پر آفت برسا دی - بہت سال و دولت لوٹا - اور ہزاروں کو نوٹھی غلام  
 ساٹھا - راجہ کو جب یہ خبر پہنچی تو تمام ہندوستان میں چھپیان و وڑا دین چھا  
 اٹھا یہ کہ دشمنوں کا بادشاہ اور بھپون کا سلطان جنگل پہاڑ کے راجھوں  
 کی فوجیں لیکر چڑھ آیا ہے - پنجاب کا ملک قدیم الایام سے سب بھائی بندوں  
 کی بہرہ نیا ہوا ہے - چنانچہ اگلے سال دین نے خود اس کے گھر پر جا کر ایک  
 ٹکرور کا گراہ دھرم کی لاج رکھنی کا وقت ہے نہیں تو اس سرے سے اس  
 سرے تک تمام ہندوستان پر پانی پھر جائیگا - ان چھپوں نے بڑا کام کیا یعنی  
 علاوہ اور ملکوں کے دلی - اجمیر - قنوج - کالنجر کی عظیم الشان سلطنتوں نے  
 اپنی اپنی انتخابی فوج بے تعداد خزانوں کے ساتھ بھیجی اور اڑے وقت پر  
 آج بھی انیکا وعدہ کیا - ساری لشکروں کا چھا دنی ہٹا دیا

اس عہدِ دم وھام کی خبریں ایک سے دہ چند ہو کر پہنچیں گھبراہٹ اور شیر کی طرح پھینک دیا۔ پاس پہنچا تو ایک پہاڑ کے ٹیکے پر چڑھ کر نظر دوڑائی۔ جہاں تک  
نقصہ نے کام کیا فوج ہی فوج پائی۔ اُترا اور اپنے سرداروں کو بلایا۔ ان کے  
میں شوش اُڑے پائی۔ اول تو بہت سبے مضبوط ثوابِ جہاد اور تائیدِ غیبی کے  
سنائے۔ پھر شجاعون کی الو الغریبان اور کارنامی کہہ کر دل بڑھائی۔ بعد اُس کے  
ہما کہ دیر کا موقع نہیں لڑائی شروع کر دینی چاہی۔ لیکن چال نئی چلا۔ بنے اگر کچھ کل  
جنگی قواعد پر نظر کریں تو نوٹی سی بات ہے۔ مگر اس وقت ایک نکتہ بین تھوڑی سی  
وجہ نے دل بادل لشکر کو توڑ دیا۔ چنانچہ حکم دیا کہ پانسو سوار کا رسالہ ایک ایک  
مردار کے نیچے مقرر ہو۔ باری باری سے جائیں اور بہت آزمائیں جب وہ  
حاکم جائیں تو انکی جگہ اور تازہ دم جا کر مورچے جائیں۔ اس کیسے بند و شام  
بے لڑتے لڑتے وق ہو گئے۔ تو بھی لشکر کی بہتات سے دل قوی رکھتے تھے۔  
مع ہو کر ایک حملہ ایسا کیا جس میں لڑائی دو ٹوک ہو جاوے چنانچہ کیا سوار کیا پیادو  
باتے اور کر کے گاتے غول کے غول نکلے اور اس طرح بے جگر ہو کر گرے کہ  
براو زینہ کا کارہ نرا۔ خنجر کا توار سے اور کھانڈے کا کنار سے مقدمہ اُڑا  
یاد سے پیادوں سے لپٹ گئے۔ سو بار کھوڑوں سے کو کو دو ڈیرے۔ ہامیوں  
نے اپنا پرایا کچھ نہ دیکھا سب کو جنگی کی طرح دل ٹللا۔ گڑھا کی خدا ہی ایسے وقت پر نظر آتی ہے  
سے ہر بات میں اپنی قدرت کا دکھانا ہے۔ ہندو مسلمان کا بہانا ہے۔ آخر  
مرداروں کا کھیت ٹرا اور خاتمہ ہندوؤں کی شکست پر ہوا۔ نقیاب لوٹتے مارے  
اُس تک آئے اور دوسو تھی اور لاکھوں کا زرو مال لیکر گھر کو چلے گئے اور

ایک اسوقت فخط غرنی سے قذھار کے آگے تک تھی اسکی درستی  
جا کر صرف ہوا۔ اور چند روز کے بعد ۹۷۳ھ عین مرگیا

## محمود غرنوی

محمود اور سمیع دو بیٹے سبکت گین کے تھے۔ مگر محمود کا لڑکپن سے یہ  
حال تھا کہ فوج کشی اور لڑائیوں میں باپ کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ بلکہ ہر ہم میں  
ایسا اپنی بساط سے بڑھ کر قدم مارتا تھا کہ تجربہ کار سپہ سالار دیکھتے رہ جاتے  
تھے۔ جب باپ مرا تو یہ نیشاپور میں حاکم تھا۔ تیس برس کی عمر تھی اور لیاقت  
شجاعت کی رو سے ہر طرح جانشینی کے قابل تھا۔ اتنی بات ضرور تھی کہ بان  
کی طرف سے داغدار تھا۔ چھوٹے بیٹے کو باپ بہت چاہتا تھا اور اپنی پاس  
ہی رکھتا تھا۔ اُس نے جب باپ کے مرنے سے تخت کے ساتھ میدان خالی  
پایا تو فوراً تاج سر پر رکھ جا بجافران جاری کئے۔ اور دربار میں امیرن  
وزیرون کے منصب فوج کی تنخواہیں بڑھا کر جشن شانہ شروع کر دئے تاکہ سب کے  
دل میں گھر ہو جائے۔ اور دلاور بھائی کا خیال اُنکی طبیعتوں سے جاتا رہے  
محمود نے یہ حال شکر پیغام بھیجا کہ والد مرحوم نے خانہ سلطنت کو آ رہا ہے چھوڑا مگر  
اُسکا یہ ہے کہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ اگر تمہاری عمر  
تجربہ اسکے سنبھالنے کے لائق ہوتا تو عین آرزو تھی کہ تم باپ کی جانشین ہوتے  
یہ مصیبت یہی معلوم ہوتی ہے کہ دولت اور خزانوں کو شریعت کے بموجب  
تعمیر کے دار السلطنت کو میری سپرد کرو۔ تمہاری حکومت کے لئے پنج اور

خزائن کا ملک میں صاف کر دیتا ہوں

جب تاج سر پر اور خوشامدی گرد ہوتے ہیں تو ایسی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ محمود کی یہ بات پیش نہ گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ میری نصیحت نے نہ اس نو دولت کو اثر کیا نہ ارکان دولت نے میرے حق کو حق سمجھا تو سوائے اسکے چارہ نہ دیکھا کہ خاص دار الخلافہ پر حملہ کر کے اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔

اسمعیل بھی ادھر سے فوج لیکر آیا اور اس میں شک نہیں کہ کوئی قیقہ سپاہی کا باقی نہ چھوڑا مگر فتح شکست خدا کے اختیار ہے اخیر کو قید ہوا اور محمود کے نام کا نقارہ غزنی کے نوبخانہ میں بجگیا۔ اسکے اقبال سے ایران اور توران کے ملک اس وقت اپنی اپنے حال میں گرفتار تھے۔ چنانچہ محمود نے پہلا

گھر کا بندوبست کیا اور پھر آہستہ آہستہ سب کو زیر قلم کیا ہندوستان جنت نشان جسکا دروازہ باپ نے کھولا ہوا تھا اسے فوج اور کالنج تہ گیارہ دفعہ زیر و بر کیا۔ اور اپنے نام کو سلطان کے لقب سے تاجدار

کیا کہ اس وقت تک کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوا تھا۔ ایک دن مصاجون کے ساتھ بیٹھکر ادھر ادھر نظر دوڑا اسی صند کا کوس تک کوئی مملکت نظر نہ آئی جسکی فتح سے پُر مال خزانہ کو نالا مال کرے ارکان دولت کو جمع کیا۔ سب کے خیال کے اعتبار اور فکر کے جاسوس چارون طرف دوڑائے۔ آخر معلوم ہوا کہ انجلی آیا ہندوستان میں جسے گیارہ دفعہ ہمال کر لیا ہے ملک گجرات بن ہند کے

کنار جو ایک شہر عظیم الشان ہے اور اس میں ایک عبادت خانہ ہو گا۔ کہ اپنے دیوتا کے نام سے سو منات کہلاتا ہے۔ اور چونکہ ہزاروں



نہ راجہ سے لیکر پرجاتک ملک ملک کی خلقت اُسے صدقِ دل سے مانتی ہے۔ اسلئے نہ مال و زر کا ٹھکانا ہے نہ زرو جواہر کی کچھ انتہا ہے۔ حسنِ ہمندی نے زمینِ خدمت کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ قبیلہ عالمِ مینے دمان کے حالات عجیبِ غریب سنے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس مکان میں سونمات دیوتا ہے۔ باہر کی روشنی کو دمان داخل نہیں جواہرات اور الماس جو درو دیوار میں جڑے اور جڑاؤ قندیلوں میں لگے ہیں انکی جگہ گاہٹ سے دن رات برابر ہے۔ بیچین ایک ایک بڑی بھاری سونے کی زنجیر لٹکتی ہے کہ آسین گھنٹے اور گھڑیاں آدین ہیں۔ جب پوجا کا وقت ہوتا ہے تو جسطح ہم اذان دیتے ہیں وہ اُسے ہلاتے ہیں کہ سب کو خبر ہو جائے۔ ملک ملک کے راجاؤں نے جو جاگیریں رکھی ہیں انہیں جمع کرین تو دو نہر لگا دیتا ہے۔ ہر چند کہ گنگا دمان سے جمعہ سو کوس پر ہے مگر روز تازہ گنگا جل سے اُسکا اشناں ہوتا ہے۔ دو نہر ہر بہن فقط دمان کے پجاری ہیں ہانسو نوڈیان گائین اور تین سو گوتے ہیں کہ پوجا کا وقت ہیں گاتے ہیں اور ناچتے ہیں۔ زیور لباس خراج اخراجات انکسب وہیں سے ملتا ہے۔ یہ سب تو ان کی باتیں ہیں مگر ہماری مطلب کی بات یہ ہے کہ مال و زر اور زیور و جواہر کا دمان بہ عالم ہے کہ اُسکا عشر عشر بھی کسی بادشاہ کے خزانہ میں نہیں سا سکتا۔

کسطح ۱۰

سہ سکر مجموعے دمان طبع میں پانی بھرا یا او

سعی وقت سہ سالار کو حکم پہنچا کہ مان لشکر تیا

مدان شہر خمیون ڈیرون سے پٹ گری

لشکرِ خاصہ کے علاوہ تاتار کے ترک اور کوہستانوں کے افغان جو لوٹ مار کی نیت باندھے شب و روز روزے سے بیٹھے رہتے تھے ہزاروں کی جگہ لاکھوں جمع ہو گئے۔ اس بڑی دل کو لیکڑاڑ اور مٹان میں اگر دم لیا تو بے چوٹے کی مرمت ساز و سامان کی درستی کی۔ یہ بھی معلوم ہو کہ رستہ میں ایسے ایسے ریگستان اور چٹیل میدان ہیں کہ جہاں کو سون تک پانچ پنا اور گھاس کا پتا نہیں ملتا اسلئے حکم دیا کہ ہر شخص کئی کئی دن کا کھانا پانی اپنے اپنے ساتھ اٹھائے اور سرکارِ شاہی سے بھی دو ہزار اونٹ رسد کے دانے پانی اور گھاس پات سے لدوا کر ساتھ لئے نکلے۔

غرض ان قیود میں انون کو لیٹ سپیٹ کر دفعۃً اجیر پر جا پہنچا۔ اگرچہ کوہ پور راجہ محمود کے حال سے غافل نہ تھا مگر یہ بھی خیال تھا کہ ایسے میدان طو کر کے یہ طوفان یون بیکایک بجلی کی طرح آن گرے گا۔ اب سو اکنارہ کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ راجہ اور شہر کے لوگ جو بھاگ سکے وہ جان لیکر بھاگ گئے مگر اس آندھی سے شہر میں چراغ اور باہر تنکا تک نہ رہا۔ مارا گڑھ کا قلعہ سامنے پہاڑ پر چمک اٹھا مگر دیکھا کہ اُس کے محاصرہ میں خدا جانے کتنے دن لگیں اور کیا پیش آئے۔ اسلئے بید حاضریٰ مقصود کا رخ کیا رستہ میں جو جو قلعے اور شہر نظر آئے انہیں ٹھکراتا اور سامان خدا واد و سمیٹتا اور سد منزلہ کرتا جلا تا تھا کہ سمندر کے کنارے پر ایک قلعہ عالم

نفلک تھا اور دریا کی لہریں بانوں میں

ہی ہے۔ اہل شہر بے خبر گھروں میں

آئند کر رہے تھے دیکھا تو یہی دیکھا کہ فوج کا دل بادل چھا گیا۔ سچے اور سچا  
 محمودی لہار رہا ہے۔ سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بانڈے بچاری بھو  
 بھالے جنہوں نے کبھی ننگی تلوار نہ دیکھی تھی فصیل پر چڑھ کر حیرت سے دیکھنے  
 اور چلانے لگے کہ اسی مسلمانوں تم اپنی فوج اور لشکر کے گھمنڈ پر مہین  
 لوٹنے آئے ہو۔ یہ خبر تمہیں نہیں کہ دھرم مورت پر اتنا ہمارا اسی واسطے  
 تمہیں لایا ہے کہ جو جو مندر شوالے تھے ہندوستان میں توڑے ہیں سب  
 کی سربراہان دیگا۔ قاصد آئے انہوں نے بھی ایسے ایسے پیغام سنائے مگر  
 محمودان باتوں کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ تیوری بد لکھ منہ پھیر لیا اور کہا کہ  
 خیر جو کچھ ہو گا کل معلوم ہو جائیگا۔

وہ دن تو جون توں کر کے کاٹا۔ دوسرے دن جب مشرق کا نہسوار سارا  
 کی فوج کو شکست دیکر شعل کا نیرہ ماتھہ میں لے نکلا۔ محمود سرے بانو تک  
 لوہے میں غرق ہوا کے گھوڑی پر سوار چتر لگائے میدان جنگ میں اگڑا  
 ہوا۔ شہارہ پر چوب پڑی کہ دل سینوں میں ہل گئے۔ دیروں نے قلعہ  
 کی طرف بڑھ کر ایسے تیر برسانے شروع کئے کہ ہندوؤں کو فصیل چھوڑنے  
 ہی نہ آئی۔ قلعہ سے مندر میں بھی راہ تھی۔ سب گھبرا کر ادھر گھس گئے۔  
 سلمان جھٹ سیڑھیاں لگا مکھ بن ڈال فصیلوں پر چڑھ گئے۔ اور اگے  
 اہد اکبر کے نعے مارنے شروع کئے کہ قلعہ سے لیکر کوہ و دشت تک  
 گونج اٹھا۔ تکبیر کی آواز سے برہمنوں اور بانڈوں کے دلوں میں کمان  
 دھم کی آگ سے ایک دھوان اٹھا اور راجپوتوں کے دلوں میں خوف

غیرت نہ جوش مارا۔ دفعۃً اگ بگولا ہو کر دوڑے جو تیر انداز فسیل پر  
کھڑے تھے اُسے اُتے ہی چھری کٹاری ہو گئے اور سب کو کاٹ کر نیچے  
کرا دیا۔ پھر تو ادھر سے آتش بازی کے بان اور رال کی انڈیاں تھین  
اور ادھر سے تیرون کی بوچھارا اور برچھیوں کی بجلیاں۔ عالم گرد و غبا  
سے اندھیر ہو گیا اور لڑائی برابر ترازو کے تول ملی ہوئی تھی مگر قلعہ  
کا پلہ بھاری تھا کہ اتنے مین شام نے اگر اندھیرے کی سپریمین کھدی  
دونوں شکر اپنے اپنے مقام پر آئے۔ شجھون کی روک تھام کا بندوبست  
ہوا۔ حکم تھا کہ چرائے کا تو کیا نوکر ہے آگ کی چنگاری تک نہ چلنے پائے۔ مگر  
دلون کی بقیاری اور مایوسی کچھ کہتی جاتی تھی۔ ادھر تو محمد کے شکری  
سنائے مین تھے کہ کہاں وہ کوہ و دشت پر بہار اور خدائی گلزار کہاں  
یہہ ریگستان بیابان۔ گھروں سے ہزاروں کوس آن پڑے۔ اللہ ہر  
جو پھر بھی اہل و عیال کا نہہہ دیکھنا نصیب ہو۔ روی طمع سیاہ۔ جس نے  
یہہ دن دکھا یا۔ لوٹ کا لالچ نہوتا تو کیوں اس بلا میں پڑتے۔ کرتے تو  
کر بیٹھے مگر دیکھئے کہ اب اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔ ادھر قلعہ بند بچارے  
مصیبت کے ماری جانوں سے نراس بیٹھے تھے اور کہتے تھے ہی نہ نکا  
یہہ آسمانی بلا کہاں سے آگئی ہم تو اپنے گھروں میں آرام سے رام رام  
کی سمرن جیتے تھے۔ تو ہی اس آفت کو ٹالے تو ٹالے۔ تیرے سوا کس کا  
آسر ہے۔ غرض دونوں طرف سنائے کا عالم تھا۔ اندھیری رات میں سنسان جنگل  
سائین سائین کرتا تھا اور گھوڑے کی لیک اونٹ تک سانس نہ لیتا تھا۔ تاہی

کے قاصد اور کاغذ کے گھوڑے دوڑ رہے تھے۔ قلعہ والوں کو رات بھر نیند نہ آئی۔ دیس میں کسے ٹھا کر ون اور راجاؤن کو پٹھیاں لکھیں کہ یہی وقت ہے اگر آج دھرم کی لاج نہ رکھی تو کب کھو گے ادھر آدھی رات تھی جو محسوس کی آنکھ کھلی۔ دل گھبرایا اور اسی وقت سرداران لشکر کو بلا کر کہا کہ صبح سر پر کھڑی بندوبست کرنا چاہئے کہ میدان جنگ کس ہنگ پر ڈالا جائے۔ وزیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ جسطرح ہو سکے اس لڑائی کا فیصلہ جلد کرنا چاہئے۔ ملک بیگانہ ہے اور عرصہ دور کا ہے جس قدر دیر ہوگی ہیبت ہماری کم اور جیت گھٹتی جائیگی۔ اوس دشمن کی امداد میں پہنچ کر قوت بڑھتی جائیگی۔ ایک ایک سپاہی کے دل پر غلام کی نظر ہے دیکھتا ہوں کہ رفیقوں کے جی چھوٹے جاتے ہیں۔ محسوس اس راس کو نہایت پسند کیا اور رہنے تائید کی۔ اسی وقت بس بیٹیں یحییٰ و یسار کی تقسیم ہو کر ڈیرے ڈیرے میں حکم پہنچ گیا کہ صبح نور کے ٹرکے قلعہ پر دھاوا ہو جائے راتوں رات سینکڑوں سپہریاں اور کنبہ داروں اور نہاروں فولادی میخیں تیار ہوں تمام رات بہادریوں نے ہتھیاروں کی تیاری میں کاٹی۔ جب بھلی بہرات باقی رہی تو سناروں کے پہرہ دار اپنے اپنے پہروں پر قائم تھے۔ جو محسوس ہوا کہ دو گانہ نماز کا ادا کیا سلاح جنگ زیب بدن کرتے ہی سواری کا حکم دیا۔ ادھر صبح کی سفیدی مشرق سے نمودار ہوئی ادھر سرخ پھر بران نشان جنگ کا ہوا میں لہرایا جب سپہ سالار کو میرا حکم بھیجا تو اس نے خود گریاے ہاتھ میں لیکر منہ پر رکھی اور جسطرف سے کہ دھاوی کا موقع تھا ادھر سے پہلو ویکر دوسرے رخ سے

آگ لگنے والی۔ محمود ذات خاص ایک سالہ لیکر الگ کھڑا ہوا کہ جب قلعہ والی فوج کی طرف



بجائیں تو یہ اُدھر سے گنبدین ڈالکر اندر جا پڑے۔ قلعہ میں بھی تمام شاہجیون  
 میں کٹی تھی۔ پانڈے پجاری برہمن اچوت دھاوی کا غل سنگر گھبرا گئے پہلے  
 تو سب مندر کی طرف دوڑے اور سونمات کی پرتما سے لپٹ لپٹکر راز راز رو  
 کوئی بانوں میں لوٹتا تھا کوئی راز و نیاز سے کھڑا دعا مانگتا تھا۔ آخر رو  
 دھوئے باہر نکلے۔ جدھر کو دھاوی کا زور دیکھا سب کے سب اُدھر ہی اُمنڈ  
 پڑے اور لڑائی شروع ہو گئی چاروں طرف سے خبریں چلی آتی تھیں اور  
 تدبیر کی نظر ہر طرف برابر دوڑ رہی تھی۔ اتنے میں ایک بکٹ پہرہ کے  
 سپاہی نے محمود کو رپٹ دی کہ اُدھر سے غبار نمودار ہوتا ہے اور سرخ اُسکا  
 اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ عجب نہیں کہ کوئی راجہ قلعہ کی مدد کو پہنچا ہو۔ اُسی وقت  
 سائڈنی سوار اور ہر کاری دوڑ گئے۔ دم کے دم میں پھر کرائی اور خبر لائے کہ  
 فلان فلان شہر کے راجہ اس اس قدر فوج کی جمعیت تو آن پہنچے۔ شاہ با تدبیر نے  
 اس خبر کو نہیں بند رکھا کہ اگر لڑنی ہوئی فوج کو بہ خبر وحشتناک پہنچی تو سارے  
 لشکر میں ہل چل پڑ جائیگی۔ فوراً اپنی رکاب کی فوج لیکر برق و باد کیطرح لپکا اور  
 اس کا لی اُدھی کے سامنے جا کر پہاڑ کیطرح ڈٹ گیا۔ اول پیغام بھیجا کہ اس وقت  
 قلعہ والوں سے ہمارا مقابلہ ہو رہا ہے۔ شایان جو انہر دی یہ ہے کہ جب تک  
 ہم اُدھر سے فارغ نہ ہوں تم ہم پر حملہ نہ کرو۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ قلعہ اور ہم کچھ  
 جدا نہیں بانی باتیں نہ بناؤ مرو ہو تو تلوار لیکر سامنے آؤ۔ محمود کو اتنی فرصت  
 بھی کافی تھی یہ داماں بان سرور وں کو بانٹ فوج کا قلعہ باندھہ۔ قلب میں  
 قائم ہو چکا تھا اُدھر سے گرنالہ اور اُدھر سے زنگا لڑائی کا پھونکا گیا۔

تو تیر و خدنگ سے پیغام و سلام موت کے آئے۔ مگر ادھر نہاد پتہ جن کے  
 موریر اور دھر ترک ترار اور افغان خونخوار۔ بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ جنگ کا  
 ہنگامہ گرم ہوا۔ توار کی آج سے خود وزرہ کے نیچے بدن بہا ورون کو جل اٹھے  
 اور خون بانی ہو کر بہ گئے۔ کہ دفعۃً ایک طرف سے پھر غبار اٹھا۔ سب کی آنکھیں  
 ادھر لگ گئیں۔ جب غبار کے دامن کو مقراض ہونے چاک کیا اور گرد کے  
 گریبان سے نشان لشکر نے سر نکالا تو معلوم ہوا کہ نہروالہ کا راجہ بھی آیا۔ اس خیر  
 کو سن کر کیا ترک کیا افغان سب کے اتھ پانو بھول گئے۔ اور محمود کے بھی اوسان  
 بھول گئے۔ مگر پھر نبھلا۔ ادھر توجو فوج قلعہ پر لڑ رہی تھی اُسے پیغام بھیجا کہ قلعہ  
 کا پیچھا چھوڑو اور یہاں کی خبر لو۔ ادھر گھوڑے سے کود جین نیاز کو اپنے  
 خدا کے سامنے خاکِ عجز پر رکھ دیا اور دیر تک درگاہ الہی میں بکریہ وزاری  
 دعا مانگتا رہا۔ بعد ازاں اٹھا اور فوج کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اسی شیر و دلیر  
 دیکھو دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے خراسان اور ترکستان یہاں سے  
 سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں کوس کا پلہ ہے اگر پر بھی لگا کر اڑو گے تو جان لیگر  
 وہاں نہ پہنچ سکو گے۔ اسی سلمانو با امانو اب سوائے خدا و وحدہ لا شریک کے کسی کا  
 سہارا نہیں یا اسکا آسرا ہے یا ہمتِ مردانہ اور باروئی دلیرانہ کا۔ بھاگ کر مرنے  
 سے مار کر مرنے بہتر ہے۔ نام تو رہیگا کہ غازی بھی ہوئے اور شہید بھی۔ دیکھو اس  
 میدان سے گھر دور ہی مگر بہشتِ قریب ہے شہادت کا تلج سر پر لو اور بہشتِ برہ  
 داخل ہو۔ اس تقریر کا افسون اُرتا۔ وقت برا یا کام آیا کہ ٹوٹی ہوئی  
 گین سب یکدل و یکجان ہو کر ٹوٹ پڑے اور ایسا جی توڑ کر۔

مین با پھپر کا کھیت ڈال دیا۔ جو باقی رہا اُنکے پانوا گھڑ گئے فحیابون نے  
کئی کوس تک پیچھا کیا۔ زخمیوں کی کمرین ٹول کر اور مردوں کی ہمایان بھول  
کھول کر کمر کیسے خوب ٹھوک ٹھوک کر بھری۔ قیدیوں کو کون بکڑا کہ پہلے ہی غزنی  
کے گھر بار و زائران توران کے بازار لوڈھی غلاموں سے بھرے پڑے تھے۔  
اس فتح کا حال دیکھ کر قلعہ والوں کی رہی سہی آس بھی ٹوٹ گئی۔ محمود مع  
فوج کے فتح کا تقارہ بجاتا قلعہ مین داخل ہوا اور دروازہ پر نشان محمدی  
لہرانے لگا۔ اب دلوکتاب کہاں تھی۔ سیدھا مندرین پہنچا۔ عمارت کی شان و  
شوکت دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ چھین ستونوں پر کبندی چھت بیضہ عفا کی طرح  
وہری تھی کہ ہر ستون ایک ڈال سنگ مرمر کا تراشا ہوا تھا۔ اور سر سے پاؤں  
تک جواہرات سے مرصع تھا۔ پتھی کاری کی کلکاری چین کے نقش و نگار مٹاتی تھی  
اور کنڈن کی ڈلک ستاروں پر آنکھ اراتی تھی۔ بیچون بیچین ایک جڑاؤ  
و رنجیر لنگتی تھی سہمین ایک سونے کا چراغ و زرات دہر و سہر جلتا تھا خدا جانے  
کن قون سے اسی طرح روشن چلاتا تھا جس کی قیمت مین آج کے دن اس  
اندھی سے گل ہونا لکھا تھا۔ دروازہ کے سامنے سونمات دیوتا کھڑے  
تھے جتنا قد پورا با بنچ گز کا تھا کہ دو گز مین مین اور تین گز باہر نو دار تھے  
محمدی نے خود ایک تیر کمان مین جوڑ کر اسکی ناک پرارا اور توڑنے کا حکم دیا۔  
تمام تجارتی چارے دوڑ کر پانوپر گر پڑے اور کہا کہ اسے نہ توڑو اور  
انے نذرانے لو۔ وزیر نے بھی سفارش کی کہ بادشاہ نے  
نہا کہ میری راجہ کے فریاد نام ہانے سے بت شکن ہونا بہتر ہے

ہلدر ریر لادی جو ماتھے میں تھا اس زور سے مارا کہ وہ

کی ڈھلی اور اندر کے کھوکھلی تھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑی۔ ابہر۔

خزانے پر نظر کرو کہ جو روپیہ تجارتی دیتے تھے اُس سے چند روپے کا

جواہرات اُسین سے نکل پڑا محمودارے خوشی کے باغ میں۔ دو ٹکڑے

اُس کے مکہ اور مدینہ بھیجے اور دو غزنی کو بھجوائے۔ جامع مسجد اور

ایک دیوان عام کے دروازہ پر ڈال دیں۔ زرو جواہر اور مال و دولت

اس قدر ماتھے آیا کہ تمام عمر کی لوٹ کو بھول گیا اور چند روز کے بعد غزنی کو

پھرا۔ جب ان لڑائیوں اور فتحیا بیوں کی دفتر تقرر میں جگہ نہ رہی تو خاتمہ

کا وقت آیا۔

۱۰۳۰ء ۴۳ برس کی عمر ۳۴ برس کی سلطنت کے بعد بیاناہ عمر لبر نہ ہوا

مرض نے ایسا زور پکڑا کہ اُسے بھی زندگی کی آس نہ رہی حکم دیا کہ سارے

جواہر خانے اور دولت کے خزانے لاکر دربار میں سجاؤ۔ ان خدائی

خزانوں کی کون سے مکان میں سنائی ہوتی۔ باہر شہر کے ایک میدان میں

تین ڈیرے شامیانے سر پر دے کھڑے ہو گئے۔ کشمیری پٹھانے بنات سقر لا

کے دیے دیے۔ رومی۔ کاشانی مغل۔ ایرانی قالین۔ فرش فروش پروون

میں بندی سے نگار خانہ چین کر دیا۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ کو ٹوٹے

کی تھیلیاں۔ شیشہ اور بلور کی ڈیریں میں لعل بدخشان۔ جواہر

ہر شاہوار تاج مصع۔ جڑ و تخت۔ نئے چاندی کی کرسیاں۔ سکر

رارون اور نفاٹس اور گرانہا عجائب سے اُس مقام کو ایسا سجایا

سہ کا عالم ہو گیا۔ وہ محمود جسکی ران کے نیچے عمر بھرا قبال کا گھوڑا  
 ساری طرح چکمتا۔ ایک نالکی بین تصویر بے جان کی طرح لیٹا ہوا آیا۔ کلاب  
 جہرہ پر مردنی جھاسی تھی اور آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی۔ غلاموں نے بغلوں  
 میں اتھہ دیکر اٹھایا۔ عصا کے آسے سے آہستہ آہستہ آیا اور مکیوں کے  
 سہارے سے تخت زر نگار پر بیٹھ گیا۔ ضعف کے مارے پیشانی پر پسینا آتا تھا  
 اور رومال سے پونچھتا جاتا تھا۔ وہ اُمرا کہ خوزیریوں کی نصیب تو نہیں جان تن  
 شہر کا ہے تھے سر جھکا کر کھڑے تھے اور سب پر ایک اُو اسی کا عالم چھایا ہوا تھا  
 محمود نے پہلے تمام دربار کو نظر یاس سے دیکھا۔ پھر جو نقد و جواہر خلق خدا کے  
 کلیجون میں اتھہ ڈال ڈال کر اکٹھے کئے تھے انہیں نظر ڈالی۔ مگر جدھر نگاہ جا بڑنی  
 تھی اتھہ نہ سکتی تھی۔ ٹھنڈی سانسین بھرتا تھا اور رہ جاتا تھا۔ پھر حکم دیا کہ  
 صطبل اور فیلیخانہ اور شترخانہ کے ماوراءات بھی لاؤ۔ وہ بھی زر کا جھیر  
 اور مصع نگار زیور و ساز سے سجے ہوئے آئے۔ کثرت انکی کیا بیان ہو کہ  
 دور دور تک جنگل اور پہاڑ جنگل جنگل کرنے لگے۔ نالکی بین سوار ہوا  
 انہیں دیکھا۔ آہن سرد بھریں۔ اور زار زار رو یا مگر حیف کہ اتھہ نہ اٹھا  
 جو ایک پیاسی کیڈو دیتا۔ آخر جان ہی اور دنیا سے کوچ کیا و

## شہاب الدین غوری

جب غزنوی حکومت میں ضعف آیا تو غیاث الدین اور شہاب الدین و  
 جھاسی غور کے خاندان سے کھل کر تخت غزنوی پر قائم ہو گئے۔ انہیں



غیاث الدین تو تاجدار تھا اور شہاب الدین سپہداری کر کے بڑھے بھائی کی اطاعت کا حق ادا کرتا تھا۔ شہاب الدین نے پنجاب میں آکر کئی معرکے مارے اور سنا کہ ٹھنڈا قدیم سے راجگان عظیم الشان کا دار السلطنت جلا آتا ہے۔ چنانچہ اسپر فوج کشی کی اور جنگ عظیم کے بعد فتحیاب ہوا۔ سب بند و بستوں سے فانی ہو کر ایک دن دربار عام کیا۔ امیر و وزیر سپہ سالار بخشی سب اپنے اپنے عہد و ن پر حاضر تھے اور گفتگو یہ ہو رہی تھی کہ دار الخلافہ کو چلنے کے لئے کونسی تاریخ مقرر کی جائے دفعۃً سرحد کے سردار کا عرض یہ پہنچا کہ راجہ پتھور والی اجمیر اپنے بھائی کھانڈے راؤ حاکم دہلی کو ساتھ لیکر دو لاکھ فوج جارا اور تین ہزار فیل جنگی سے ٹھنڈے کے جھڑانے کو آندھی اور بھونچال کی طرح جلا آتا ہے۔ اقبال خاراوندی کی توجہ واجب ہی نہیں تو اسمک ہند میں زن و بچے مسلمانوں کے تباہ ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے اسی وقت لشکر اسلام میں شادی کر دی کہ جب تک اس ہم کا فیصلہ خاطر خواہ نہ ہو جائے۔ مسلمان با ایمان کو غزنی کی طرف ایک قدم اٹھانا حرام ہے۔ ساتھ ہی لشکر کی تیاری کا حکم۔ اور رستہ کے کارداروں کے نام سامان رسد کے حکمائے جاری ہو گئے۔ لشکر بزارہ منزل منزل بلکہ لیٹا کر آیا جاتا تھا جو انبالہ کے ڈیروں یہ خبر لی کہ لشکر راجہ کا پانی پت سے متعام پر ہے مگر فی الحال نہ کڑا ل میں آگیا۔ بادشاہ نے وہیں متعام کر دیا اور فوج کو پس و پیش سے ورت کر کے کوچ کوچ آگے بڑھا۔ تلاوڑی کے میدان میں دوڑا آنا سا مٹا ہو گیا۔ ان سورجوں کی دستوری میں گرا شام کو

تنگ ڈھیلے کر دئے۔ واسنے چڑا۔ زین پوش بچھا کر بیٹھ گئے۔ باگ ڈورین  
 زانوں سے باندھ لیں اور خوجیوں سے روٹیاں نکال کر کھانے لگے۔  
 شہاب الدین ابھی خاصہ ہی پر تھا کہ گشت کے سواروں نے دشمن کی  
 فوج کے چنگھیاری اور کٹاری جنگل سے پکڑ کر حاضر کئے۔ سواروں  
 کو انعام دیکر رخصت کیا اور ان لوگوں کو مودھی کے سپرد کیا کہ جو کچھ  
 مانگیں انہیں کھلاؤ بلاؤ۔ آدھی بجے سامنے بلایا۔ سبے جنگلی گنوار  
 تھے۔ گرد و بڑھے ہشیار اور تجربہ کار نکلے۔ کہ جنے لشکر کے اتاری کا  
 رخ۔ فوج کی تعداد۔ پیچھے کی مدد۔ رسد کے بند و بست غرض ڈیری ڈیری کا  
 حال معلوم کر لیا۔ تمام رات فوج کی قسمت اور مورچوں کی تقسیم بن گزری  
 پچھلی پہرات تھی کہ مکرندی کا حکم پہنچا صبح ہوتے ہوئے تمام لشکر کیل  
 کانٹے سے لیس ہو کر میدان میں جم گیا۔ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر ایک  
 سردار اپنی اپنی فوج کو سنبھالے تھا۔ خود صاحب لشکر زرہ بگتر چار آئینہ سحر  
 سر پر خود فولادی کمر میں شیر اصفہانی۔ پشت پر سپر۔ کندھے پر کمان۔ زین  
 پر گرز گاؤسرو دھرا۔ کندا ہریشمی نسا رندیہن آویزان۔ علم کے سایہ کے  
 نیچے نیرہ تانے کھڑا تھا۔ اور سپ عربی جیسر پوست پلنگ کی پاکھڑی تھی  
 زانوں میں سے نکلا جاتا تھا۔ آدھر حریف کے لشکر میں پہلے ہاتھیوں  
 کی قطار۔ بعد اُس کے رتھین اور پہلین۔ پیادہ اور سوار فوج تھی کہ جسکا تھما  
 ہر منشی تقدیر کے کیو معلوم نہیں۔ ان سلسلہ انتظام اُسکا خاص ایک  
 گاہک تھا کہ جہاں جہاں آدھر جہاں ہی پہنچا جہاں ہند کا

سینا پتی گھر سے بانو تک اوپچی بنا ہوا۔ زرد و گلے پر چلتا اور لہجہ زرد  
 بگتر۔ چار آئینہ سجے۔ راجپوتی ایک پیچہ جھون پر رکھے کمر بن کیٹیف سرو ہی کی  
 تلوار۔ دوسری طرف کھانڈا اور کٹار۔ پشت پر گینڈے کی ڈھال۔ سوچ مکھی  
 کے سایہ میں اتھی پر بیٹھا۔ دونوں شکرون پر نظر غور سے دیکھتا تھا۔ آخر  
 نہ رہ سکا اور تر پکڑا اتھی سے کود۔ گھوڑی پر سوار ہوا۔ بھائی کو اتھی پر  
 بٹھا دیا آپ دکنی گھوڑی کو اڑاتا سپاگرسی کا بانکین دکھاتا۔ بھالے کے  
 ہاتھ نکالتا ہوا۔ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں تک ایک چکر لگایا۔ اور  
 سامنے لشکر کے کھڑے ہو کر اہل لشکر کے دلوں کو اس طرح بڑایا۔ کہ اسے راجپوتوں  
 کے سپوتوں۔ پہاڑوں کے افغان اور تاتار کے ترکوں کا سامنا ہے۔ لیچھو مسلمان  
 ہین اور ست دھرم کے بھرنٹ کرنے پر کمر بن باندھ باندھ کر آئے ہیں۔ ابھی  
 تک تمہاری سرحد پر کھڑے ہیں۔ اگر ہمت کرو تو کچھ مال نہیں۔ خرگوشوں  
 کی طرح جھاڑیوں میں بھگا بھگا کر مار لو گے۔ اور اگر ایک قدم تمہارا ہٹا تو  
 بانو اُنکے ہمارے تمہاری گھروں میں اور ہاتھ ٹنگے ناموس میں ہیں  
 آج دھرم گیان کی لاج تمہاری تلوار کی باڑ پر ہے۔ مارو مارو دم نہ لو اور  
 جانے نہ دو۔ راجہ ابھی بہہ تقریر نام نہ کر چکا تھا کہ اتنے میں لشکر شاہی  
 کے بائیں ہاتھ پر جو افغان ہرا جائے کھڑے تھے آگے بڑھے۔

علیوں نے بھی باگین لین۔ انہیں دیکھ کر راجہ

جتنی تلوار بن میا نون میں مچھلی کی طرح تر پکڑا  
 کوچہ کر نکل آئے تیر برساتے ہوئے دو

لے لیا۔ جب یہ حال دیکھا تو افغان پیچھے ہٹے اور خلجیوں کے پرے سے بھی گھونگٹ کھایا مگر سپہ دار بے سپاہ قلب یلں سطح جا ہوا نیر ماری جاتا تھا۔ جو ایک مصاحب نے اگر عرض کی کہ افغانوں اور خلجیوں نے پیٹھ دکھائی جن کھواروں سرداروں سے پسینے کی جگہ خون کرانے کی امید تھی وہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ دشمن چڑھا چلا آتا ہے۔ حضور اب کسی راہ دیکھتی ہیں۔ برائی خدا کھوڑے کی باگ پھیرئے۔ اب لاہور میں پہنچکر بداندیشیوں کا بندوبست قرار واقعی ہو جائیگا۔ یہ سنستے ہی بادشاہ شعلہ کی طرح بھڑک اٹھا۔ رہی سہی فوج کو سمیٹ کر لڈکارا۔ اور گھوڑے کو ڈپٹا کر برق کی طرح دشمن پر جا پڑا۔ نیرہ اور شیر سے گزر کر فقط خنجر اور کٹار پر نوبت آگئی۔ اتنے میں کھانڈی راؤ کی نظر بادشاہ پر پڑی فیلبان کو آواز دی کہ خبردار جانے نپائے۔ اُس نے ہاتھی کو ریلا شہاب الدین بھی چمک کر اس طرح جھپٹا کہ گھوڑی کے دونوں ہاتھ ہاتھی کے مستک پر بیٹھے۔ اور ہاتھی کے منہ میں ایسا نیرہ مارا کہ کئی و انت اُس کے ٹوٹ گئے۔ مگر خود زخم کاری کھایا۔ ڈگمگا کر گھوڑی سے گرا چاہتا تھا کہ ایک غلام باو فاجست کر کے پیچھے جا بیٹھا اور کھوڑا اڑا کر برق کی طرح فطرون سے غائب ہو گیا۔ غرض بھاگے بھٹکے سپاہی اور ٹوٹا پھوٹا لشکر رہن آیا۔ ان کے ملک کا بندوبست کر کے غرانی کو روانہ ہو گیا۔

جن جن سرداروں کو بہاوری اور جان نثاری  
 ر بادشاہ کو بھی انہر بھروسے تھے ہی میدان

اسے بھاگے تھے۔ چنانچہ غزنی میں پہنچ کر علما سے قوی طلب کیا کہ  
 لہان جہاد سے بھاگے اُسکے لئے کیا حکم ہے۔ سب نے لکھا کہ  
 وہ کُہگار خدا ہے۔ بادشاہ نے حکم شریعہ تھا میں لیا اور عام سرداروں  
 کو گرفتار کیا۔ جو اور چنے گھوڑوں کے تو بڑوں میں ڈاکر انہیں چڑھوا دیے  
 اور بازاروں میں چھوڑ دیا کہ خاص عام جبرت پکڑیں اور جو نہ کھائے  
 اسکا سر الگ۔ پھر یہ سزا تو معاف ہو گئی مگر دربار سے بند ہو گئے و  
 دوسری برس سال نوروزی نے پٹا کھایا۔ بادشاہ نے اندر ہی اندر سب  
 سامان کر رکھے تھے نہرت منگا کر دیکھی اور ہر کار خانے میں حکم کوچ کا بھیجا  
 آٹھویں دن خود سوار ہوا۔ جب پشاور میں پہنچا تو ایک ہیر مردویر بیہ سال  
 کہ غورہی کے خاندان میں سے تھا اور خلوت کی صحبتوں میں بے تکلف تھا  
 اُس نے عرض کی کہ اس ہم میں سامان تو جنگ عظیم کا نظر آتا ہے مگر کھلتا نہیں  
 کہ ارادہ کہہ رہے۔ بادشاہ نے آہ سر و بھر کے کہا کہ اسی مرد و مسلح عجیب ہے  
 کہ اس سن سال پر تیرا یہ سوال ہے۔ اگلے برس کی شکست تجھے یاد نہیں۔ آہ  
 وہ صد یہ اسلام کے شیشہ نغرت کے لئے کچھ جھوٹا پتھر ہے؟ پھر قبا کے  
 بند کھولے اور کہا کہ دیکھ لے اُس دن سے آج تک نہ میں نے کپڑی بدلے  
 ہیں نہ حرم سرا میں بستر پر سویا ہوں۔ اُس ہیر مردویر نے دعاے خیر دے کر  
 کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اب مصلحت وقت کے بموجب کام کرنا چاہیے  
 جو جو سردار غضب شاہی میں دربار سے بند ہوئے ہیں انھیں  
 بلا کر انعام دیجئے اور تیرائی کے وعدہ دن سے دل نہ

پہلے دلاخ کو دھو دین۔ چنانچہ ملتان میں اگر چند مقام کئے۔ دربار عام کر کے۔  
 سب سرداروں کو بلایا اور کہا کہ اسی مسلمانوں سال گزشتہ میں جو دلاخ و امیر  
 اسلام پر آیا سب پر روشن ہے اور تدارک اسکا ہر مومن مسلمان پر واجب  
 ہے وہ اگلی غزامت کے سبب کچھ کہہ نہ سکے گو سب تلواروں پر اتھ  
 رکھ کر سامنے سر جھکا دئے غرض ان سے روانہ ہو کر لاہور پہنچا اور سید قوام الملک  
 رکن الدین کو کہ تدبیر اور نقدیر میں بے مثل تھا ابچی کر کے نامہ کے ساتھ  
 روانہ کیا۔ نامہ کا مضمون یہ کہ میں بموجب حکم اپنے بڑے بھائی کے کہ  
 میری باپ کی جگہ ہے اور خراسان سے پنجاب تک مسلمانوں کا بادشاہ  
 فوج لیکر اس طرف آیا ہوں۔ راجہ پر تمہی راج کہ راجگان ہندوستان میں  
 ہمارا جہ ہے۔ اُسے لکھا جاتا ہے کہ اسلام کی اطاعت کر کے اتفاق کا ملکہ  
 قائم کرے تاکہ خلق خدا کی آسائش میں خلل راہ نہ پادے۔ نہیں تو ملک خدا کا  
 ہے۔ اور حکم خدا کا۔ تلوار و نو کا فیصلہ کر لگی۔ جب یہہ مراسلہ راجہ کی  
 نظر سے گزرا تو بہت خفہ ہوا۔ ادھر تو ایک جواب کہ تھرا اور لوہے سے بھی  
 گڑا تھا لکھ کر روانہ کیا۔ اور ادھر راجگان ہندوستان کو جمع کر کے نین  
 لاکھ راجپوت کا لشکر جنگی تلواروں سے خون ٹپکتا تھا۔ ہمارا دیکر مچلا۔ پہلی  
 تیکے بھروسے پر بہت سے راجہ بہادرانہ رفاقت کے دم بھرنے مدد کو  
 ۔ تہاب الدین بھی ادھر سے آگے بڑھا اور نہر سرسوتی کو پیچیں ڈالکر  
 تر پڑے۔

یہی اول ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ حال اس فوج نیا

کاسہ اسلام کو معلوم ہوا۔ گرا اسکے علاوہ بھی نام ہندوستان  
 سے برابر چلی آتی ہیں۔ ایک ایک راجپوت وہ من جلا بہادر ہے  
 جسکی تلوار کی درقندھار تک پناہ نہیں بہ چند نامراد ترک نہجے  
 اور افغان زار۔ جنہیں ٹوٹ کھوٹ کا لالچ ویدیک کھڑوں سے  
 یہاں لایا ہے۔ کہ انکی جوانی اور ان باپ کے بڑھاپے پر  
 رحم کر کے یہیں سے بچے۔ وہ یہیں بھی جان جو اندری کی قسم ہے  
 کہ پھینکا کر گئے۔ اور نہیں کہ کچھ لو کہ آتش بازی کے سامان بشار  
 ہیں اور جنگی ہاتھی کچھ اور ہر رہیں۔ اگر اس تحریر پر خیال کرے تو  
 بہتر ہے نہیں تو یاد رہے کہ انکا انداز اس میدان سے جیتا نہ جائیگا  
 شہاب الدین اس موقع پر دھیمے اور جواب بن لکھا کہ راجہ  
 نے جو نیک صلاح دی۔ عین شفقت ہے۔ مگر سب پر روشن ہے کہ  
 اس لشکر کشی میں مجھے کچھ اختیار نہیں دی گئی ہے اس حکم سے اس مہم کا  
 بوجھ سر پر لیا ہے جب تک وہاں سے آئے ہیں کچھ نہیں کر سکتا  
 اس قدر مہلت ہو کہ وہاں سے جواب آجائے۔ وقت صلح اس عہد  
 پر ہو جائیگی کہ ملک پنجاب۔ سرسند تک ہماری ہے۔ باقی کل ہندوستان  
 تمہارا۔ جب یہ نہا قوت جواب راجہ کے پاس پہنچا۔ تمام اہل دربار ہنسنا  
 لگے۔ اور لشکر میں فتح کی سی خوشیاں ہو گئیں۔  
 ڈیرہ من ناچ رنگ شروع کر دئے۔ وہاں نہا  
 فوج کو کمزوری کا حکم دیکر خیمے ڈیرے سے سب  
 ڈیرہ من ناچ رنگ شروع کر دئے۔ وہاں نہا  
 فوج کو کمزوری کا حکم دیکر خیمے ڈیرے سے سب

کئی کوس کا چکر دیکر دریا پار اتر گیا صبح کو راجہ کے لشکر میں ابھی کوئی  
 بستر پر تھا۔ کوئی شہنشاہ کو گیا تھا کہ دفعہ پہلو میں آدماہ جنگی پر چوٹ لگا  
 اس دن آٹھ سے گزرا پھونکی کہ سوتے جاگتے سب اچھل پڑے۔ تمام فوج میں  
 کھلا بلی پڑ گئی۔ وہ لشکر بیمار ایسا دریا تھا کہ ایک طرف کی ہل چل کی دوسری  
 طرف خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ مگر راجہ نے اُس وقت ہوش و حواس کو جمع کیا  
 ورنہ گھبرا یا ایک فوج تو تیار کر کے سامنے کی۔ اور باقی ساتی انہوہ کو  
 سمیٹ کر پھر میدان میں لا جایا۔ ادھر شہاب الدین نے فوج کے چار  
 حصے کر کے چار سپہ سالاروں کے ماتحت قائم کر دیے کہ باری باری  
 سے جائیں اور اس لشکر کثیر کے مقابل میں جان لڑائیں۔ راجپوت بہادر  
 بھی اس میدان میں دائیں بائیں سے درست ہو کر اس خوبصورتی اور  
 بندوبست کے ساتھ لڑے کہ مسلمانوں کے جی چھوٹ چھوٹ کر۔ تب  
 شہاب الدین شکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا۔ حریف نے پیچھا کیا۔ جمعیت  
 ان کی بے انتظام ہوئی تو دوسری غول سے تازہ دم حملہ کیا۔ مگر جمعیت  
 ہندوؤں کی ہیشمار تھی اسلئے اُس سے بھی مطلب نہ حاصل ہوا جو ب  
 ٹھیک دوپہر ہوئی تو راجہ پر تھی راج ایک سو پچاس راجہ اور مہاراجہ  
 و بلکہ ایک درخت کے سایہ میں آیا۔ سب نے تلواروں کے قبضہ  
 پر ہاتھ رکھ رکھ کر قسم کھا لی اور ایک ایک پیالہ شربت کا پی۔ پان  
 لی پتی زبان پر رکھ کسیر کے ٹیکے پیشانیوں پر دے  
 بارہ ہزار غلام خاص جنکے سروں پر فولادی

ہیرا منہ پر  
 و ہر شہار



جواہرات سے مرصع و سے تھے۔ انہیں لیکر جدا ہوا۔ اول  
 خود تاج شاہی اُتار کفن سر سے بادھا۔ پھر شیر اصفہانی گھیٹ  
 میان اُسکا توڑ کر پھینک دیا۔ بادشاہ کا یہ حال دیکھتے ہی سب نے  
 خود خو برجیون میں ڈال کفن سرون پر لپیٹ لئے اور البانی تلوار بن  
 کھینچ۔ ڈاڑھیاں منہ میں لے۔ اس طرح جوش میں اگر حملہ کیا کہ یا تو  
 اپنی جگہ جمے کھڑے تھے یا پلک مارتے خاص راجہ کے قلب لشکر  
 میں جا کر جھون دھا ہو گئے۔ اور جو جو سرشکر ادھر ادھر لڑ رہے  
 تھے وہ بھی دائیں بائیں زور دیکر گرے اس گھمان کا رن پڑا  
 کہ دم کے دم میں ہزاروں کا کھیت پڑ گیا۔ اگرچہ راجپوت تلوار یونان  
 بڑا سا کھا کیا مگر انجام کو شکست کھائی۔ کھانڈی راؤ میدان جنگ  
 میں بہادری کا حق ادا کر کے زندگی کے بوجھ سے سبکدوش ہوا۔  
 راجہ پتھو راؤ راجہ سرسوتی کے کنارے گرفتار ہو کر مارا گیا۔ تمام فوج  
 ہیشان ہو گئی۔ نتیجہ سب باہی شام تک قتل و غارت میں ہاتھ لگ کر  
 رہے بادشاہ نے راتوں رات لاہور اور غزنی کو فتحائے روانہ کر کے  
 دوسری دن لشکر کا انتظام کیا اور آگے روانہ ہوا۔ بعد ازاں اجمیر کو  
 جو دار الخلافہ راجہ کا تھا فتح کرتا ہوا دلی میں آیا اور ادھر ہی کے  
 راجاؤں کو تاج بخشیاں کرنا کچھ اپنے حاکم بٹھاتا۔ دلی سے  
 اور لاہور سے غزنی میں پہنچا تو کئی برس کے بعد کو  
 ہندوستان سے پھرا ہوا جاتا تھا۔

غار تگرہ کی کا شہرہ اُس زمانہ میں بڑے زور شور پر تحارات کو  
 خیمہ بچھاڑ کر چپکے سے اندر گھس گئے اور بادشاہ کو مار ڈالا۔  
 شہاب الدین بھائی کے مرنے کے بعد ۶۹۹ھ ہجری میں بادشاہ  
 ہوا اور ۶۹۹ھ میں قتل ہوا

## علاء الدین اور کولادیوی

علاء الدین خلجی ایک بادشاہ ہندوستان کا تھا۔ جب تخت پر بیٹھا خزانوں کے  
 منہ کھول دئے اور داد و ہش کے ساتھ عیش و عشرت کی محفلیں گرم کر دین  
 امن و آسائشی اسکے عہد میں ایسی ہوئی کہ کسی بادشاہ کو نصیب ہوئی  
 تھی۔ فتح نصیب ایسا کہ سیت بند رامیشور پر جا کر مسجد کے مینار بلند کئے  
 علماء فضلہ اہل سنت شاعر حکیم گویے نجومی معارض ہر فن کے صاحب  
 کمال وہ پاسے کہ جہانگیر پر نظر آیا۔ چنانچہ اکثر علماء کی کتابیں  
 نظام الدین اولیا کے فصیح امیر خسرو کی تصنیفات اب تک موجود  
 ہیں۔ بادشاہی شان و شوکت کو بھی بہت بڑھایا بلکہ اتنی پرکاری  
 پہلے اسی نے رکھی تھی

ہر چند حدائی چکے سے ان موجود تھے مگر چونکہ دکن کا ملک وہ میدان  
 جہاں چاکے عہد میں اسنے خود بڑے بڑے معرکے مارے  
 لئے اُسکی باد بھولی نہ تھی۔ چنانچہ اپنے بھائی کو

ایک لشکر جرار دیکر روانہ کیا۔ اُسے جاتے ہی گجرات پٹن کو فتح کر راجہ کرک کو بھگیا۔ تمام ملک و کن میں بھونچال ڈال دیا۔ فتحیاب آپ دیوگڈہ کو چلا اور فتحنامہ شہنشاہ بھامی کو بھیجا۔ ساتھ اُسکے دولت و مال۔ تحائف بیٹال۔ کھوٹے ہاتھی لوٹدی غلام اس قدر روانہ کئے کہ جنگی تفصیل سوامی کاتب قدرت کے کسی دفتر میں نہوگی۔ جب فتحنامہ پہنچا تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ باہر شہر کے شامیانے کھڑے ہوں۔ کل سردور بار ملاحظہ کر سکر دوسرے دن دربار عام ہوا وزیر کے اٹتھ میں نو دتھی اور داروغہ ایک ایک خبر پیش کرتا تھا کہ ایک جھومر عورتوں کا سامنے لائے اور عرض کیا کہ بہہ بھی بند ہی میں آئی ہیں۔ خانہ برباد و ن کی تباہی اور شکستہ حالی کا کیا پوچھنا۔ مگر انہی میں ایک بی بی نظر آئی کہ اگرچہ اس عالم میں ہے مگر سب عورتیں اوبہ کے ساتھ آسے چھین لئے ہیں اور وہ بھی اپنے تئیں حیا کی چادر میں اسطرح چھپائے ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ خود بخود جھپک جاتی ہے۔ بادشاہ نے حیران ہو کر اُسکا حال پوچھا۔ ایک سن سیدہ عورت آگے بڑھ کر کچھ بولنے کو ہوئی مگر اُسی بی بی نے چپکے سے ایسا کچھ کہا کہ برصیا خاموش ہو گئی۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ بہہ جی والی پردہ نشین ضرور محلوں کی سد نشین ہے زمانہ کی روش نے بہہ دن دکھایا ہے۔ اُسی وقت خواجہ سرا کو حکم دیا کہ سب کو قید خانہ میں مگر اس بی بی کو عزت و حرمت سے حرم سرا میں لیجاؤ اور مفصل حال عرض کرو۔ جب خواجہ سرا حکم لیکر پہنچا تو اُسی حثیت والی نے کہا کہ مسیت اور دولت کے وقت میں ان لوگوں نے میرا ساتھ

پھوڑا بھی غرت کے وقت میں انہیں چھوڑو نہ ہمت اور حمت سے بعید ہے۔ یہ سنکر بادشاہ اور بھی حیران ہوا اور تمام اہل دربار نے عورت کی ست مروانہ پر آفرین کی۔ غرض اُسکی بدولت سب بی بیان غرت اور مت سے حرم سرا میں داخل ہوئیں۔ بادشاہ نے محل کی سب بیگم کو حکم دیا جا کر اُس سے ملین اور دلدارمی اور خاطر داری کر کے حقیقت معلوم کریں جام کو یہ کھلا کٹہری بی کو لا دیو بی نام راجہ کرن کی مہارانی ہے۔ باقی سب عورتیں امیرون اور وزیروں کی بی بیان اور اُسکی سہیلیاں ہیں۔ دشاہ اُس نیکبخت کی ہمت اور حمت اور سلیقہ اور لیاقت کا قائل ہو گیا۔ موقت تو نہ بولا مگر کئی دن کے بعد حرم سرا کی بی بیوں کے اتھہ پیغام بھیجا۔ قضاوی الہی سے جو ہونا تھا سو ہوا اب اس محل کو اپنا محل سمجھو اور حسب طرح اسکے راج میں رانی تھیں یہاں بادشاہ بیگم ہو کر حکمرانی کرو

انی سنتے ہی آگ بگولا ہو گئی اور کہا کہ خبردار پھر ہم بات منہ سے نہ لانا ننگ و ناموس کا تقدس ہے۔ قسمت حسب طرح چاہے خاک میں ملائے راجپوت کی مٹی سے یہ بے آبروئی کبھی نہ اٹھے گی۔ جان پر کھیل جا آگنی جی بات ہے۔ مال صدقہ جان ہے۔ اور جان حرمت پر قربان ہے۔ اگر دشاہ نے ایسا ارادہ کیا تو دیکھ لو۔ ہیر تو کی انگوٹھی میری انگلی میں ہے۔ ابک کنی میں کام تمام ہوتا ہے۔ غرض یہ لیکر رانی نے اس طرح تیو لے لے کہ جو عورت پیغام لائی تھی اپنا سامنہ لیکر سب بی بی اسی سے یہ جو آپ شکر بادشاہ تو ایسا مایوس ہوا کہ سب سلطنت کا کاروبار بھول گیا۔ مگر

وزیر کو یہ بتا لگا کہ وہی سن رسیدہ عورت جو ساتھ ہے اُسے رانی کو پالا ہے۔ اگر نکلے تو اُسی کی معرفت کام نکلے۔ کئی باتیں عورتوں کو سمجھا بھجا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ گئیں اور بڑھیا سے ملکر آمد رفت کی راہ نکالی۔ دنیا کے لوگ جسے جادو طاس کہتے ہیں وہ درحقیقت روپیہ کے حرفوں میں بند چنانچہ دو تین ہی دن میں اُسے حامی بھری۔ اور کہا کہ خیر بادشاہ سے کہہ دو۔ اتنا گھبراؤ نہیں۔ اگر دم میں دم ہے تو ایک دن رانی کو حضور کے پہلو میں لا بٹھاتی ہوں۔ ادھر وقت بیوقت رانی کو سمجھانا شروع کیا اور ایک دن صاف صاف کہا کہ دھرم کی آن تو جانی تھی سو جا چکی۔ اب پردہ تنگے ناموس کا ہے تو اسی میں ہے کہ جیسی بڑے ویسی بندہ ہے۔ آگے جو مرضی خدہ کی غرض آہستہ آہستہ ایسے باغ بن کر دکھائے کہ پریشیشہ میں آتر آئی۔ یعنی اُسے بھی منظور کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ کی چچی دلہن کی ماں نبی اور بادشاہی ریت رسوم کے بموجب شامانہ دھوم دھام سے دونوں کا بیاہ ہو گیا اور

## پد منی

رانی نے جوہر کے خاندان کی آنکھ پر جان باری

بادشاہ کے نام پر چچا کے خون کا دھبا ایسا لگا تھا

سب کا دل ہاتھ میں لانے کا بڑا خیال تھا۔ چنانچہ

عشرت کی محفلین کرتا تھا اور اُن جلسوں پر

اسی عالم میں کسی خوشامد خورہ نے عوض کی کہ چتور کے راجہ کے محلون میں  
 اگرچہ بہت سی رانیاں ہیں مگر ایک رانی بدستنی نام ہے کہ جن جلال میں دن کو  
 ہنرمیں روز اور رات کو ماہ تمام ہے۔ قاعدہ ہے کہ چون چون انسان بڑھا  
 ہوتا ہے حرص جوان ہوتی ہے۔ بادشاہ سنتے ہی مشتاق ہو گیا۔ لشکر  
 کی تیاری کا حکم دیا۔ اور خود فوج لیکر چتور پر چلا۔ چند لڑائیوں کے بعد  
 راجہ مقابلہ کی تاب نہ لایا اور اخیر کو قلعہ نشین ہوا۔ بادشاہ نے چاروں  
 طرف فوجیں ڈال دیں۔ اور سخت محاصرہ کر کے پیغام بھیجا کہ اب بھی اگر بدستنی  
 کو شاہ محل میں داخل کر دو تو یہ وقت محاصرہ اٹھ جائے اور راجہ پاٹ  
 بستور قائم رہے۔ چنانچہ بہت سے پیغام سلاموں کے بعد یہ ہٹھیری کہ  
 بادشاہ خود قلعہ میں جائے۔ بدستنی آئینہ میں اپنی صورت دکھائے اور  
 صلح ہو جائے۔ علاء الدین چند امیروں کو لیکر قلعہ میں گیا راجہ نے بڑی  
 عزت اور احترام سے ملاقات کی۔ دو نو تاجدار اکیلے بیٹھے۔ آئینہ آگے  
 لگایا اور وہ عالم تصویر گھونگٹ لٹکائے خنجر آبدار ہاتھ میں لئے پیچھے  
 بیٹھے۔ اس کے یہ معنی کہ اگر بادشاہ اس کے بکڑنے کا ارادہ کرے تو  
 جئے

بادشاہ آئینہ کی طرح جبران رہ گیا۔ بلکہ شنیاق کا  
 نے عہد و پیمان کو وہین طاق پر رکھا اور مرثو  
 چونکہ راجہ کا اقبال منہ پھیر چکا تھا اور قید ہو کر وہی  
 کی کوئی نہ ہی اور قیدیر کا بیج ایسا پڑا کہ رانی تو

نہ ہاتھ آئی مگر راجہ بچا راچند سے مین بچس گیا۔ گھراور گھرانہ ویران گیا اور رفیق لیکانے جنگل پہاڑ مین پریشان ہو گئے۔ بادشاہ اُسے دلی مین لے آیا اور یہاں اگر پھر نشہ دیکھا کہ رانی کو منگا دو۔ قید برسی بلا ہوتی ہے۔ ناچار بچا رے نے منظور کر لیا۔ اور جو جو قول کے پورے پہاڑوں مین اڑے بیٹھے تھے انہیں کہلا بھیجا۔ وہ سب سنکر پہلو بہت روئے اور کہا کہ خدا جانے راجہ کو کہا ہو گیا راجوت کا نام ڈب دیا پھر تجویر بہہ ٹھہرائی کہ یہاں سے راجہ کے لئے مٹھائی اکثر جایا کرتی ہے اسین زہر ملا کر بھیج دو کہ کام اُسکا تمام ہو جائے اور ننگ نام کے دامن پر دلغ نہ آئے تو

راجہ کی ایک بیٹی بڑی عقلمند تھی اُس نے خاندان کے بزرگون اور لشکر کے سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ اگر تم مجھے خیال مین آئے تو میری عقل مین ایک بات آئی ہے کہ خاندان کی یہی لاج رہ جائے اور راجہ کی جان پر بھی آنچ نہ آئے صورت اُسکی یہ ہے کہ یہی ٹوٹے پھوٹے ٹکھال جو ساتھ مین انہیں جمع کرو۔ اور کہو کہ بھائیو اشرافت اور ننگ کا حق ایک وقت پر دیکھا جاتا ہے۔ آج ایسا موقع آن پڑا ہے کہ جان سے گزر کر تمہارے راجہ کے ننگ و ناموس پر آن بنی ہے لیکن تم اگر بہت کرو تو دونو بچ جاتے ہین اور تمہارے لئے بھی دوا انجام ہین کہ دونو مین جیت تمہاری ہے۔ یعنی آفا کو چھڑا لائے تو ملک و دولت تمہارا ہی مال ہے۔ اور اگر نہ لائے تو نام تمہارے زمانہ کے چہرہ پر جاتا ہے۔ کامیکام کہہ کر بچیں گے۔ پھر

اسکی بیہوشی کہ بہت سے سپاہی زمانے کپڑے پہن لو اور سلاح جنگ  
سنبھال کر بالکیون میں بیٹھ جاؤ۔ مشہور یہ کہ وہ کہ راجہ کا حکم آیا ہی اسلئے  
سب رانیان دلی چلین ہیں۔ جب شہر کے پاس جاؤ تو ایسے موقع سے پہنچو  
کہ رات کو شہر میں داخل ہو۔ شہر میں گھسے ہی سید قلعہ کا رخ کرو۔ اُس وقت  
جان جو کھون کے ساتھ بھرتی کا کام ہے کہ تلواریں سونت سونت کر قید خانہ  
پر کر ڈرو۔ مگر ایک گھوڑا بھی کسا کسا یا ساتھ ہو کہ جب کام سوکوس سے کم ہو  
راجہ کو لو اور گھوڑے پر چڑھا ہوا ہو جاؤ۔

نبی اس امر کو پسند کیا۔ سولہ سو سورما اور من چلے بہادر جنہوں نے عمریں  
دھاوون اور مارو دھاڑون میں گزار سی تھیں ڈولبون میں بیٹھ کر روانہ ہو  
ور کہنا کہ راجہ نے بلایا ہے رانی جی ساری کنبے سمیت دلی چلی ہیں۔ باؤنٹا  
نے یہ خبر سنکر ادھر راجہ کی قید ہلکی کر دی اُدھر ستہ کے حاکمون کو لکھ بھیجا  
مخاطبت کے ساتھ کل سامان اور بار برداری ذمہ اپنا سمجھو۔ اور کمال  
رت اور احتیاط کے ساتھ اپنی حد سے نکال کر دوسری کے سپرد کر دو اور ان  
مئل بمنزل سواریاں چلی جاتی تھیں۔ ہر پڑاؤ ہر سراپ پر بھیجتے قاتلین کھڑی ہوتی  
تھیں۔ جگہ جگہ کے حاکم خود انکرا ہتمام کرتے تھے اندر سے عورتیں نکلتی تھیں  
وہ رجو ضرورت ہوتی تھی لیجاتی تھیں۔ غیر صوت کا پرندہ تک قنات کے  
اس نہ پھٹنے بات تھا۔ اس طرح وہ پروہ نشین قافلہ دلی کے پاس پہنچا۔ جب  
ہر دو کوچ رات دو منزلہ کر کے دفعہ رات ہی کو شہر میں داخل ہو گئے غل گیا  
رانی بدیشی کی سواری آگئی وہ گیلکینان قلعہ کے نیچے پہنچے ہی سارے



راجہ تلوارین گھیٹ ڈولیوں اور پالکیوں سے کود بھلی کی طرح فیدنا  
 سے جو سامنے آیا اسے مار گرایا اور راجہ کا طوق زنجیر توڑ گھوڑی  
 مایا۔ راجہ بھی اس طرح نکلا جیسے جنگلی طوطہ جال سے نکلے۔ رستم بن کچھ  
 سوار ٹھہرے ہوئے تھے۔ رستم گھوڑی چمکائی اور بارہ کی طرح اڑ گئے و  
 یہاں بادشاہ خوش بیٹھا تھا جو یکایک غل اٹھا کھینے کہا چنگیزی منہ لے  
 کھینے کہا ڈاکہ پڑا۔ اتنے میں خبر پہنچی کہ کل جو رانی کے آنے کی ہوائی اڑی تھی  
 وہ فقط یہاں تھا مطلب راجہ کا لیجانا تھا۔ کئی سوراچوت آئے اور سپاہیانہ  
 پیچ کھیل کر اپنے راجہ کو نکال لے گئے یہ سنتے ہی بادشاہ کے ہوش اڑ گئے  
 حکم دیا کہ پر لگاؤ اڑ کر جاؤ ضبط ہو اسے پکڑ لاؤ۔ غول سے غول سواروں کے  
 گئے۔ کئی جگہ تلوار بھی چلی مگر راجہ لڑتا بھڑتا پہاڑوں میں گھس اپنے ٹھکانے  
 جا ہی پہنچا۔ کوئی دن ومان بیٹھ کر اٹھ بانو مسیحا۔ چند روز کے بعد پھر گھر  
 یاو آیا۔ پرچہ پیغام دوڑانے شروع کئے۔ باپ دادا کی رعیت کو پھیر لینا  
 کتنی بڑی بات تھی۔ آیا اور ملک پر قابض ہو گیا و یہاں بادشاہ کے لوگو  
 وار کہاں تھا۔ ایک تو آیا ہوا ملک اٹھ سے گیا دوسرے راجہ اس طرح  
 ڈنکے کی چوٹ قلعہ میں سے نکل گیا۔ اور سب زیادہ یہ کہ ہندو کی لگن لگی  
 ہوئی تھی۔ غرض پھر فوج لیکر آپ پہنچا اور جاتے ہی چاروں طرف سے  
 شہر کو گھیر لیا۔ راجہ نے بھی باہر نکل کر خوب خوب تعابلی کئے۔ جان ماروں  
 نے ملک کے نام پر جانیں قربان کیں۔ مگر کہاں تمام ہندوستان کا ناجدار  
 کہاں چور کا باج گزار۔ جوان جوان بیٹے انکھوں سے سامنے آئے۔ گھوڑے

بڑے بڑے مردار کٹ گئے۔ جب ب طرف سے آس ٹوٹ گئی تو ایک  
 بیٹا باقی تھا اُسے بلا کر کہا کہ اسی فرزند جو کچھ ہم پر بیان گزرے گی آثار  
 اُسکے نمودار ہیں اب بہتر یہی ہے کہ تم بیان سے کسی طرف کو نکل جاؤ تاکہ  
 نسل نو قائم رہے۔ بعد اسکے پر مٹی کو سامنے بلایا اور دیکھ کر آنکھوں میں  
 آنسو بھر لایا۔ ہر چند کہ وہ عورت تھی مگر بڑی فرشتہ ناس تھی۔ اُسی اُنیقت  
 صندل کی لکڑی ان سنگا کرسات چٹائیں چٹائیں۔ تمام خاندان کی عورتیں  
 اور بڑے بڑے ٹھاکروں اور سرداروں کی بی بیوں جو خاوند اور خاندان  
 کے نام کے آگے جان کو کچھ مال نہ سمجھتے تھیں سب آئیں۔ سر سے ہاتھ تک  
 چادریں اوڑھے گھونگٹ نکلے۔ پھولوں کی ایک ایک مالا گلے میں۔ رام  
 رام کی سمرن کرتی چٹاؤں کے گرد کھڑی ہوئیں۔ اور خلقت کا ہجوم ہو گیا  
 جسوقت چٹاؤں کو آگ دی اور شعلے بلند ہوئے دلون سے دھوئیں  
 اور خلافت سے ایک غل اٹھا۔ ہر تونتی لاج کی ماری ایک ایک آگے  
 بڑھتی تھی۔ اپنی آبرو اور مردوں کی فتح کی دعا کرتی تھی اور پروا نہ کی  
 طرح آس بھڑکنی آگ پر گر کر ان کی آن میں جل مرتی تھی و

جب اس بہت مردانہ سے کہ جہر ہزار ہزار جوان مردوں کو صدقہ کر ڈالو  
 عورتوں نے یہہ سا کھا کیا۔ تو سب کا دل زندگی سے ہزار ہو گیا۔ راجہ  
 سے ہے رفیقوں کو لیکر اول قلعہ کے میدان میں کھڑا ہوا۔ دل غم سے  
 ہانی ہانی تھا اور منکا ہون سے خون ٹپکتا تھا۔ مگر نہ آنکھ سے آنسو نکلتا تھا  
 نہ سے کسی شے سے ملتی تھی اور اپا بیٹے سے رخصت ہوا۔

سے آگے راجہ اور پیچھے تمام جان نثار۔ جنہیں سپاہی اور سردار سب برابر ہو رہے تھے قلعہ سے باگین اٹھائے نکلے اور ان گنتی کی جانوں کو گٹھڑی کر کے لٹکڑ شاہی کے دریا میں ڈے مارا۔ اگرچہ دیکھنے والوں کے نزدیک انکی وہ حالت ہوئی کہ کوئی ایک مٹھی خاک کی طوفان نوح میں پھینکے مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ جب تک چاند سورج باقی ہیں ان مردوں کے نام آسمان مردانگی پر آفتاب و ماہتاب ہو کر چمکین گئے۔

جب میدان جنگ کا اسطرح خاتمہ ہوا تو بادشاہ فوراً قلعہ میں ہنچا اور جاتے ہی پوچھا کہ بدسنی کا محل کونسا ہے۔ چند عورتیں ایک اکھ کے ڈھیر پر کھڑی رو رہی تھیں انہوں نے ایک مٹھی خاکسٹر اڑا کر دکھائی اور چیخیں مار مار کر رونے لگیں۔ اسوقت بادشاہ سے سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ افسوس کرنا ہوا نکل آیا۔ اور دار الخلافہ کو حجت کی ٹر

## خضر خان اور دیو لدیوی

اگرچہ علاؤ الدین بادشاہ کے محلوں میں گولادیوی بادشاہ بیگم تھی۔ دنیا کی نعمتیں موجود اور عیش و عشرت کا گلشن ہمیشہ بہار پر تھا۔ مگر گولادیوی کے دل کا گول کھلایا ہی ہوتا تھا۔ بادشاہ پوچھتا تو کچھ بتاتی نہ تھی۔ اتفاقاً چند روز کے بعد بادشاہ نے پھر دکن پر فوج کشی کا حکم دیا اور گولادیوی نے بھی سنا جب بادشاہ محل میں آئے تو عرض کی کہ جہان پناہ خلو کے اقبال سے آج من لک ہندوستان کی بلکہ ہون اور خضر گتھی ہون مراد و کشا جن اہل ہند

مگر ایک کا شاغم کا ہے کہ دل میں کھٹکتا ہے۔ چونکہ اسکے نکالنے میں بلکوں کی تباہی اور نہر ارون بند گاہین خدا کا خون بہتا نظر آتا تھا اسلئے کہنے کو جی نچا ہوتا تھا۔ اب بہہ خدا سا زصوت پیش آئی ہے اسلئے عرض کرتی ہوں کہ جب میں راجہ کرن کے محلوں میں راج کرتی تھی تو خدا نے دو بیٹیاں عنایت کی تھیں کہ ہر ایک جن جہاں کے سانچے میں بنی کی طرح ڈھلی تھی ایک نوخیز دو سال ہی مر گئی تھی دوسری جبکا دیولہ دیوی نام ہے زندہ و سلامت موجود ہے۔ آتما کی آنچ سے دل سینہ میں مچھلی کی طرح تڑپتا ہے۔ اگر وہ کی طرح صحیح سلامت آئے تو آنکھوں کو سکھ کلیجہ کو ٹھنڈک آجائی۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اس وقت سپہ سالاروں کے نام حکم بھیجا کہ راجہ کرن جو ملک دکن میں آوارہ ہے اسے دیولہ دیوی کے لئے پیغام بھیجوا اور خواہ صلح خواہ لڑائی جس طرح ہو لیکر اس طرف روانہ کرو۔

مذہباجرا یہ ہو کہ جب یہ ذکر ہو رہا تھا تو حضرت خان بادشاہ کا بیٹا بھی حاضر تھا۔ اسکے جن جہاں کی تعریف سن کر دل میں عشق غائبانہ کے نور نے ایسا جلوہ دکھایا کہ ایک جان سے ہزار جان عاشق ہو گیا وہاں تو ارے شرم کے کچھ کہہ نہ سکا مگر سپہ سالاروں کو خود ایک خط روانہ کیا کہ انہوں نے فرمان شاہی کے ساتھ ولیعهد کا خط بھی دیکھا تو ایک جگہ وہ چند خیال ہو گیا۔ پتلا رکتے ہوئے اڑے اور دکن کی حد میں پہنچتے ہی فوج کے دو حصے ہو کر راجہ کرن پر گئے۔ اسنے بھی دو حصے تک دو طرف خوب میدان کئے۔ اتفاقاً تھیر کا دیکھو کہ دیولہ

کے راجہ کا بیٹا بھی دیولک دیوی پر عاشق تھا مگر وہ قوم کا مرہٹ تھا اور راجہ کرن کہ اصل راجپوت تھا اُسے مرہٹا ذات کا بیٹا سمجھ کر بیٹی دینے کو راضی نہ ہوتا تھا۔ اب جو فوج شاہی سے بہہ معاملہ آن پڑا تو اُس نے بھی سب خبریں سنیں۔ بھیم دیو اپنے چھوٹے بھائی کو تحفہ تحایف دیکر پیغام بھیجا کہ ترکون اور ہندون میں جو دن اور رات کا فرق ہے آپ پر ظاہر ہے۔ اگر اب بھی شفقت نہ رکھنا تو مجھے آپ فرزندہ میں قبول فرمائیں تو ان ترکون کی ترکہ تمام کر دینی کچھ بڑی بات نہیں۔ راجہ کرن ایسے نازک وقت میں مصیحت ہی سمجھا کہ فوراً دیولک دیوی کو اسکے ساتھ دیولکہ کو بھیج دیا اور بادشاہی لشکر میں خبردار نے خبر پہنچائی کہ برہمن کو دیولے اڑا۔ سپہ سالار نے اُسی وقت سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ اگر دیولک دیوی ہمارے سے گئی تو پھر یہہ منہہ دربار میں دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔ آج ہمت کے بازوؤں میں جتنا زور ہے سب لگا دو اور دیولک دیوی کو جانے نہ دو۔ سب نے اس سے اتفاق کیا اُسی وقت تین تین دن کا کھانا پانی کمروں سے باندھ جانوں۔ سب نے ہاتھ دھو پہاڑ میں گئے۔ نہ دن دیکھا نہ رات۔ تیسرے دن نور کا ٹکڑا نکلا اور راجہ کا لشکر ابھی بستروں پر تھا کہ ترکہ کی اور تازی گھوڑوں سے پہنچانے کی آوازیں کانوں میں پہنچیں۔ راجپوت بھی جس حال میں تھے ایسے جھک کر اُٹھے جیسے پتھر سے شرارہ۔ پہنچا اور انگارہ۔ انگاری بچھاؤ تو اوروں سے کاٹ نکلی پٹھون پر چڑھ بیٹھے۔ پیادہ کو ہر شے تھا کہ اتھہ میں سوار ہے۔ سوار کو خبر نہ تھی کہ سب دھارے میں آکر گھوڑے

سب آگے راجہ اور پیچھے تمام جان نثار۔ جنہیں سپاہی اور سردار سب برابر ہو رہے تھے قلعہ سے باہر اٹھائے نکلے اور ان گنتی کی جانوں کو گٹھڑی کر کے لٹکڑ شاہی کے دریا میں ڈے مارا۔ اگرچہ دیکھنے والوں کے نزدیک انکی وہ حالت ہوئی کہ کوئی ایک مٹھی خاک کی طوفان نوح میں پھینک دے مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ جب تک چاند سورج باقی ہیں ان مردوں کے نام آسمان مردانگی پر آفتاب و ماہتاب ہو کر جلیں گے۔

جب میدان جنگ کا اسطرح خاتمہ ہوا تو بادشاہ فوراً قلعہ میں پہنچا اور جاتے ہی پوچھا کہ بد منی کا محل کونسا ہے۔ چند عورتیں ایک اکھڑ کے ڈھیر پر کھڑی رو رہی تھیں انہوں نے ایک مٹھی خاکسٹر اڑا کر دکھائی اور چنچن مار مار کر رونے لگیں۔ اسوقت بادشاہ سے سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ افسوس کرتا ہوا نکل آیا۔ اور دار الخلافہ کو حجت کی خبر

## خضر خان اور دیو لدیوی

اگرچہ علاؤ الدین بادشاہ کے محلوں میں کو لا دیوی بادشاہ بیگم تھی۔ دنیا کی نعمتیں موجود اور عیش و عشرت کا گلشن ہمیشہ بہار پر تھا۔ مگر کو لا دیوی کے دل کا گول کملایا ہی ہوتا تھا۔ بادشاہ پوچھتا تو کچھ بتاتی نہ تھی۔ اتفاقاً چند روز کے بعد بادشاہ نے پھر دکن پر فوج کشی کا حکم دیا اور کو لا دیوی نے بھی سنا جب بادشاہ محل میں آئے تو عرض کی کہ جہان بناہ خصو کے اقبال سے آج میں لک سمہ و شہان کی بلکہ ہوں اور چہ ضرر کہی ہوں مراد و کما چمن اہلکار

چنانچہ اپنی جمعیت کو ترتیب دیا اور سب بھلکے دفعہ جا پڑے۔ اُن پچاروں کی حقیقت  
 کیا تھی ایک حملہ میں تشریف بڑھ گئے اور ہر سے انہوں نے فوج کھسٹ مار دھاڑ  
 شروع کر دی۔ ایک باہی کو پیش نظر آئی کہ کہاں رکھکے بھاگ گئے ہیں اور چند  
 مرہٹین ہتیار بند آس پاس کھڑی ہیں۔ یہ لکار کہہنا چاہا اور نلوار کھینچ کر کہا  
 کہ کل آ اور نکال جو کچھ پاس ہے۔ ایک نوڈی گھبرا کر چلائی کہ خبردار ہاتھ  
 نہ اٹھانا جس کے لئے ہزاروں آدمی کے لہو پانی ہو کر بہ گئے وگورہ مقصود  
 اسی میں ہے بغور دیکھو دیوبلی کا سکھ پال ہے۔ یہ سنتے ہی ب دوڑی آئے اور  
 ہاتھوں ہاتھ سکھ پال اٹھا لپار کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ اُسی وقت ایک غرضی  
 بادشاہ کو دوسری مبارکباد و لیجہد کو لکھ کھڑ بھل میں دیوبلدی بوسی کو بٹھایا اور ایک  
 سستہ دوا سپہ سواروں کا ساتھ کر کے کمال حفاظت کے ساتھ ولی کو روانہ کر دیا  
 سواروں کو ناب کہاں تھی۔ منزل کو دو منزلہ اور دو منزلہ کو سہ منزلہ کہتے  
 دوڑا دوڑا اور بھاگا بھاگا اسطرح آئے گویا قلعہ کے نیچے ہی کھڑی تھے  
 بادشاہ یہاں بے خبر محلول میں بیٹھے تھے شاہزادہ منہہ لپیٹے چھپر کھٹ میں  
 بٹھاتا تھا تو برجہ نویون کی خبر سے معلوم ہوا تھا کہ فتح ہو گئی ہے مگر راجہ  
 نے دیوبلدی بوسی کو دیکھ دیکھ بھید ہے۔ بادفعہ اُردا بیگنی نے خبر دی کہ  
 قبلہ عالم رانی جی کا سکھ پال غاصی ڈیوڑھی پر دھرا ہے۔ بادشاہ مارو خوشی  
 کے بلخ باغ ہو گیا۔ اُسی وقت سرے شمال کھول اُس کے سر پر ڈال دی۔ ولیجہد  
 چھپر کھٹ میں بٹھاتا۔ وزیر زادہ دوڑا آیا اور کہا کہ لومہان پر دانہ اٹھو نہاری  
 سمیع نے اگر محل کو روشن کر دیا۔ سنتے ہی حیران ہو گیا۔ جب وزیر زادہ۔

کھا کر کہا تو اٹھ کر اُسکی پیشانی چوم لی اور کلاہ جواہر نگار جیہر ہمان کے پر  
کی کلکی لگی تھی تکیہ پر سے اٹھا اُسکے سر پر رکھ دی۔ مان بے اختیار ہوکروڑی  
بیٹی کو اُتر دیا اور دیر تک گلے لگا کر روبا کی۔ بعد اسکے اندر لاکر مسند پر  
بٹھایا مگر منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ گویا دو چینی کی سورتین تھیں کہ آسنی سامنی  
دھری تھیں۔ ان آنسوؤں کے تار جاری تھے۔ اور دلوں پر ہزاروں خیال  
گزر رہے تھے کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔

غرض تھوڑی دیر کے بعد مان بیٹی میں کچھ باتیں ہو کر دیو لکھنوی کو غسل  
کروایا۔ محل کی ساری بی بیوں نے آکر مبارکباد دی۔ مگر اب ولیعہد کو تاب  
کہاں تھی؟ باپ سے تو کچھ نہ کہہ سکا وزیر کے پاس پیغام دوڑانے شروع  
کئے۔ وزیر نے بادشاہ سے عرض کی۔ بادشاہ نے کہا کہ میں کیا کہوں۔  
اس لڑکی کے مان باپ جو کچھ سمجھو رانی ہے۔ اس سے پوچھنا چاہئے۔ رانی  
پہلے تو بہت حیران ہوئی اور کہا کہ مسلمانوں کا یہ نرالا دستور ہے۔  
بھلا میں حضور کی خدمت میں ہوں تو میری بیٹی حضور کے بیٹے سے کیونکر  
منسوب ہو سکتی ہے؟ بادشاہ ہنسے اور کہا کہ یہ مسئلہ شریعت کا ہے۔ جب  
ان دونوں کے باپ جدا جدا ہیں۔ مان جدا جدا ہیں تو پھر شادی کا کیا مضائقہ  
ہے۔ رانی کو کیا عذر تھا وہ راضی ہو گئی۔ غرض تجویز یہ ٹھہری کہ وزیر  
دلہن کا باپ بنے دو لہا برات لیکر اُسکے گھر جائے اور رسم شامانہ سو  
دلہن بیاہ لائی۔ اسی وقت تمام شہر میں آئین ہندی کا حکم ہو گیا۔ نو بختانہ  
کے گھر میں گھر گھر میں طعنے کھڑے لگا۔ بادشاہی باورچی خانے گرم ہو



اور حکم ہوا کہ چالیس دن تک کسی گھر میں کھانے بکانے کا دھوان نہ اٹھے۔ اس طرح سمجھ لگن مہارک ساعت دیکھ کر صبح ہوتے گل کا بلبل سے عقد ہوا اور دن کو دلہن بیاہ لائے۔ ان دونوں کا عشق ایسا عالم آشوب ہوا کہ ہندی فارسی کے شاعروں نے قصے جوڑے اور کہانیاں بنائیں چنانچہ سینکڑوں برس گزرے اب تک لوگ انکی گیت گاتے ہیں

## ظہیر الدین بابر بادشاہ

کہتے ہیں کہ ملک فرغانہ میں عمر شیخ نام ایک بادشاہ تھا۔ جو چوتھی پشت میں امیر تیمور کا پوتا تھا۔ قضاوی الہی سے دفعہ مر گیا۔ بابر اسکا بیٹا بارہ برس کا تھا۔ باپ کے مرنے سے تخت و تاج کا بار یکبار سر پر آپڑا۔ اگرچہ تخت نے بانوں چومی اور تاج سر پر قربان ہوا مگر چچا اور رامون بھائی اور ہمشیر کی بادگار سے شمشیر کے ساتھ پیش آئے۔ اور جب خور و سال بادشاہ کی ہوا بگڑی دیکھی۔ تو اندر باہر بہت سے دشمن کھڑے ہو گئے یہ بہت والا سب کو جواب دیتا رہا۔ بہت دفعہ گرفت اور موت دفعہ سن پھلا مگر جب شیبانی نام ایک ازبک دشت خفجانی سے اٹھ کر تمام بخارا اور سمرقند پر چھا گیا۔ اور باپ کے ملک میں نکھرام نوکروں نے دلم نہ لینے دیا تو اسکی بھی آس ٹوٹ گئی۔ چنانچہ آخری مصیبت کی کہانی یہ ہے کہ جب میدان جنگ کو چھوڑا تو بیس آدمی اسکے ہمراہ تھے۔ دشمن کے سوار بچے تھے اور یہ گھوڑے مارے چلے جاتے تھے جب بھر کر

دیکھتے انکا خنار پیچھے ہی دکھائی دیتا۔ ناچار پھر بھاگ نکلتے۔ آخر گھوڑوں کے دم ٹوٹنے لگے اور نوبت یہہ ہوئی کہ جس باؤفل کے گھوڑے میں ذرا دم ہوتا وہ اپنا گھوڑا انہیں دی دیتا اور انکی گرد کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا رستہ سے لنگر کسی گانویں چلا جاتا۔ اخیر کو ایک بابرا اور ایک اسکا کو کہہ رہیا۔ جب چلتے چلتے اسکا گھوڑا بھی مار گیا تو باہر نے بھی اپنی لگام روکی۔ اُس نے کہا کہ آپ میرا ساتھ کیوں دیتی ہیں آگے بڑھ جائے شاید آپ کی جان بچ جائے باہر نے ابدیدہ ہو کر کہا کہ تجھے اس حال میں چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ایک بچھونے میں پرورش پائی اچھا ہے کہ دونوں کے مرنے بھی ایک ہی جگہ پڑے باہر نے غصہ کو کہ دعا دیکر رخصت ہوا اور باہر آگے چلا۔ گھوڑی ہی دوڑ گیا تھا جو دو سوا پیچھے نظر آئے۔ مگر انکے گھوڑوں میں بھی جان نہ رہی تھی۔ جب وہ تیر کی زد پر پہنچے تو سامنے پہاڑ تھا باہر نے چاا کہ تیرا رتا ہوا اوپر چڑھ جا کرش کی طرف دیکھا تو انیس تیر تھے۔ دل قومی ہو گیا۔ اور آگے بڑھا جب بغروب ہونے لگا تو انہوں نے آواز دی کہ اسطرح آپ کہاں تک جائیں گے۔ بھائی تو پکڑے گئے۔ آپ بھی چلے آئے۔ یہہ سنکد بہت فکر ہوا مگر جواب کچھ نہ دیا اور آگے بڑھے گیا۔ وہ بھی گھوڑوں سے اتر لئے اور اب عذر خواہی کے طور پر کچھ کچھ سمجھاتے ہوئے چلے کہ پھر چلنا مناسب ہے باہر نے کہا کہ میرا تو اب ممکن نہیں لیکن تم اگر خدمت کرنی چاہو تو البتہ میرے ساتھ آؤ گے۔ بات فقط اتنی ہے کہ مجھے ایسے رستہ پر

والدہ وجہان سے میں اپنے ماموں میں جا پہنچا اور تمہیں وہ کچھ دنوں  
 کہ تمہاری آرزو سے زیادہ ہو۔ اگر یہ نہیں تو جس سہ آئی ہو پھر جاؤ۔ جو  
 میری قسمت میں ہونا ہے ہو رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح آپ کو چھوڑ کر  
 کہاں جائیں گے ہم نہ آتے۔ خیر ادھر آپ نہیں جاتے تو وجہان چلے  
 ہم خدمت کو حاضر ہیں۔ چنانچہ قسین کھا کر ساتھ ہوئے۔ مگر اس نے انہیں  
 آگے رکھا اور آپ پیچھے ہوا۔ جب نکاس کی جگہ پر پہنچے تو نابکاروں نے  
 دھوکہ دیا اور انڈھیرے میں کہیں کے کہیں لپک نکل گئے۔ غرض ات بھر  
 پہاڑوں میں گمراہے ٹھوکرین کھاتے پھجلا پھرتا تھا جو ایک آبادی کے  
 دس پہنچے۔ تینوں تھک کر چر ہو گئے تھے اور جاڑ ابھی سخت تھا۔ بابر وان  
 ٹھیرا اور اُسے کہا کہ صبح قریب ہی کسی ایسے ویران گوشہ میں چل کر دن گزارو وجہان  
 کوئی سپر حال سے خبردار ہو۔ ایک بولا کہ گھوڑا اٹھ بہرے بھوکے ہیں۔ میں  
 وانہ تولائوں۔ بہ کہا اور گانوں میں چلا گیا۔ یہاں صبح ہوئی تھی اور بار بار کا ایک  
 فق ہوتا تھا۔ جب ان نکلا تو فقط تین وٹیاں ہاتھ میں لئے آیا۔ انہوں نے کھبر کر  
 ایک ایک وٹی بغل میں رکھ لی اور ایک شپہ پر چڑھے کہ اسکے پیچھے دن گزاریں  
 ۔ سبز زین میں گھوڑے چھوڑ دئے اور تینوں تین شہتوں پر بیٹھ کر پہاڑ سینے  
 لگے۔ بابر دوسرے لوگوں کو آنا جاتا دیکھتا تھا مگر وہم کے مارے کسی کے  
 بلانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ شام ہوئی تو انہوں نے صلاح دی کہ شہر میں ایک  
 مرغ کے الگ سے آسمن جل بیٹھیں تو بہتر ہے۔ چنانچہ وہاں جا کر ایک ٹھکانا  
 بنوا کر ٹھکانا وہیں بیٹھ گئے۔ ایک انہیں کے گنا۔ انا سا پوسنہ اور ایک

پیالہ میں اُرنن کی آتش لایا۔ اگرچہ سگلے بن اگلتی تھی اور منہہ کو کڑوسی گلتی تھی مگر خوب گرم گرم تھی۔ وہ پیکر اور پوستین اوڑھکر عجب لطف حاصل ہوا لکڑیاں جلا کر سینکنے لگے اور بابر درخت سے کمر لگا کر ذرا سو گیا اور

حقیقت میں اُن بد ذاتوں نے گمانو کے ملک سے سازش کر کے اُسے غنیم کے پاس بھیج دیا تھا۔ یہاں اسکی خاطر جمع کر کے بیٹھنے کی صلاح دی اور آپ کو ٹھکے پر جا کر پہرا دینے لگے۔ دفعۃً ایک آیا اور کہا کہ فلان سردار آتا ہے۔ بابر بہت گھبرا یا اور کہا کہ جا کر دیکھ تو سہی۔ یوں ہی آتا ہے بابر سے سرانجام پر آیا ہے۔ وہ گیا اور اگر کہا کہ آپ ہی کے پاس آیا ہے۔ پوچھا کس ارادے؟ کہا کہ آپ کے نوکر ہن ارادہ کیا کرینگے۔ لیجا بیگے تو بادشاہ ہن بیگے آپ کو دیکھیں۔ اتنے میں وہ آیا۔ تسلیم کر کے بیٹھ گیا۔ اور ایسی باتیں سنائیں کہ بابر کو ترود ہوا۔ مگر پھر بھی اپنے تئیں بنبھالا اور اُسے کہا کہ مرنے سے تو میں نہیں ڈرتا مگر تجھے خدا کی قسم سچ کہہ اگر کچھ اور صورت ہو تو میں وضو کروں کہ اخیر وقت خدا کے سامنے باطہارت توجاؤں۔ سردار مذکور نے بار بار قسمیں کھائیں تب بابر نے اُسے بٹھایا اور آپ اٹھکر باغ کے کونے کی طرف گیا۔ دل میں کہا کہ مرنا تو برحق ہے مگر اتنے پاؤں چلتے ہیں تو انہیں بلانا چاہئے۔ اسی وقت دیوار پھانڈ سیدھا بیا بان کا رستہ لیا اور خراسان کی طرف رخ کیا آبا دی سے بچتا اور رستے سے گھٹا جاتا تھا۔ رات ہوتی تو درخت کے

کے ایک طرف جیسے ہوا اگر نوح آسین آتا ہی نہیں ہوتا۔ سب کو مگر میں اگلتا ہی کہلاؤں کی بواور تھی اس سے بھی مذکور ہوا۔

نیچے پڑ رہتا۔ صبح کو جل کھڑا ہوتا۔ پہلی منزل میں نعل کی روٹی نے رفاقت کی۔ دوسری میں جنگل کے گھاس پات نے ضیافت کی۔ تیسرے دن ایک کانوین پہنچا اور نوکل بچہ اندر داخل ہوا۔ اتفاقاً وہ ان کسی مانہ کے اپنے چند نوکر بھی آئے ہوئے تھے۔ سب نے آکر قدم لئے اور اور لوگوں کو خبر کی۔ پہاڑی نیک نیت بڑی محبت اور جہان نوازی سے پیش آئے۔ غرض یہاں بیٹھ کر دم لیا۔ کپڑے دھوا کر پہنے اور یہ پہلی دفعہ تھی کہ چہرے پر خط نے اصلاح پائی جہاں اُس وقت اپنی توڑک میں تھویر کیا۔ چند آدمیوں کو ادھر ادھر بھیجا کہ جو اور غلوں کو کھڑے ہوئے ملین انہیں سمیٹیں۔ ان تباہی زدہ بھی اسطوف آگئی تھی۔ جہاں جب دو سو آدمی سے زیادہ جمع ہو گیا اور اس چھوٹے سے کانوین میں کنجائش نہ رہی تو دل نے کہا کہ جس مٹی میں کھیل کو کر بڑا ہوا اب قسمت کا آب و دانہ وہاں نہیں۔ مصلحت یہی ہے کہ پانچ ٹیٹ کی میراث سے اٹھ اٹھا کر باپ دادا کے ملک کو خدا حافظ کہو اور اپنی قسمت جیچوں بار چکر آزاؤ۔ اس وقت اپنی عمر تو ۲۲ برس کی تھی اور ان صیبتوں کی عمر ۱۱ برس کی ہوئی تھی مگر وزن کرو تو عمر دن کے لئے بہت ہیں۔ غرض ہزار جہر نفیل سے کابل کو روانہ ہوا۔ فوج کی جمعیت دیکھو تو جیسے لٹا ہوا شمار میں دو سو سے زیادہ مگر سب پیادہ۔ ٹوٹے پھوٹے موزے گھڑے۔ تک چڑھے۔ کندھوں پر لٹھیاں سامان میں دو چادر خیمے تھے۔ ان اترتی تھی۔ ایک کے نیچے آپ بیٹھ جاتا تھا۔

کابل میں اسکے حاکم مارکر اور رشتہ داروں کے

لحم و زرخسرو شاہ بن بیٹھا تھا۔ جب بابر پہنچا تو اسکا نام سننے ہی تمام ولایت  
 ن غلغلہ ہو گیا اور لوگ اٹھ اٹھ کر آنے لگے۔ پنج کی حد سے آگے بڑھے  
 یہ عالم ہوا کہ خسرو کا دربار ٹوٹنے لگا آخر اسنے بہت عذر و معذرت  
 کے ساتھ پیغام بھیجا کہ ملک حضور کا اور حضور کے بزرگوں کا ہے میری  
 ان بخشی اور سہاب ضروری کی اجازت ہو جائے۔ چنانچہ وہ ادھر سے  
 ما ان شاہی کے ساتھ آیا یہ اپنے قلندروں کے ساتھ جہان اتر کر  
 فہ و ان سے اٹھ کر ایک چنار کے درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ خسرو خود  
 شکس لیکر حاضر ہوا اور قدیمانہ طور سے ادب تسلیمات کے ساتھ نذرانہ  
 پیش کیا۔ وہ تو نذر دیکر رخصت ہوا اور یہ اٹھ کر اپنے چھ مین آئے کر  
 نہ وقت سب خور و کلان اسطرح اٹھ کر اسکے لشکر میں آگئے گویا ادھر کی  
 دنیا ادھر ہو گئی۔ بڈھا وزیر جو برسوں سے لڑکوں کی اتالیقی مین بادشاہی  
 رہا تھا اکیلار گیا۔ اور یہ باتو ان حالوں سے آیا تھا یا بیس مین ہزار لشکر  
 سلج سے بنے بنائے دربار مین بادشاہ افغانستان بنکر بیٹھ گیا۔ غرض  
 نزل بنزل کابل پر آئے۔ حاکم و ان کا ایک دو دن اٹکا پر اب ذرا انکا  
 ستارہ بھی چمک گیا تھا۔ معافی کے وعدہ پر شہر خالی کر دایا۔ قلعہ مین  
 اگر دربار کیا۔ ضلع ضلع کے سردار حاضر ہوئے۔ مگر خزانہ اور توشہ خانہ  
 سہالی پڑے تھے۔ فقط دلا سے اور نسلی دیکر سب کو رخصت کیا اور رفت  
 ار چارسی کر دئے و

اندر کو افغانستان مین گھرلا۔ مہینہ صیب کی کوشش

نقل مکان کیا۔ کیونکہ ادھر ترکون اور مغلون کی مصیبت تھی اور افغانوں کی آفت سامنے ہوئی۔ اپنی کوئی جمعیت ساتھ نہ تھی بے پھر و ساہو۔ بھائی قوت بازو تھا تو وہ تھا کہ برسوں غنیم کے ساتھ رکھ نہہ پر تواریں مار چکا تھا۔ وطن سے تو کچھ واسطہ ہی تھا۔ مان ادھر سے دشمنوں کے پیچھا کرنے کا کھٹکا ضرور لگا ہوا تھا۔ مگر وہی حوصلہ والا تھا کہ پہاڑوں سے ہمت آزما تا تھا اور کیا نہرار لی کیا افغان دونوں سے مگراتا تھا۔ ضلع کابل کے قدرتی گلزار گویا باغ بہشت کے نقشے تھے۔ انہیں بھر کچھ چپہ بین کو دیکھا۔ ہر قسم کی پیداوار۔ ہر ایک میوہ۔ ایک ایک چرند اور پرند کا حال اپنی توڑک میں ذخیرہ کیا۔ درختوں کا جھونسا۔ سبزہ کا اہلہانا۔ نہروں کا لہرانا۔ سر و شمشاد کی چھاؤں میں پٹھنا۔ ہری ہری گھاس پر لوٹنا۔ کسی بات کا لطف باقی نہ پھوٹا اور انہی دنوں میں خطا برسی بھی ایجا دیکھا۔ اسکی طبیعت خد نے ایسی ننگتہ بنائی تھی کہ جس حال میں ہو دلو خوش رکھتا تھا۔ چنانچہ اسی عالم میں جس گلزار یا سبز پہاڑ میں گزر ہونا مصاحبوں کو لیکر بیٹھ جاتا۔ کہی عالم آب کی سیر کرتا کشتی آہستہ آہستہ چلی جاتی ہے۔ آپ غزلین کہتا ہے۔ رہا بجاتا ہے۔ اور ترکی ترانے سنتا جاتا ہے۔ باغ تو جا بجا لگا سے مگر کابل کے برابر دامن کوہ میں ایک باغ ایسا لگا یا کہ لاہور کا شالہ مار گویا ایک ناتمام اسکی نقل ہے۔ نو درجے تک برابر گلزار چشموں سے نہرین اور نہروں سے قدرتی آبشار جاری ہے اوپر کے درجہ میں ایک مکان و لفظا شالہ کہ آسپین میٹھ کر جہان تک نظر کام کرے گل اور لالہ ہی نظر آتا ہے

بابر کا چچا سلطان حسین باقرا خراسان کا بادشاہ عالیشان تھا۔ اُس کو خبر پہنچی کہ تیبانی خان نے اب اوھر کا رخ کیا۔ سلطان نے جا بجا مرہلے بھیجے اور بابر کو بھی بلایا۔ مگر اسی عرصہ میں وہ مر گیا۔ اسکے بارہ بیٹے تھے۔ سب وہاں جمع ہوئے اور اسے پھر طلب کیا۔ اول تو تیبانی خان کا خوف۔ دوسرا سنا تھا کہ ہرات کو چچا نے خوب آراستہ کیا ہے اسلئے روانہ ہوا۔ اس نے جاکر چچا کا پرستہ دیا۔ بھائی بھی بڑی محبت سے پیش آئے۔ ایک ایک نے جدا جدا ضیافت کی اور چنگیزی میں جنکو اب تک اپنا دستور العمل سمجھتے تھے سب عمل میں لائے بابر نے تمام شہر اور عمارات کو دیکھا اور ایک ایک مکان اور وہاں کی ایک ایک صحبت کا حال اپنے تئیں نوک میں لکھا۔ اس عرصہ میں برف پڑنے لگی۔ اور ڈاک بند ہو گئی۔ چونکہ اسے گھر کا فکر لگا ہوا تھا اسلئے جسطرح ہوا رخصت ہو کر اوھر روانہ ہوا۔ مگر رستہ میں ایسی تکلیفیں پیش آئیں کہ آج تک کسی سفر میں نہ دیکھی تھیں۔ زمین آسمان برف ہی برف نظر آتے تھے اور جہاں گھوڑے قدم رکھتے تھے زمین تک غرق ہو جاتے تھے۔ نہیں سوا سے زیادہ ساتھ نہ تھے۔ انہیں بھی مارے سردی کے نہ کسی کے ہاتھ پاؤں میں دم تھا نہ سر میں ہوش و حواس تھے۔ ناچار خود گھوڑے سے کود پڑا اس کے ساتھ اور وفاداروں کو بھی کودنا پڑا اور برف کو کوٹتے آگے رستہ بناتے چلے۔ اب مشکل یہ ہوئی کہ برف نے سارے آتے ہتے چھپا دیے تھے اسلئے رستہ بنانے والا اور رستہ معلوم کیا۔ ایسے پہاڑوں میں جا پڑے کہ تھوڑی سی کانٹا لگا کر ہی کوئی فائدہ نہیں وہاں نہ گزرا ہو گا۔ اسی حالت میں



شام ہو گئی۔ سب حیران تھی اور ڈر بہہ تھا کہ اگر پہاڑ کے اوپر سے برف لڑھکے تو سب کے سب اسطرح دھین گے کہ برسوں تک کے سیکو خیر ہوگی۔ جب چلتے چلتے اندھیرا ہو گیا تو ایک جگہ اتر پڑے اور اپنے ہاتھ سے گردن گردن تک برف ہٹا کر زمین نکالی کہ بستر کر کے رات بسر کریں۔ ایک مصاحب نے اگر خبر دی کہ پہلو میں ایک طاق سانظر آتا ہے آپ اس میں چل بیٹھیں کہ سر پر سایہ تو ہو۔

بابر نے کہا کہ جو سب کا حال سواپنا حال ایسا نہیں ہو سکتا۔ اتنے میں دوسرا آیا اور کہا کہ جسے طاق سمجھتے تھے وہ بڑا غار ہے اور اس میں تیس چالیس آدمی بہ آرام رہ سکتے ہیں چنانچہ سب نے اندر جا کر بستر کئے اور خورجیوں سے گوشت نکال کر وہیں ایک ایک چڑھا دی۔ شور بے مین خشک و ٹیان ڈبو کر دو دو پیالے سب نے پئے اور گرم ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔ تمام رات چائے کی پیالیاں پیکر کاٹی۔ صبح کو روانہ ہوئے اور سب طرح مرنے دکھ بھرتے باسیان تک آئے وہاں اگر اسی برف باری میں ہزارہ کے وحشیوں سے مقابلے ہو رہے تھے جو خبر آئی کہ ایک بھائی کابل میں بادشاہ ہو گیا اور شہر کو دیا ہے کہ آپ ہرات میں قید ہو گئے۔ مگر اب تک ایک نخللال بالاحصار کا قلعہ روکے ہوئے اڑا ہوا ہے۔ بابر بہت گھبرا یا۔ رفیقوں کو متحیر کر دیا کی مصیبتیں باد آگئیں اسنے اسی وقت ایک جاسوس قلعہ دار کے پاس بھیجا کہ خاطر جمع رکھنا ہم آہنچے جو وقت تک معلوم ہو جائے کہ ہم دو تین

پہاڑی پہاڑوں میں جب جڑبو نہ رہے ہی برف ہو جاتی ہے تو وہاں سے بچ کر نکلے۔ اور تو ایسی

اور اس کی ہے کو باکسی نہیں بلکہ وہاں وہ جاتے ہیں۔

بائیس پر پہنچ گئے تو قلعہ کے برج پر آگ جلا کر روشنی کرنا کہ ہم سمجھ جائیں اور  
 خود باہر نکل پڑنا۔ چنانچہ سطح عمل میں آیا۔ اور یہ کوچہ و بازار کو گشت و  
 خون سے لال کر کے قلعہ میں داخل ہوا۔ بھائی پوفا بھی گرفتار ہوا اور تلوار  
 و ترکش جو مارنے کو کمر سے باندھے تھے۔ گلے میں ڈال کر چکینری سم کے بموجب  
 دربار میں آیا۔ مگر بابر ذرا آنکھ پر میل نہ لایا دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ  
 آؤ بھائی گلے تولو۔ وہ بدستور دو جگہ تسلیم کو جھکا مگر ایسا شرمایا ہوا تھا  
 کہ الجھکر دو دفعہ گرا۔ اسنے پہلو میں بٹھایا اور اسکے لئے شربت منگایا جب  
 آیا تو پہلے دو گھوٹ اسیں سے آپ پی لئے پھر ملا یا کہ اُسے وہم نہ آئی  
 بابر نے اب تک شراب نہ پی تھی۔ ہرات کی ضیافتوں میں بھائیوں نے بہت  
 سنتین کیں وہ ان تو شرماتا ہی رہا مگر یہاں اگر عمر بھر کا بدلا نکالا۔ کوئی قطعہ  
 زمین کا ایسا ننچھوڑا کہ جہاں بیٹھ کر اُسکا لطف نہ اٹھایا ہو۔ مصاحبوں کے  
 جلے جاتا شراب میں پیتا۔ نہ ملتی تو معجون ہی کھا کر خوش تیان کرتا۔ وہی  
 باغ نو بہار جس کے چند درجے اب تک بھی باقی ہیں۔ اسیں ایک خوشما حوض  
 سنگ مرمر کا بنوایا اُسے شراب انگوری سے بھرتا۔ مصاحبوں کو لیکر  
 بے تکلف بیٹھتا اور وقت کو فری سے گزارتا۔ حوض مذکور کے کنارے پر  
 یہ شعر آبدار لکھا تھا نور روز و نو بہار و می و دلر با خوش است۔ بابر  
 بعیش کویش کہ عالم دوبارہ نیست و

ایک دفعہ دورہ کرنا ہوا غزنی میں جائیگا۔ پُرانی پُرانی عمارتوں کو دیکھ کر  
 اور مزاروں پر جا کر زیارتیں کیں۔ لوگوں نے کہا۔ یہاں ایک مزار ہے

کہ جب اسپر کچھ پڑتے ہیں تو ہلنے لگتا ہے۔ چنانچہ خود جا کر دیکھا۔ معلوم ہوا کہ فقط خاموش کی دکاندار می ہے اور کچھ نہیں چنانچہ انہیں بلا کر خوب ہکا بکا کر اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ نوح نغزی بن ایک شہمہ ہے۔ جب اس میں کچھ نجاست پڑ جاتی ہے تو بے اتہا برف آسمان سے گرنے لگتی ہے۔ چنانچہ اُسے بھی تلاش کیا کہیں پتا نہ لگا چند روز کے بعد وطن کی کشش نے پھر بغل میں گہ گدی کی یغنی شیبانی خان جس نے سمرقند اور بخارا سے تیمور کا نام مٹایا تھا وہ جوش مذہبی میں اگر جہاد کے بہانے شاہ ایران سے جا بھڑا اور لڑائی میں مارا گیا۔ بابر کی بہن کسی لڑائی میں اُسکے ساتھ آئی تھی۔ اب وہ ہندی میں گرفتار ہوئی۔ شاہ نے اُسے بڑی غرت سے بابر کے پاس بھجوا دیا۔ انہیں راہ پیدا کرنے کو اتنا سہارا بہت ہوا۔ دو دفعہ شاہ سے مدد لیکر ایسی باگین اٹھائیں کہ گویا بخارا ہی میں بیٹھے تھے۔ مگر قسمت میں سب سمرقندی اور انگور بخارائی نہ تھے ہندوستان کا دانا پانی لکھا تھا۔ چنانچہ دشمنوں نے رعایا کو بھڑکا دیا کہ بابر شیون کی مدد لیکر آیا ہے اسکا نکالنا واجب ہے یہ بغاوت ایسی آندھی کی طرح اٹھی کہ ننگے سر ننگے پاؤں جان لیکر وہاں سے بھاگا اور کابل میں اگر دم لیا تو بابر سے بھی سند پڑھ کر کھانا مضمر نہ ہوتا تھا۔ چار دفعہ ہندوستان پر آیا اور ہر بار قدم آگے ہی بڑھایا۔ مگر پانچویں دفعہ ایسا آیا کہ پھر جنازہ ہی یہاں سے بھرا۔ ان اولاد کے لئے پشتون تک سلطت قائم کر گیا۔ چنانچہ پنجاب کو صفنا کرنا ہوا تو پیر جلالا دھر سے ابراہیم لودی ایک لاکھ فوج اور ایک ہزار اٹھی جنگی

لیکھ اس دھوم دھام سے نکلا گویا ہندوستان کی آرایش اور زمین پشت کی شان نہ  
 ٹوٹا لکڑیا ہوا دیا۔ باہر جب یلغار سے فتح و ظفر کا غبار اڑتا ہوا پتی پت پر پہنچا تو ایک  
 میدان وسیع نظر آیا ادھر ادھر گھوڑا مار کر شہباز و ازسرواران لشکر کو دکھایا بعد  
 کے نیرہ زمین پر گاڑ گھوڑے سے کود پڑا اور حکم دیا کہ یہیں ڈیرے ڈال دو۔ دوسرے  
 دن صبح کو اٹھ کر نو طوغین اور نشان سامنے لشکر کے کھڑے کئے تمام سردار انکو  
 نیچے اگر جمع ہوئے۔ ایک نشان آپ لیا باقی اور ون نے لئے۔ چند سردار انکو  
 ہریر و نان کر کھڑے ہوئے اور تاتاری رسم کے بموجب اسی زبان میں کچھ متر چڑھ  
 عدا کے فوج کو ارستہ کر کے کمان سے ماہا تو لشکر جبار بارہ نہر ار شمار میں آیا  
 ناچہ شہر بانی پت کو دہانے اتھ پر رکھا شاہ قلی نو پچی اپنی رومی قواعد کام میں  
 یا یعنی چڑھ کر کے رسون سے توپوں کا زنجیرہ جمایا اور برون کے مور جو باندھ  
 ملائت کو چے اور خندقین کھود لیں۔ رات کو شبنون بھیجا۔ مگر حریف کی فوج چھ  
 س تک برابر پڑھی ہوئی تھی۔ جاتے جاتے صبح ہو گئی شبنون پورا نہ پڑا۔ دوسرے  
 دن صبح ہوتے خبردار نے خبر دی کہ دشمن نے اپنے درباری لشکر کو جنبش دی ہے  
 بر شیر بر کیطح انڈرائی لیکر بستر سے اٹھا۔ ہتھیار سجے اور فوج کو مرتب کر کے  
 سامنے کیا۔ تو بین تو جہان کھڑی تھیں وہاں سے ہل ہی نہ سکتی تھیں بڑھکے  
 لے مارنے شروع کر دئے اور ترکان تاتاری نے دایین بائین سے گر کر  
 وردیا۔ حریف کا لشکر جب آگے بڑھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چڑھا چلا  
 نا ہے مگر جب اسنے کوئی طرف دہتی نہ دیکھی تو تھم گیا۔ اور ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ گویا سوچتا ہے کہ بڑھون یا نہ بڑھون۔ ٹھرون یا ہٹ جاؤں۔  
 بابر نے دفعۃً حملہ کا حکم دیا۔ بارہ ہزار ترک خونخوار۔ اور سوار جرار اُس یامین  
 پھیلون کی طرح تیرنے لگے۔ اسطرح کی قیامت برپا ہوئی کہ جس سے نجات  
 کے لئے چالیس ہزار جان مارون کے ساتھ خود ابراہیم کو جان قربانی میں  
 دینی پڑی۔ سپاہی اُسکے بھاگتے پھرتے تھے۔ اور ترک تلواروں سے  
 مارتے پھرتے تھے۔ ایک سردار شمشیر بکف کسی کھڈر میں جا نکلا۔ دیکھا کہ کئی  
 کشتے اور زخمی کئے پڑے ہیں۔ مگر سب سردار اور منصبدار معلوم ہوتے ہیں۔  
 انہی میں تاجدار ہند بھی بے تاج بے کلاہ مرا پڑا تھا۔ خدا کی قدرت ہے۔ وہ  
 میدان جہین صبح تک ابراہیم کا نقارہ بجتا تھا جہی سر اور دی کھڑی تھے  
 نشان لہرتے تھے۔ بازار لگے تھے۔ دو پہر تک۔ ہو۔ کامیدان ہو گیا۔ اور زمین و آسمان سے  
 بابر بابر کی صدا آنی لگی جہون رستی اور سفندیاری کو دعویٰ تلوارین باندھیں تھیں  
 سب فنا ہو گئے۔ اور جو بچے بچیس بدل بدل کر نکل گئے۔ فحجاب فرمایا یوں ولی عہد کو مخ  
 ستر و نکو اگر روانہ کیا اور آپ دلی میں آیا۔ قدیمی عمارتوں کو دیکھا۔ درگاہوں کو  
 سلام کیا اور باد و فنار سے اتر کر آبی سواری میں بیٹھا۔ کہ دریا کی راہ آرام سے اگر  
 پہنچے۔ ابراہیم کے اہل و عیال مع خزانے کے وہیں تھے اور گوالیار کا راجہ قلعہ دار  
 تھا کہ سو برس سے پشت پشت راجہ چلا آتا تھا۔ مگر وہ رفیق پرست میدان جنگ  
 میں سر کے ساتھ رفاقت کا حق گروں سے اُتار چکا تھا چنانچہ ہمایوں بے تکلف  
 قلعہ میں داخل ہوا۔ ستارہ اقبال کا چڑھا ہوا تھا۔ اور دل شیر سے کئی میدان  
 بگے بڑھا ہوا تھا۔ فوراً دروازہ کا بند بست کر۔ فوج فہیلہ پہنچلا دی۔

ابراہیم کی ان دیرینہ سال بھی زندہ تھی۔ اُس نے جب ناکہ حریف کا بیٹا قلعہ میں آگیا تو ایک دم حیرت کا عالم رہا۔ آخر کچھ نہ بن آئی۔ شرم و جفا کے برقع کو بھار چادر سر پر ڈالی۔ اور حرم سراسے نکلی۔ آگے آگے دو خواجہ سرا پیچھے پیچھے چند یتیم بچے اور بیوہ لاوارتین۔ جگہ غم سے داغ داغ۔ اور زبانی ضبط سے چاک چاک۔ دلون میں آہیں مگر منہ سے دعائیں دیتی شاہنہرادے کے سامنے آئی اور کہا کہ اسی فرزند اقبال بلند۔ اس چلخ سحری کی دعائے اور باب فحمد کی سلامتی میں ان بیوون اور یتیموں کی جان بخشی کہ سعادت مند شاہنہرادہ انقلاب فلک کو دیکھ کر کانپ گیا اور دنیا کی بیوفائی آئینہ ہو گئی۔ بہت خاطر جمع کی اور اشارہ کیا کہ انہیں حرم سرا میں لیجاؤ۔ اُس سن سجدہ بی بی نے تھرتھراتا ہاتھ چادر سے نکال کر صندل کی ڈبیا میں ایک الماس گراہیا دیا اور کہا کہ جو چشم بکرا جیت کے وقت سے اس کو ہر شجر چرخ کے شہرہ نے عالم کو روشن کر رکھا تھا۔ علاؤ الدین کے عہد سے شاہان اسلام کے خزانہ میں آیا۔ بن بنشت تک پہنچے بھی امانت داری کی وہ آج ہی کے لئے تھی۔ اب بہہ تمہارا حق ہے غرض ہاں تو انہیں عزت حرمت سے بٹھا کر آپ خزانوں کی طرف متوجہ ہواؤ

ابراہیم کو روپیہ سمیٹنے کا بڑا شوق تھا اور اسی سبب فوج اور رعیت پریشان بے سامان ہتی تھی۔ چنانچہ خزانوں کو دیکھا تو بھرے پائے۔ سب کا بندوبست اسکے باپ کی خدمت میں آیا۔ سارا حال عرض کیا۔ اور الماس نذر و بکرا انعام میں لیا۔ دریا دل باؤ شاہوں کا قاعدہ ہے کہ زور تیغ سے لیتے ہیں اور ہیدر تیغ دیتے ہیں۔ باپ نے خزانوں میں سے کئی کئی لاکھ نقد اور انواع و اقسام کے

تھے ایک ایک پٹے اور ہر ایک سردار کو دئے۔ لشکر میں ترک۔ افغان  
 تھار۔ عرب۔ بلوچ فرقہ فرقہ کے لوگ تھے۔ سب کو نہال کر دیا۔ ہنجا اور  
 سمرقند میں اپنے خاندانی مشائخ کو عجب مغرب تھے۔ کابل کی  
 رعایا میں بچے بچے تک ایک ایک شاہزادی تھی۔ بعد اسکے وفاتوں پر  
 متوجہ ہوا اور ہندوستان کے ساتھ خاندان سلطنت کی آرائشیں کرنے لگا  
 ہندوستان کے حالات اور پیداوار اور وفاتوں کی تحقیقاتیں  
 شروع کیں۔ ہمارے تون کو دیکھا اور خود ایسے بلیغ لگائے اور مکانات اور  
 حمام بنائے کہ ہندوستانی اگر دیکھتے اور کہتے کہ اگر ہ بھی کابل قندھار  
 ہو گیا۔ یہاں کے لوگ سمجھتے تھے کہ حبشہ محمود اور تیمور آندھی کی طرح آئے  
 اور بگولے کی طرح چلے گئے اس طرح بابر بھی چلا جائیگا۔ جب اُسکا جلاؤ دیکھا  
 تو آدمی پور کارانا جس کے خاندان میں صد سال سے راج چلا آتا تھا اُسے  
 بہت سے ہندو مسلمان سرداروں کو سمیٹ کر لاکھ آدمی کا اجتماع کیا  
 کہ اُس ترک بچے کو مار کر نکال دو بابر نے رفیقوں کو بلا کر گفتگو شروع کی چنانچہ  
 پہلی تجویز یہ تھی کہ جو جو یہاں کے لوگ فوج میں شامل ہوئے ہیں انہیں اضلاع  
 میں بھیج دینا چاہئے تاکہ میدان میں عین وقت پر دغا کریں۔ بعد اسکے سرداروں  
 نے کہا کہ اپنی کمی اور غنیم کی زیادتی ظاہر ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ آپ  
 پنجاب میں جا کر حمایت الہی کے منتظر رہیں۔ جان نثار میدان گرم کریں۔ اگر  
 فتح بائی تو حضور دولت و اقبال کو رکاب میں لیکر تشریف لائیں اور اگر غم  
 آئے کہ صاحب سارخ مزار امیر توبہ کے بیٹے کے نام نہاڑی کہلاتا تھا۔ اور قندھار میں توبہ نہاڑی

شہادت سے سرخرو ہوئے تو پنجاب سے کابل تک کا ملک حصّہ کو مبارک رہے  
 آس بہت والے نے کہا کہ اسی میرے رفیقوں جو فتح تنے کی ہے اُسکی عالم  
 بین و صوم حج گئی ہے۔ مگر اس کت کو سنکر ملک ملک کے بادشاہ بھی کہیں گے  
 کہ انبار اٹک لیکر بہ خزانے اور جواہرات مارے۔ اور جب بلوار مارنے  
 کا وقت آیا تو سرداروں کو اُسکے رکھکھ آپ سرک گیا۔ تیمور و چنگیز کے نام پر  
 داغ لگانے سے مر جانا ہزار ورجہ بہتر ہے۔ خیر اب جو تہارا حال سو میرا  
 حال۔ یہ سنکر تمام سرداروں نے دعا دی اور فوج مع تو پخانہ کے روانہ ہوئی  
 فتح پور سیکری کے پاس یہ پرچا لگا کہ دشمن بھی بڑھا چلا آتا ہے اور ہراول  
 کی فوجوں کی ٹکر ہو گئی۔ بادشاہ یہ خبر سننے ہی خود باگین اٹھایا چاہتا تھا  
 جو خبر آئی کہ میدان اپنے اتھرا۔ غرض جس ٹھنگ سے ابراہیم کی لڑائی  
 میں لشکر اُتر اٹھا اس طرح بہان اُتارا اگر تمام کوجب فوج کی موجودات لی تو  
 معلوم ہوا کہ سپاہ کے دل بچھے ہوئے ہیں۔ اُسی وقت سرداروں کو بد انہیں  
 بلایا اور ایک برتاؤ تقریر سطح ادا کی کہ اسی غریب الوطن بادشاہ کے رفیقو تم دیکھتی ہو  
 کہ ہم کون ہیں اور کہاں کھڑے ہیں۔ برسوں محنت کی۔ بدتون مصیبت سہی۔ اپنی  
 جان خطر و نین ڈالی۔ پیارے رفیقوں کی جانیں دیں۔ تب نامور دشمنوں کو زیر کیا  
 اور وہ ملک تنے لیا کہ روئے زمین کے سلاطین اُسکی آرزو کرتے ہیں۔ بہادر  
 دیکھتا ہوں کہ تمہارے دل کھٹے جاتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ جمعیت کے گھٹنے کا مضامین  
 نہیں کر لوں گا گھٹنا غصہ ہے۔ خدا نکرے کہ ذرا بھی ہوا پٹے۔ پھر زمین و آسمان میں  
 ٹھکانا نہیں دیکھو نیوری تمہارے بہانے پہنچا پاوہ تمہارے ہاتھ میں ہے



پھر خط کس بات میں ہے مان وہ بات نہ ہو کہ یو فانی سے روس باہمی کے دفتر میں  
 نام لکھا جائے اور ہڈیاں سب کی یہاں خاک ہوں۔ ویکھو آخر مرنا۔ اول مرنا۔ پھر  
 مرنے سے کیا ڈرنا۔ مگر تلوار مار کر مرنہاں زندگی سے بہتر ہے جیسا ابھی لوگوں کا  
 ہے جو آفکے نمک اور بازوؤں کے زور پر لڑے اور مردوں کے دفتر میں  
 نام لکھوا کر خدا کے سامنے سرخو گئے۔ اب یہ تو ان شریف تہا رہو سامنے  
 ہے تم جانو اور یہ جانے۔ تو ان کو دیکھتے ہی سب سر جھکا دئے۔ چہرہ  
 سنخ ہو گئے۔ اور بہتوں کے آنسو نکل پڑے۔ دوڑ دوڑ کر اُسپر سر رکھ دئی  
 اور اتھ رکھ رکھ کھلکھل کہا کہ جب تک دم میں دم ہے جو بادشاہ سے پھرے خدا  
 اور کلام خدا سے پھرے۔ غرض سب کے دل قوی ہو گئے اور مہنسی خوشی اپنے  
 اپنے خیموں میں آگئے۔ نیا کنتہ بہ نکالا کہ شراب الگوری خاص کابل سے نکالی  
 تھی وہ دوون پہلے پہنچی تھی بلکہ تہا یون کو شراب سے نفرت تھی اُسے بڑی  
 منتون سے پلائی تھی۔ اس موقع پر فتح کی ننت مان کر توبہ کی اور تمام سونے  
 چاندی کے باسن تڑوا کر نام خدا دیدئے چند ترکے تہو توبہ کے مضمون میں لکھا  
 اور اگرہ میں بجای شراب خانے کے تعمیر مسجد کا حکم بھیج دیا۔ ساتھ ہی سلطان  
 کے کل محصول معاف کر کے تمام گناہوں سے۔ یہاں تک کہ ڈاڑھی منڈانی سے  
 بھی توبہ کی۔ مگر شیطان نے ایک ٹوشہ جھوڑا یعنی وطن سے کوئی نخوت زدہ  
 نجومی پہنچا۔ اُسنے تمام لشکر میں ہل چل ڈال دی کہ اس لڑائی میں ہار نہی ہوگی  
 لوگ تو بہت کھراٹو کر بادشاہ نے کچھ پروا نہ کی۔ اور صبح دم ابھی مشرق سے علم  
 آفتاب بلند ہوا تھا کہ اُسنے جبریا علم کا سیدان میں کھول دیا۔

نہایت بہت ہوئی۔ سامنا سامنے قائم رہا اور ترک غول کے غول جدا ہو کر  
 ہاروان طرف سے گرنے لگے۔ غنیم نے بھی مردانگی کی داد دی مگر وہ پہلے  
 سے کاٹا ہوا ہے۔ بابر نے وقعتِ نقارہ فح کا بجا کر ایسا حمل کیا کہ  
 سب کے قدم اکٹھے ہو گئے۔ دوسرے ایک گھوڑے کو کھینچا گیا۔ شام کو پھر سے اور غنیم  
 کے خیمہ گاہ اور لشکر کے بازاروں کو دیکھتے ہوئے رات کو اپنے ڈیرہ نہیں  
 پہنچے۔ ہوا خراہ آتے تھے اور مبارکبادیں دیتے تھے۔ آغا نجومی بھی شہر  
 موت آئے بابر نے بہت سی گالیوں دیں مگر چونکہ کھنڈر قدیمی تھا اس لئے لاکھ  
 منگہ دیکر حکم دیا کہ ابھی لشکر سے نکل جائے۔ وہاں ایک مینار یادگار بنایا اور فتح  
 کا نقارہ بجاتا۔ اقبال کا نشان اڑاتا گویا زمین آیا۔ پھر کا تا بھی افسرین  
 تمش کی مسجد دیکھی۔ اور اس فتح سے فرمانوں میں بادشاہ غازی تحسین کو لگا  
 بر بادشاہ جیسا فراموش کا رنگین تھا ویسا ہی دل کا سخت اور طبیعت کا مصیبت  
 سند تھا۔ کئی دفعہ کاپی سے گھوڑا اڑایا اور ایک سو ساٹھ میل زمین طو کر کے  
 دوسرے دن اگرہ میں دم لیا۔ کشتیاں موجود ہوتیں اور گنگا جیسے دریا بہرے  
 تازنگی تلوار اتھ میں لیکر کوہ پربت پر کھڑا ہوا اور حریف پر دھاوا باریا  
 کو کوچ کے دن نزدیک آئے اور بیمار ہو کر طبیعت بے اعتدال ہوئی اتفاق  
 یہ کہ انہی دنوں میں ہمایوں بھی سخت بیمار ہوا۔ حکیم طبیب نے اپنی اپنی حکمت  
 علاج کی مگر کسی سے کچھ ہوا۔ آخر شایخون اور برہنگون کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے  
 روض کی کہ جو چیز حضور کی نظر میں نہایت گران بہا ہو وہ نور چشم بنتا رکھے  
 اسکی آبی بلائے۔ بابر سمجھ گیا کہ یہ ابراہیم لودھی دے لے الماس کا اشارہ

ہنسکر کہا کہ تجھ کیا مال ہے۔ تخت جگر پر مین اپنا گویا ہر جان بان کرونگا۔ یہ کہہ کر  
 اٹھا۔ تین بار گرو بھرا اور کہا کہ الہی سکی بلا سینے اپنی جلن چلی۔ لے لی۔  
 لے لی۔ بعد اسکے سجدہ کیا اور دیر تک رو رو کر دعا مانگتا رہا۔ خدا کی قدرت  
 کہ اسی وقت سے اسکا مرض کھٹنے لگا اور اسکا بڑھنے لگا۔ بیٹے سے کہا کہ  
 تخت تمہیں مبارک ہو۔ ہمارے لئے حکم دو کہ تختہ تابوت تیار کریں آخر بیٹا  
 بستر بیماری سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے بستر عدم مین آرام کیا۔ مانچ ہوئی  
 کہ عہد ہایوں بود وراثت ملک کو دلاش کابل مین بھیجی گئی چنانچہ جہانگیر نے  
 اسپر ایسا عالیشان مقبرہ بنوایا کہ اب بھی سیاح لوگ اسے دنیا کی بے نظیر  
 عمارتوں مین شمار کرتے ہیں و

اس وقت تک امیر تیمور کی اولاد مین جو بادشاہ ہوئے۔ امیر کی عایت سر  
 امیرزا کہلاتے تھے باہر نے ہندوستان مار کر اپنے نام پر امیر المومنین کا تاج  
 رکھا اور شاہی کا تمغا لگایا و

## نصیر الدین ہمایون

جب ہمایون کے سر پر ہامی سلطنت سایہ ڈالا تو جشن شانہ سے جہان کو روشن  
 کیا اور اتنے خوان اور شتیان بھر بھر کر انعام دئے کہ تخت نشینی کی مانچ کشتی نہ  
 ہو گئی ہمایون اور قابلیت کے ساتھ دل کا رجم اور ہاتھ کا سخی ایسا تھا  
 کہ بیان سے باہر ہے۔ جو جو ملک ہمایون نے مانگے اٹھنے ہنسی خوشی دئے  
 خطا بخشی کا بہ عالم تھا کہ اپنے نو درکنار دشمن بھی جب گنت و خون دے دلی

ہوس نکا کر عذر کرتے تو معاف ہی کر دیتا چند روز کے بعد ملک گیری کو اٹھا  
دکن کی مہون میں فسح کے نشان اڑتا پھرتا تھا جو پرچہ لگا کہ فرید افغان  
شیر خان ہنکرنگا کہ کیطاف حملے کر رہا ہے۔ چنانچہ خود فوج لیکر ادھر آیا اور شیر  
کے پنجے سے اپنے نسا چھڑانے لگا۔ مگر اسکا کی سرسبری اور برسات  
کی بہار سے آرام طلبی ایسی غالب ہوئی کہ گور کا نام جنت آباد رکھ کر خود عیش و  
عشرت میں مبت ہو بیٹھا۔ لشکر کچھ تو سفر کے مارے ٹوٹ گیا تھا یہاں ہنگالہ  
کی برسات اور ہوا کے بگاڑ نے انسان حیوان سب کو گرا دیا۔ چاروں طرف  
نالے دریا چڑھ کر خبریں بھی بند ہو گئیں اور جا بجا فساد ہونے لگے ادھر ایک  
بھائی اگرہین آیا اور ایک ادھر کو بڑھا۔ شیر خان اور بھی شیر ہو گیا۔ او  
اسنے بھی ادھر کا رخ کیا۔ بادشاہ کو یا تو خبر تھی۔ ہوئی تو سب باتوں کی ایک  
دفعہ ہی خبر ہوئی۔ فوج کو دیکھا تو شکستہ حال بلکہ شکستہ دل پایا چنانچہ برات کے بعد رستہ  
کھلتے ہی فوج کے بہادر بھاگنے لگے۔ اسنے بھائیوں کو لکھا کہ جو ملک ہاپنے  
بڑی بڑی جانیں کھپا کر لیا تھا۔ آپس کے جھگڑوں میں مفت ہاتھ سے جاتا ہی  
شیر خان بری بلا ہے۔ پہلے سب ملکر اسکا فیصلہ کر لو۔ پھر تمہاری خوشی سے  
مجھے کیطح انکار نہیں و

کو تہ اندیش بھائیوں نے شفیق بھائی کی کچھ سنی۔ ناچار گھر کی خبر لیہنی جواب  
بھجھ کر پہلے اگرہ کو چلا۔ رستہ میں دیکھے تو ایک ایک نالہ دریا۔ اور ہر دریا  
سمندر مہور ہے۔ اتھی اور اونٹوں کو بار برداری تو درکنار۔ اپنی ہان  
کا اٹھانا بھی بال ہو گیا غرض مع لشکر سفر کے دریا میں تیرنا چلا آتا تھا

کہ شیرخان کو خبر لگی وہ سنتے ہی شبیر کی طرح جھپٹا اور ہنگ کی طرح ندی نالوں سے اُترا۔ فوج اُسکی جودنات بلغاروں پر چڑھی ہوئی تھی اس طرح باگین اٹھا کر اُسی کہ جاپون کو رسنہ ہی بن آن لیا۔ امیرون نے بادشاہ کو صلح دی کہ لفظ برابر دو منزلہ اور سہ منزلہ کرنا ہوا آیا ہے آج ہی اسپر جا پڑیں تو بہتر ہے مگر بادشاہ کے خیال میں نہ آیا۔ شیرخان نے راتوں رات کھائیاں اور مورچے تیار کئے۔ دوسری دن جو اُسے دیکھا تو قلعہ میں بیٹھا پایا۔ ناچار یہ صلح ٹھہری کہ اوہر کشتیان جمع کرتے رہیں۔ اور لڑائی کو ٹالتے رہیں۔ جب موقع پائیں تو بارانہ جالین۔ شیرخان بھی کچھ فوج اور کچھ سامان کے انتظار میں تھا وہ غنیمت سمجھا اور اس عرصہ میں دو مہینے گزار دئے۔ بعد اسکے یہ پہنچ کھلا کہ ایک دن خیمہ ڈیرون سے لشکر کا چہرہ درست رکھا اور خود ایک فوج جڑا رہے۔ پانچ سات کوس کا چکر دے بادشاہ کے پیچھے آ پڑا۔ اور اپنی پیر کو نامہ دیکر یہ پیغام بھیجا کہ اگر حضور بنگالہ کا ملک مجھے دین تو اُسکے کی طمع کمزور اور سگہ خطبہ حضور کا قائم رکھوں۔ بادشاہ اس وقت میں ہی غنیمت سمجھا اور قرآن پر مہربن ہو کر عہد و پیمان ہو گئے۔ لیکن آج تو قساقسی کر کے خاطر جمع کی دوسری دن قرآن کو مع عہد و پیمان طاق پر رکھ۔ فوج کے تین حصے کئے۔ عین صبح کا وقت تھا جو تلوارین کھینچ اس طرح آن پڑا کہ بادشاہ اور سارا لشکر حیران رہ گیا۔ اس وقت سوائی گریز کے کوئی رستہ نظر نہ آیا۔ اور جدھر جکا نہہ اٹھا اُدھر بھاگا۔ لاکھوں کا بڑی دِل تھا مارے گئے کیجڑ میں بھسکر رہ گئی۔ جوان بلاؤن سے بچے وہ انھیں بند کر کے بانی بن کو دھک

بادشاہ نے بھی دریا میں گھوڑا ڈالا۔ ستارہ ایسا ڈوبا تھا کہ بیچ مانجھدکھا  
 میں جا کر گھوڑا بھی غوطے کھانے لگا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ لشکر کا ایک سقہ  
 اپنی مشک پر تیرتا چلا جاتا ہے۔ اتھہ اٹھا کر آواز دی کہ اسی آبجیات کے  
 فرشتے لینا کہ وقت لینے کا ہے اور مانگ کیا مانگتا ہے؟ اُس نے کہا کہ  
 دوپہر کی بادشاہت غرض بیٹھہ پر ڈال اتھہ پاؤں مار۔ کنارہ پر پہنچا  
 دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے اگرہ پہنچ کر وعدہ وفا کیا۔ اُس نے بھی دوپہر کی بادشاہت  
 میں تمام بھائی بندوں کو نہال کر لیا۔ اور اپنا سیکہ بیٹھایا کہ مشکین کتروا کر  
 جام کے دام چلائے شیر خان نے یہ بڑی انسانیت کی کہ بادشاہ بیگم اس کو کیر  
 میں بن رہ گئی تھی۔ اس نے نہایت سربردہ سے رکھا اور بڑی غوث و حرمت سے  
 ہمایون کے پاس بھجوا دیا۔ غرض ہمایون نے خلوت میں تمام سرداروں کو جمع  
 کیا۔ اور بھائیوں کو بلا کر آپس کے فساد کا انجام اور اس مقدمہ کا شب و  
 نواز سمجھایا۔ انہیں شیر خان نے یہ بھلا دیا ہوا تھا کہ اگر تم اس معاملہ میں  
 الگ ہو تو بعد فتح کے پنجاب کا ملک تمہیں دید و لگا یہ سمجھے کہ ہمایون کے  
 آگے ہمارا چلنے جانا محال ہے اور یہہ کا سا نکل جائے تو شیر خان کچھ مال نہیں چھوڑے گا  
 کی طرح جھاڑیوں میں جھکا جھگا کر مار لینگے۔ چنانچہ بھائی سے جیلے حوالہ کر کے  
 پنجاب کی طرف پہلو بچا آئے۔ تیسو نے چھ مہینے کے بعد انکڑا سئی لی اور پچا  
 ہزار کی جمعیت سے ادھر بڑھا۔ بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج سے پھر نشان  
 اٹھا کر چلا۔ ادھر سے شیر خان کا بیٹا ہراول آتا تھا۔ انکے ہراول نے اُس  
 جاتے ہی شکا کرنا اور سارا لشکر مچھلیوں کی طرح پیرنگا ہارا کر گیا۔ مگر جب

دونوں فوج کا مقابلہ ہوا۔ تو مہینا بھر تک آمنے سامنے پڑی رہے۔ اور ٹرامی کے  
 طول نے بادشاہی لشکر کو ایسا دل تنگ کیا کہ لوگ پھر چپکے چپکے سر کرنے لگے  
 اوپر سے برسات آئی اس نے سب کو اگلا برس یاد دلایا۔

ایک دن سرشام آسمان کے میدان پر جنگ کا سامان ہوا۔ پنجہ خورشید کے  
 نیچے پھر برافتنق کا لہرانے لگا۔ پھر بادل رنگارنگ کی وردیاں پہن کر آفری  
 شمع ہوئے۔ رعد کے کڑکیت ابھی کڑکا اپنا نہ کہہ چکے تھے جو رات بھی  
 اپنا اندھیرا لشکر لیکر نمودار ہوئی عالم و صوان دھار ہو گیا۔ برق مہتاب  
 اڑانے لگی۔ اور تو بہن گر جکر اولون کا گراب پڑنے لگا۔ رات بھر ہی عالم  
 رہا۔ گر صبح ہوتے مشرق کی طرف سے ایک قدرتی گولہ ایسا چلا کہ جس نے سب  
 کے دھوئیں اڑا دیئے اور عالم بین پھر امن کی روشنی ہوئی۔ چونکہ جہان  
 بہہ اتر چکے وہ جگہ شبیب بین تھی۔ تمام مضمون بین بانی بھر گیا ناچار جگہ  
 بدلنے کا ارادہ کیا۔ غرض یہ تو اپنے اپنے پہاڑ کے سنبھالنے میں  
 لگے ہوئے تھے اور عین صبح کا وقت تھا جو شیرخان تمام فوج کو لیکر دفعۃً  
 آن پڑا سب کے ہاتھ پاؤں بھول گئے اور بے نواشا بھاگے۔ افغان تلواریں  
 کھینچ کھینچ کر دوڑی۔ ہل نوکرتیوں پر سوار ہو گئے۔ اور جو طوفان زدہ موت  
 کے دریا میں غوطے کھا رہے تھے بلا کی طرح ان کے پیچھے پڑ گئے۔ نیری۔ برچی  
 تیر تفتنگ سے شکار کرتے تھے اور تلوار کے گھاٹ سے تک عدم میں اتار  
 دیتے تھے۔ جو انمرد بادشاہ نے چاہا کہ آج اسی میدان میں جان دوڑی۔  
 کہ خدا کو ابھی اس سے اور اس کی اولاد سے شری شری کام لینے تھے۔ اتفاقاً

گھوڑا تیرکھا کر بھاگا۔ دریا کے کنارے پر ایک خواجہ سرفیل سوار کھڑا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی ہاتھی بٹھا دیا۔ اور سوار کر کے دریا کی طرف لیچلا۔ فیدبان سے کہا کہ ہاتھی دریا میں ڈال۔ اُس نکلوان کی بت بگڑی ہوئی تھی جیلے حوالوں میں وقت ٹالنے لگا۔ خواجہ سرفیل بٹھا کر بہت مردانہ من کسر نہ تھی۔ اُسی وقت ملو گھسیٹ فیدبان کو دو ٹکڑے کر کے گرایا اور آپ آگے بیٹھتا تھا تو دریا میں ہول دیا۔ گنگا سا دریا۔ برسات کا موسم۔ اور ہاتھی انجانوں کے نیچے۔ غرض کہ ڈوبتی اچھلتے کنارہ پر پہنچے۔ مگر ایسی جگہ پر جا کر نکلے کہ وہاں سے کڑا بہت اونچا تھا۔ اتفاقاً ایک سردار اور دو سپاہی پہلے پار پہنچے تھے۔ وہ دیکھتے ہی دوڑے۔ سر کی بگڑیاں اور مکر کی بگڑیاں کھول کر سا بٹا ہوا شاہ کو کھینچ کر نکالا اور پھر اگرہ میں آئے و

اس فتح سے شیرخان شیر شاہ بن گیا۔ اور اگرہ کا رخ کیا۔ ہمایون بہت کھربا ناچار پنجاب میں آیا کہ ہمایون سے کچھ صورت بنے۔ مگر بھائی حضرت یوسف کے بھائی نکلے۔ اور جب نما کہ شیرخان یہاں بھی آیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو کابل قندھار پر قیامت کرتے ہیں۔ تمہیں اپنا اختیار ہے۔ ہمایون حیران رہ گیا۔ ناچار سندھ کا رستہ لیا۔ اور وہاں کے سرداروں سے مدد مانگی۔ مگر نہ اُس ریگستان کی مٹی میں کچھ سکت تھی نہ اس میں کچھ نظر آتا تھا جس امید پر وہی فاقہ کرے۔ بعض نے مدد کی بعضوں سے لڑائی بھڑائی بھی ہوئی۔ آخر اُس ویرانے میں جب کھانے پینے کا بھی ٹھکانا نہ دیکھا اور جو وہ پورا اُسے کی خیمہ خمر برین پہنچیں تو ارادہ کیا کہ ملتان بیکانیر کے ویران ویران سے نہ فائدہ



جو وہ سپور پہنچے اور عین ہندوستان کے بچوں بچ نہرنگا لے جہاںچہ اسی ارادہ پر روانہ ہوا۔ مگر اس تباہی کی تکلیفیں حد بیان سے باہر ہیں۔ ریگستان کی راہ اونٹ کے سوا کھوڑی کا گزارہ نہیں۔ رستے گم دن کو آگ برسے۔ رات کو کوچ کرنا پڑی۔ ستاروں کے حساب پر رستہ چلے۔ کوسوں پانی کا پتا نہیں۔ غرض جب جیسلمیر پہنچا تو راجہ نے دیکھا کہ ایک ترک بے سرو سامان چلا جاتا ہے فوج دوڑادی۔ بہ بھی جانوں سے نا امید تھے۔ لڑ بھڑ کر انسے جھجھا جھڑایا۔ جب جو وہ سپور دس کوس ہوا تو آپ ٹھہر گئے۔ اور ایک آدمی خفیہ خبر لینے کو بھیجا وہاں ایک با وفا کہ پہلے ہمایوں کا کتاب دار تھا۔ اب راجہ کا نوکر تھا۔ یہ شخص اس سے جا کر بلا معلوم ہوا کہ پہلے بیشک راجہ فاقہ بر تھا۔ مگر ایک نوٹک توں کے حال مفصل سنئے۔ دو سر شیر شاہ کے وکیل پہنچے۔ اب اسکا قطعی ارادہ ہے کہ اگر ہمایوں ہاتھ آئی تو شیر شاہ کے حوالہ کر کے سرخرو ہووے اور

یہاں بے سرو سامان خدا کی اس جنگل میں پڑی تھے جو رات کے وقت یہ خبر آئی سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انہی کٹھن منزلوں کو پھر دہرا نا پڑا۔ بلا کے جنگل میں قدم قدم پر نئی منزل۔ اور ایک ایک بات نئی مہم تھی۔ حاملہ بی بی ساتھ تھی جسکی سوری بن ایک نوکر کا گھوڑا تھا وہ بھی اس محکوم نے مانگا۔ ہر چند بادشاہ نے کہا کہ بھائی وقت کو دیکھئے اور بات کو سمجھئے مگر جب اسنے زبردستی انا دیا تو ناچار اپنے گھوڑی پر بی بی کو سوار کیا اور آپ پیادہ ہو گیا۔ ایک اوزیر دار سے گھوڑا مانگا۔ کیا ہر موقع تھا کہ اس کو رنک نے بھی انھیں چھو لین۔ اور گھوڑا ہاتھ آیا تو قسمت سے مر گیا۔ آخر ایک اونٹ ملا اسی کو غنیمت سمجھ کر سوار ہو گیا۔ اسی الم میں اپنے کو کہہ کر دیکھا کہ وہ



مصیبت کی لکھنویت کی تصویر بھر گئی۔ اور ایک دوسیر کا منہ دیکھنے لگا۔ تلوار چوٹا نہیں  
 گھوڑا مار کر الگ ہوئی اور پھل کر انہیں گھیر لیا۔ جس نے سامنا کیا وہ توجان سے گیا  
 باقی جنگل میں تشریف ہو گئی۔ اور جس جو ہر پر انکی زندگی کی آس تھی اُس انہوں نے  
 قبضہ میں کیا۔ جب بہنوں کو مار کر جی ٹھنڈا کیا۔ تو راجہ کا بیٹا سفید جھنڈا لیکر چلا  
 دیتا ہوا آیا اور کہا کہ تم لوگ چاروی علاقہ میں بے اجازت کیوں آئے اور دھرم کی  
 راج میں گام کیوں فوج کی۔ انہوں نے کہا کہ ہٹ ظالم ہے۔ جب کھانے کو نہ ملے تو کیا  
 کرین بیکیوں کی حالت ابھی رہی تھی کہ دشمن کو بھی سویرم کے کچھ بن آئی اور جانے کی  
 اجازت دی۔ مگر قدرتی دشمن کو کون ہال سکے۔ گری نزلوں کی بلائیں سامنے تھیں  
 اور قسمت کی گردش پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ آخر مرے دکھ بھرتے چلو۔ جب فدیہ  
 تک حلال اور جانی رفیق تڑپھ تڑپھ کر اٹھو تو سامنے مر لہو نوشاہہ سپاہ سیتا دیو کے  
 ساتھ اکوٹ میں داخل ہوا۔ راجہ وہ نکا اس عالم میں بھی اسی عالی مہتی سے پیش آیا کہ جو  
 خاندانی لجاؤن کو باوشا ہون کے ساتھ چاہئے۔ چنانچہ بہانہ بٹھیکر بھی چاروں طرف  
 ہاتھ پاؤں ہلائے۔ مگر قسمت باور نہ تھی۔ قدم نہ چمے۔ آخر جب کہیں ٹھکانا نہ ملا تو خدا کا  
 گھر پاؤ آیا۔ حج کا ارادہ کیا اور سب فقیوں کو لیکر قندھار کے سیتہ پر چلاؤ

ایک نائن کوہ میں منزل کئے پڑے تھے جو ایک سوار گھوڑا ماروی بیرم خان کو پوچھنا  
 آیا۔ سیدھا اسکے خیمہ میں چلا گیا اور کہا کہ قندھار میں عسکر سی فرزا باوشاہ کے بھائی کو  
 انکو اس حال میں بہانہ کرنے کی خبر چاہی۔ چنانچہ انہوں نے تحقیق کے لیے ایک آدمی بھیجا  
 چاہا۔ چونکہ بیرے دلی عقبت کی انہیں خبر تھی اسلئے بکھلف مجھ سے کہا میں تو نصیبت  
 سمجھا اور انہی کو خاص کر گھوڑا لیکر روانہ ہوا کہ حلیہ چون اور خضو کر حق نمائے اور ہون

بیرم خان اسی وقت بادشاہ کے پاس فوڑا گیا۔ وہ مسکرت ہت گھبرایا اور کچھ سوچ کر نیاری کا حکم دیا جو رفیق ہمراہی میں تجویز ہوئے تھے انہیں گھوڑی بھی پوری نہ تھے۔ غرض سستے کی تکلیف اور گرمی کے سبب اکبر کو تو وہیں چھوڑا۔ آپ بی بی کو ساتھ لیکر ترکستان کا ارادہ کیا بیرم خان نے اگر بھر عرض کی کہ وطن سے اکبر والد نے کہا یا جو آپ ہائینے خدا پر توکل کریں اور ایران کو چلے کہ وہاں کے لوگ جہاں نوازیں۔ دیکھئے شاہ صفی صوفی نے امیر تمور کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اُسکی اولاد فی حضور کے والد کی ساتھ دو دفعہ رفاقت کی۔ بہ بات ہایوں کی بھی سمجھ میں آگئی۔ سب کو جہاں چھوڑا اور اُس طرف واپس ہوا۔ ان بانیس آدمیوں کو لیں ایسا بھی نہ تھا جس نے پہلے وہ رستہ دیکھا ہو بد رتہ کا تو کیا اور خدا کی تھوڑا دھرا نکلیا جہاں سے نکلنا کہ عسکری مزار بھی آن پہنچا۔ روائگی کی خبر سنکر ولایتی بہت افسوس کیا مگر ظاہر میں کہا کہ میں تو بھائی کے آنے کی خبر سنکر استقبال کو آیا ہوں۔ خراجچی کو بلا کر کہا کہ خزانہ لاؤ مگر اسکا خزانہ جام کا خزانہ ہو رہا تھا۔ خیر۔ جھوکوں کے پیٹ کا تھا اسکا خوب خیمارہ کہینچا۔ اکبر کو لا کر چچا کی گود میں دیا۔ اُس نے ظاہر میں بھتیجے کو بہت پیار کیا اور سب کو لیکر فدا ہوا چلا گیا۔

ادھر جب ہایوں جہاں سے نکلا تو خدا نے ایک بلوچ اپنی قدرت سے بھیج دیا کہ راہبر ہوا اور پہلے بسا مان قافلہ بکافا قافلہ سالار ہایوں بادشاہ تھا سبستان میں پہنچا۔ وہاں محل شاہ ایران کا تھا۔ شاہ کی طرف سے پہلے ہی قدم قدم رستے کے لئے مفصل حکم پہنچ گئے تھے۔ حاکم کو مع نوج سرحد پر حاضر پایا۔ چنانچہ جہاں جہاں ہایوں پہنچا۔ حاکم شہر پایادہ سرحد پر آنا اور نذر بکر رکاب بکر ساتھ ہولیتا۔ جو کچھ بوجھنا اسکا

۱۔ ان ملکوں کے پھاڑ اور چٹکان میں میرزا قلعہ کے ساتھ ہیں اصل سکنا ایک شخص اجرت پر ساتھ لے لیتے ہیں کہ جو رستہ بھی جائز ہے اور ہر طرح کے خطر کا ذمہ دار ہو اسے دیر نہ کہتے ہیں ۱۱

جوابے تیا۔ جتنی دور حکم تھا اتنی دور پہاؤہ چکر۔ سوار ہو جاتا اور مع لشکر پیچھے پیچھے  
 روانہ ہوتا۔ جو باغ یا محل آترنے کے لئے ہوتا اسکی آرایش کی کیا تعریف ہو۔ کوسوں  
 محل اور زربفت کے فرش پا انداز ہوتے تھے جب وہاں پہنچتے تو جشن شادمانہ  
 دربار ہوتا اور سب نذیرین بیٹے۔ غرض جس حاکم کو دیکھا۔ بندہ فرمانبردار تھا۔ اور  
 جہان پہنچا گویا اپنا ہی گھر بار تھا۔ سطح برابر ضیافتیں اور مہمانیان ہوتی چلی  
 آئین پریم خان کہ رزم بین مہم اور نرم بین آرسطو بن جاتا تھا نامہ لیکر گیا اور جو اب  
 نہایت باصواب لایا۔ غرض وہ شہر یا بیک شہر شہر کی سیر کرتا مشہور مشہور تھا مگر  
 دیکھتا چلا جاتا تھا جب دار الخلافہ پر پہنچا تو دونوں بادشاہوں میں عجب لطف سے  
 ملاقات ہوئی۔ جہان خورشید کلاہ ایران مہربان اور امیر سمیر کا پوتا مہند سوتا  
 کا بادشاہ مہمان ہو اس مہانداری کی مہم کام کیا بیان ہو مگر حق یہ ہے کہ دارا  
 ایران نے مہانداری کا حق اس خوبصورتی سے ادا کیا کہ آج تک تاریخوں کو صفحے  
 اسکی خوبیاں سے آراستہ ہیں نام ملک میں حکم دیدہ پاک شکست کا لفظ زبانہ آئے  
 تاکہ میرے ہاتھ کا دل شکستہ نہ ہو۔ ایک دن شاہ ایران نے ابوان شاہی میں  
 ہایون کی ضیافت کی جب ستر خوان اٹھا تو ارباب نشاط اپنے اپنی کمال دکھائی کو حاضر  
 ہوئے چنانچہ ایک نے بہ غزل گانی شروع کی ہے ہایون منزلی کان خانہ را ماہر  
 چنین شد و مبارک کشور و کان عرصہ را شاہی چنین باشد خوشاہ اور تمام  
 اہل دربار سنکر اچھل پڑی۔ مگر دوسرا شعرا نے بہ گایا کہ زرنج و حبت گیتی  
 مشو خندان مرغبان دل و کہ آئین جہان گاہی چنان گاہی چنین باشد و سپہ نگار

ہایون کے نام کی رعایت ہو اس میں یہ شعر کہا تھا ہے ہائیو اچھل ستر نام تھا۔ اور تانگہ دی برہنہ نام افندو

ہایون کے دلبر ایسی چوٹ لگی کہ آنسو بھرا کئے۔ شاہ کو بھی سبات کا بہت رنج ہوا۔ فوراً اُس کو ایسے کو اٹھا دیا۔ اور دوسری چوکی چھڑ گئی و۔۔۔۔۔ ایک دن دونوں شاہ برابر بیٹھے تھے مگر ہایون کا زانو سند سے نیچر تھا۔ بیرم خان کو تاب نہ آئی اسی وقت کمر سے چھری نکال اپنا زین بٹکا کاٹا اور آقا کے زانو کے نیچے بچھا دیا یہ تک کا جو شاہ کو بھی بہت بھایا اور ہایون سے فرمایا کہ ایسے جان نثار تہا رہو ساتھ تھے پھر کیا ہوا کہ یہاں تک نوبت پہنچی۔ اُسے جواب دیا کہ انکی لای بر عمل کیا۔ او بھائی جو قوت بازو ہوتے ہیں وہ درپے خرابی ہو گئے شاہ نے کہا کہ اسکا کے کو کون بھئی قوت نہ کی؟ ہایون بولا کہ وہ قوم غیر مذہب خیر جنس ہے۔ اُسے ہم کو کونکا اتفاق ممکن نہیں۔ شاہ نے کہا کہ جب بادشاہ غیر قوم میں داخل ہو تو واجب ہے کہ اُسے اتحاد اور یگانگی پیدا کرے۔ ابکی دفعہ تم بھی سبات کا لیا ضرور رکھنا۔ تھوڑی دیر میں یہی خواجہ بچھا۔ سام مرزا اسکا بھائی کمر بستہ کھڑا تھا۔ اُسی وقت سلا بھی آقا بہ سانسے لایا اور ہاتھ دھو لگا۔ چنانچہ شاہ نے اشارہ کیا کہ دیکھو بھائیوں کو اسطرح رکھو ہیں۔ ہمانو کی تفسیح طبع کے لئے کئی دفعہ شکار کر کے بھی کیا اور انہیں پہلے اپنے ساتھ ہایون کو شکار کھلوا یا۔ پھر بیرم خان کو پھر اپنے بھائی سام مرزا کو اجازت دی۔ پھر حکم عام ہو گیا۔ غرض کئی برس کے بعد جب مہمان خود مہمانیاں کھاتے کھاتے تھک گئے تو شاہ نے بڑی شان و شوکت سے خدمت کر

۱۵ صوت اُسکی یہہ ہوتی ہے کہ دامن کوہ میں پندرہ بیٹوں کو س کا ایک بچل جال اور جھاڑیوں سے گھیرتے ہیں پچاس چاس آٹھ ساٹھ کو س کے گرد سے وحشی جانور گھیر کر اس میں لے جاتے ہیں اور گرد گرد گاہوں کو شکاری کو درنگ کر بیٹھ جاتے ہیں جہیں بلند بلند مقام شاہ اور خاص خاص شاہزادو کو لئے بناتے ہیں۔ بعد اسکے و شاہ اور شاہزادو اور امیران و دربار اس شکار اور بہت سے شکاری کتے لیکر و ان پہنچتے ہیں۔ پہلا کار بادشاہ مارنا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ شاہزادو اور امرا پہنچتے ہیں۔ پھر حکم عام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہایون کی خاطر سے کئی سو کے ایسے ہوئے ۱۶

بارہ ہزار تو لباش کاٹ کر ایک جاہل ہار ہار کی سرداری سے ساتھ کیا  
 اور ننگوں کے لئے اپنے شیر خوار بیٹے کے نام پر سہ سالاری کر کے ساتھ کر دیا  
 ہما یون نے بھی وعدہ کیا کہ بعد فتح کے قندھار شاہزادہ کے نام پر کر کے سلطنت  
 ایران سے متعلق کر دیا جائیگا۔ غرض آتے ہی قندھار کا محاصرہ کیا اور کئی مہینے  
 کے بعد فتح کیا۔ عسکری فرائض کی تلوار گلے میں ڈال معافی کے لئے سردار بار خضر ہوا  
 ہما یون کابل میں آیا وہاں کامران کا مرانی کرنا تھا اُس نے مقابلہ کیا۔ چند روز تک  
 محاصرہ۔ آخر بہم بھی قلعہ کو نہ تمام کیا۔ دیوار توڑ کر رات کو نکل بھاگا۔ فتحیاب لشکر  
 شہر میں داخل ہوا۔ گھر گھر عید ہو گئی۔ شام کو بادشاہ بھی پہنچا۔ شہر کے لوگوں کو حیران  
 سے رات کو شب برات کر کے دلون کی عقیدت کو روٹھن کیا۔ ہندوستان میں شیرشاہ  
 کا بیٹا بھی کئی برس بادشاہت کر کے مر گیا تھا اور ہندوستان پانچ بادشاہوں میں  
 بٹ گیا تھا ہما یون کے آنے کو لوگوں نے غنیمت سمجھ کر طلب کیا۔ چنانچہ دو مہینے  
 مار کو دلی پر قابض ہو گیا۔ چاروں طرف فرمان جاری کئے۔ پرانے قلعہ کی مرمت اور  
 تعمیر کر کے دین شاہ نام رکھا ہما یون کو علم ہیئت کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ ستا  
 سیاروں کے بموجب سات محل بنوائے تھے ان میں ہر تیارہ کے مناسب کاروبار  
 اور دربار ہوتے تھے۔ مثلاً اگر جمعات کو کہ مشتری سے منسوب ہے۔ علماء اور مشائخ کی  
 صحبت ہوتی تھی۔ تو کچھ کو زہرہ سے منسوب ہے۔ ارباب نشاط و شوخ و شریعت ہوتی تھی  
 غرض شہر منڈل جسکی ایک ٹوٹی بھوٹی عمارت اب بھی باقی ہے وہاں کتب خانہ تھا۔ شام کو  
 زہرہ طلوع ہونے والا تھا۔ اسکے دیکھنے کے لئے کوٹھی پر بٹھا۔ جب اترنے لگا تو زہرہ  
 ٹوٹ پھیل گیا۔ اور اس کی سب سے بڑی ہوش ہو کر پھر ہو چلا۔ اسی وقت اُس

ساری طیب جمع ہوئی مگر کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ اور چوتھے دن مر گیا۔ تاریخ یہ ہوئی کہ ۶ ہایون بادشاہ اربام افتادو

اکبر اس وقت جالندھر کے پہاڑوں میں افغانوں سے لڑ رہا تھا۔ اہل مصلحت نے اُدھر تو اسی وقت عرضہ لکھا۔ اُدھر بادشاہ کا مرنا مشہور کیا ہی کہتے تھے کہ ضعف بہت ہے اسلئے دربار نہیں کر سکتو۔ تنگیبئی شاعر بادشاہ سے بہت مشابہ تھا۔ اُسے کبھی کبھی یو انعام کے کوٹھے پر لباس سامانہ پہنا کر بٹھا دیتے۔ سب نوکر نیچے سید پان میں کھڑے ہو کر مجرا کر لیتے اور یہی جانتے کہ بادشاہ بیٹھے ہیں جب اکبر کلا نور میں تخت نشین ہو گیا تب اس از مخفی کو کھولا و

## جلال الدین اکبر بادشاہ

جبکہ ہایون جو دہپور کی مصیبت بھر کر امر کوٹ میں پہنچا تو پل کے پلستارہ فرنگھ لھولی بننے اکبر پیدا ہوا۔ شاہ بے سپاہ کے نمک حلال رفیقوں نے اگر مہا کیا وین وین۔ اُسکے پاس کوئی رسم ادا کر نیکا سامان تھا۔ چپ ہو گیا۔ لیکن کمر میں ایک مشکافہ یاد آگیا۔ وہی نکالا اور شگون کے لئے فوراً اور اسامشک بکوٹ ڈیا۔ خدا کی قدرت دیکھو۔ اُس نحوست کے وقت میں کسی خیال ہو گا کہ اس بچے کے شمیم اقبال ہو یو مشک کی طرح تمام عالم میں پھیلے گی۔ چند ہی روز کے بعد قندھار کا سفر پیش آیا اُس منزل دنیا کے تازہ وارد کو باب کا ساتھ دینا پڑا

ہیں ہوتی کہ ایسے موقع چنیا ف عام کرتے ہیں۔ اور دلتند اپنی نوک و نکو جوڑی دیتے ہیں۔ بلکہ جو دیو کو کھڑے بیٹھے ہوتے ہیں وہ اُسے آمار کر دیتے ہیں ۱۲ تا ضلع گورداسپورہ ۱۳



گمراہ دین ہمایون تو مرزا عسکری یعنی بھائی کے ڈر سے ایران کو بھاگا بیٹھ  
 کو گومی کے سبک جان شادون کے حوالے کیا اور ان کلیجہ بکڑ کر روتی دھوتی  
 خاند کے ساتھ چلی گئی پیچھے مرزا عسکری بیٹھے چچا آیا۔ رہا سہا اسباب  
 بھائی کا سمیٹ قندھار کو چلا گیا اور بھتیجے کو کابل میں دوسری چچا کا مران  
 کے پاس بھیج دیا۔ یہ نہ نوال اقبال کا وہاں پرورش پانا اور ایسی باتیں کرنا کہ دیکھنے  
 والوں کو تعجب آتا۔ کامران کا بیٹا اس سے کئی برس بڑا تھا۔ اور یہہ دود پیتا تھا۔ ایک  
 چچا نے دو نو کو کشتی لڑوایا۔ اسکی آتا۔ ہمایون اور بیگم کی بادی میں اور اپنے قید میں  
 آٹھ پہر روتی رہتی تھی۔ اسنے شگون لیا اور دلی میں کہا کہ اگر اسوقت اکبر نے  
 اس لشکے کو چھاڑ دیا تو جانو گی کہ اسکے باپ کا اقبال بھی ضرور بٹلے گا۔ خدا کی  
 شان اسنے حریف کو سطح اٹھا کر ٹیٹھا کہ دیکھنے والے جبران رہ گئے۔ کہتے ہیں جب  
 ہمایون ایران سے پھرا اور کابل کا محاصرہ کیا تو باہر سے قلعہ پر نوپین بار رہی تھی  
 کہ فصیل پر کوئی بیٹھا ہوا معلوم ہوا جب اسپر مارنے لگے تو کبھی توپ نہجک جاٹ گئی  
 کبھی گولا اگل دیا۔ سب جبران ہوئے آخر معلوم ہوا کہ اسطوف سی گو لو کی بہت بوچھاڑ دکھ کر  
 بیہ رحم چچا نے بھتیجے کو ٹھلا دیا ہے۔

جب فتح باب شہر دین اہل ہوئے تو بیگماتین محسراہین جا آئیں اسوقت عجب لطف ہوا  
 یمنے باوشاہ بیگم بھی انہی میں ملکر بیٹھ گئیں۔ اب اکبر سوا چار برس کا تھا۔ آنا انگلی بکڑی  
 لاسی اور کہا کہ لوا جان کو پچا نو۔ اور انگلی گودی میں جا بیٹھو۔ اکبر نے پچھن کھڑی  
 ہو کر سب کو نذر دیکھا اور دوڑ کر سدھان کی گودی میں جا بیٹھا

اس وقت سے ہمایون نے اپنے اقبال سے مدد و تیا پھرا

جب دلی میں آئے تو باب دار الخلافہ میں حکمرانی کرتا تھا اور افغان جو پنجاب کے  
وامن کوہ میں چھپے تھے یہ انہر دشمن نیکاری کی مشق کرتا پھرتا تھا۔ کہ دفعۃً باپ کے  
مرنے کی خبر پہنچی۔ بیرم خان تالیق تھا چنانچہ اکبر اسے خان بابا کہتا تھا اور  
وہی کاروبار کا منتظم تھا۔ اسنے فوراً سرداروں کو جمع کر کے شہزادی کے سر پر تاج نشا  
رکھ دیا اور دلی کی طرف تخت روان کا رخ کیا۔ رستے میں خبر لگی کہ ہیو بھال نے  
اگرہ لیکر دلی کی طرف باگین اٹھائیں۔ جاکندہر کے مقام پر عرضیان پہنچیں کہ دلی  
کے حاکم نے آگے بڑھ کر میدان کیا تھا مگر خود شکست کھا کر پنجاب کو بھاگا۔ اور ہیو  
دلی میں گیا۔ اکبر نواہ کا تھا سنے ہی جب ہو گیا مگر تمام سرداروں کی آنکھوں میں  
شیر شاہی معرکے پھر گئے۔ اور کہا کہ دشمن ایک لاکھ سوار اور نہر رانھی کی فوج کوٹنا  
اسکے ساتھ اس حال سے مقابلہ کرنا اپنے خون سے اٹھ دھوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ  
یہیں کابل کو بھرو۔ سال آئندہ میں اگر خبر لیں گے۔ اکبر نے بیرم خان سے علیحدہ کہا  
کہ دادا کا نام اور والد کا کام تمہاری دم سے بنا اب تم کو کہو کہ صلاح کیا ہے۔ اسنے  
کہا کہ تمام دربار میری حاسدوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپکے والد کی قدر دانی سے میرا گرو  
تھا۔ اس معرکہ کا سنبھال لینا بھی کچھ بڑی بات نہیں مگر یہ لوگ میری بات پیش  
نہ جانے دیتے۔ اکبر نے جاپون کی روح کی قسم دیکر کہا کہ تم کیسکی پروا کرو اور  
بے نال جو مناسب دیکھو وہ کرو۔ خانخانا نے پھر جلد میں اگر تقریر کا سلسلہ ہلایا  
سب نے کہا کہ بیگانے ملک میں مکر لاشے چیل کوون کو کھلانے سے کیا حاصل۔  
بہتر یہ ہے کہ کابل میں جلد بیٹھو اور دھڑلے سے لڑو۔ سال آئندہ میں ہم کو بیرم خان  
نے کہا کہ جہلم کو دو دفعہ لاکھوں جانبین دیکر لیا اسے۔ اسنے مارے دشمن

حوالہ کرنا مردانگی کا منہہ کالا کرنا ہی۔ بادشاہ تو آج بچہ ہی مگر ہم تم بوڑھے سردار ہیں۔ آقا نے غزین بڑھا کر ایران توران تک ہمارا نام روشن کیا لوگ کیا کہیں گے سفید ڈاڑھیوں پر یہ روسیہا ہی اٹھانی بڑی حیف کی بات ہے۔ اکبر اسی چھوٹی سی عمر میں سنبھل کر بیٹھا۔ اور کہا کہ خان بابا میری اسی تمہاری ساتھ ہے اب کہاں جانا اور کہاں آنا۔ بغیر میری ہندوستان نہ چھوڑیں گے۔ پخت پخت نہ تھے کے اس کلام سے بڑھوں کی خشک گون بین خون مردانگی دوڑ گیا بزم خان خانانا اُس وقت تلوار ٹیک کر اٹھ کھڑا ہوا اور کوچ کا حکم ہو گیا۔ رستہ میں ادھر کے چھا ہوئی سردار اگر ملنے شروع ہوئے خان خانان نے بہت شرمندہ کیا اور کہا کہ سب اُس کے بعد اُس کے بیٹے کے ساتھ جو اُنم داسی طرح حق نمک ادا کرتے ہیں غرض کہ یکو نہرا کہ بکودلا سا دیتے چلے تو

ہیٹھو سو سر بھی ام کو بقال تھا مگر ہمت کا بورا اور عقل کا نوگرا ہی تھا۔ دلی لیکر دل اور بھی قومی ہو گیا تھا بڑی بڑی افغانوں کو تو پچا نہ دیکر آگے بڑھایا مگر انہوں نے ہراول سے ہاتھی چھپوا دیے۔ پانی پت کے ڈیرون دونوں شکرون کا مقابلہ ہو گیا۔ پہلے تو پون کا زنجیرہ باندھا۔ پھر ہاتھی جکا اُسے بڑا گھمنڈ تھا اور کئی بادشاہوں کے گھر گجا کر جمع کئے تھے انہیں دیوار فولاد کی طرح قائم کیا۔ ایک ہاتھی بڑکے ڈیل ڈیل بن ابرسیاہ۔ اور رفتار میں بجلی تھا۔ اور ایک نام تھا اسی رکھا تھا۔ خود صندوقی ہو ج میں بیچکر قائم ہوا۔ طرفین کے بہادر واد مردانگی کی نینے لگے اسی حالت میں ایک فضا کا تیر ہو ج کو توڑ کر سہو کی جینگی انگھہ میں لگا۔ خون جاری ہونے ہی تمام

بن کھڑا ہو گیا۔ ادھر ادھر بھرتا تھا اور سرداروں کو پکارتا تھا۔ مگر انھی سرداروں کی بوجھاڑ سے بھاگا۔ ایک ترک پنجبر بھاگتا انھی دیکھ کر دوڑا اور فیضان پر تیر چڑھا۔ وہ چلایا کہ نہ مارنا۔ مطلب میری ہی پاس ہے۔ پہنچ کر خوش ہو گیا۔ تین کون پہنچے بادشاہ تھے۔ انھی کو گھیر کر وہاں پہنچایا۔ اور باندھ کر سامنے حاضر کیا۔ خانخانان نے اکبر سے کہا کہ پہلی مہم ہے۔ حضور خود سنگون فرماویں۔ کہ جہاد اکبر کا وہ ہنس کر لاکھ بندھو ہوئے دشمن پر؟ غرض بادشاہ نے تلوار چھو ادھی۔ خانخانان نے بیٹھے بیٹھے ایک ہاتھ ایسا مارا کہ اسکا سر بانو میں گر کر کابل پہنچا۔ اور بالاحصا کے دروازہ پر لٹکا۔ بدن دی بھید یا کہ افسح عظیم کی خبر خاص عام کو ہو جائے خود دار الخلافہ میں آیا اور دوبارہ تخت نشینی کا جشن کر کے اہل مراد کی مرادیں پوری کیں۔ بعد اسکے صوبوں کے بندوبست شروع ہو گئے۔ بڑی بڑے راجہ۔ ہمارا راجہ۔ ٹھاکر سردار حاضر و بار ہوئے نہر علم اور ہرن کے صاحب کمال خدمت میں رہنے لگے۔

اکبر اگرچہ خالص ترک بچہ تھا اور علم سے بے بہرہ مگر اسی وقت سے سب کے ساتھ محبت اور دلنمائی کے ڈھنگ لگتا تھا۔ بیٹھتا تو تاریخی داستانیں اور علمی باتیں سنتا۔ اٹھتا تو انھی لڑاتا۔ شیر مارتا۔ باز لڑاتا۔ ملک گیر بیان کرتا۔ اور ملک بخشتا۔ وکن کی طرف اکثر علاقے فتح کر کے آبرہیم مرزا اور حسین مرزا وغیرہ پوری شاہراہوں کو دی رکھے تھے اور احمد آباد گجرات میں اپنے کو کہ مرزا غیر کو صوبہ کیا تھا و

## کبر کی یلغار احمد آباد گجرات پر

اکبر ایک دن دربار کر رہا تھا اور اکبری نورتن سے سلطنت کا بازو آراستہ تھا جو دفعۃً بوجہ لگا کہ دکن کے حشری باغیوں نے بہت سی جمعیت پیدا کی ہے چنانچہ حسین مرزا اختیار الملک دکنی کو شریک کر کے انکا سردار ہوا اور ملک مار کر مرزا اعزیز کو اسطرح قلعہ بند کیا ہو کہ نہ وہ اندر سے نکل سکے نہ باہر سے مدد جاسکے مرزا اعزیز نے کھبر کر اُدھر اکبر کو عرض کیا اُدھر مان کو خط لکھنے شروع کئے۔ اکبر نے حکم دیا کہ جو محل میں جی جی نے رونا شروع کر دیا کہ بطلج ہو میرے بیٹے کو بھلا بادشاہ نے دیکھا کہ سارا لشکر ہیر و نگاہ سمیت اس قدر جلد نہیں سجتا اسلئے وہ کاراز موہ اور منچلے بہادر تو اسی وقت روانہ کر دیے ساتھ ہی ساتھ کون کو لکھا کہ جتنی کوتل سوار یاں ہوں تیار کر کے اپنی اپنی انتخابی فوج سے سہ راہ حضرت من - جو دین سو جان نثاروں سے کہ تمام نامی سردار اور منصبدار تھے۔ ساتھ ہی لکھنوی کو لکھا کہ گھوڑے لگا۔ نہ دن بیکانہ رات جھجکل اور پہاڑ کاٹ۔ ستائیس ہزار کوکولیسٹ۔ نو ہزار بجرات کے کنارے پر جا کھڑا ہوا۔ شمار کیا تو تین ہزار جوان علم شاہی کے نیچے مریں مارنے کو کمر بستہ ہائے اس وقت کسی نے تو کہا کہ کچھ جان نثار آجاسے ہر ایک کا انتظار کرنا جائے۔ کہیں کہا شیخون مارنا جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ انتظار نہ

شیخون جو رہی ہو۔ اسی وقت ہتیا اصلاح خانہ سے ہر دو

سلہ اور افضل فیض خانان کو کھڑا حکیم جم حکیم اولیہ

نہیں آتا تھا کہ کچھ نہ ہو سکا و دھربا تھا

بیٹا سولہ برس کا نو جوان تھا اسے ہراول نبایا۔ دابین باین کی تقسیم کر کے خود  
 سو سوار سے الگ ہوا۔ اور نقارہ کا حکم دیا۔ خان عظم کو آدمی بھیجا کہ ہم آ رہے ہیں  
 تم اندر سے نکلو۔ اس پر ایسا ڈر چھا یا تھا کہ قاصد بھی پہنچے تھے۔ مان نے بھی خط  
 لکھے تھے مگر یقین ہی نہ آنا نکل ہی کہتا تھا کہ دشمن غالب ہے کیونکہ نکلون۔ آخر جب  
 احمد آباد میں کوس کا نو نقارہ اکبری پر چوٹ پڑی اور گولہ کھنے کی گرج سے گجرات  
 فوج اٹھا۔ اس وقت تک بھی غنیمت کو اس بلغار کی خبر نہ تھی۔ ٹکے کی آواز سے اسکے لشکر  
 میں کھل بلی پڑی اور حسین مرزا خود گھوڑا مار کر آیا احمد آباد کے نیچے ایک دریا بہتا تھا  
 اسکے کنارہ پر اگر کھڑا ہوا۔ ابھی نور کاٹکا تھا اور ایک بادشاہی سردار پارتر کر  
 میدان ٹپکتا پھرتا تھا حسین مرزا نے دیکھ کر آواز دی کہ بہاؤر یہ کسکا لشکر ہے  
 اور سر لشکر کون ہے۔ اس نے کہا کہ لشکر بادشاہی اور شہنشاہ آپ سر لشکر ہیں مرزا نے  
 کہا کہ جو دھواں ان ہی پر پڑے گا سو سونے انہیں اگر وہ بن چھوڑا ہے۔ سردار مذکور نے  
 ایک تھقہ مارا۔ مرزا نے کہا کہ اگر بادشاہ ہیں تو ماہی مراتب کہاں۔ اور وہ جنگلی بھی  
 کہاں میں جو رکاب ہے جد انہیں تھو سردار مذکور نے کہا کہ آج نوان میں حصہ فرما رہا  
 میں قدم رکھا۔ اٹھی کیا اتھد میں اٹھا لاتے شیر جنگ بہاؤ بھی اٹھیوں کچھ کم نہیں گیں  
 نیند سوتے ہو اٹھو اٹھو آفتاب سر پر آگیا۔ مرزا اٹھا ہی پھرا اور اختیار الملک کو محاصرہ پر  
 چھوڑ کر خود سات نہر فرموج سے سامنے آکر چکایا۔ بادشاہ کو انتظار تھا کہ خان عظم آدھڑ  
 گرجے دروازہ ہی سر پہنچے اس کا تو بادشاہ نے کشتی کا انبار بھی بنایا  
 نہ کو کھا قاعدہ ہے کہ حملہ کے وقت دو بلندہ آگے رکھتی  
 علاؤ معلوم ہوا کہ صلاح خانہ کا داروغہ خطرات میں

کہیں بھئی اکبر نے کہا کہ آگے بڑھو۔ ہی ٹسکون اچھا ہے کہ سامنے میدانِ شہ  
ہے۔ غرض دہشاد کی جہیت قلیل دیکھ کر مرزا خود بندرہ سو فرائی غلو کو بیکہ سامنے  
آیا اور نہ کسی سکا بائیں برگرا۔ ساتھ ہی گجراتی اور حبشی فوج بارون پر آئی۔ اوھر  
بھی کی تیر کی کھجکھ جواب دینے لگے۔ اکبر نے دور سے دیکھا کہ ہراول ہرزور پڑا  
راجہ بھگواندھس ان سنگھ کے باپ سے کہا کہ اپنی فوج تھوڑی ہے اور غنیم ہزارون  
ہیں۔ جلدوہم نم ملکر جا پڑیں کہ پنجے سے منت کی چوٹ کڑی پڑتی ہے۔ ان دونوں  
خواجہ مہین الدین چشتی سے بہت اتفاق تھا اور یاسعین کا وظیفہ ہر وقت ران  
پر تھا۔ آپ اور سوسو ریا مہین مہین کے نفری لگاتے جا کر می۔ اکبر کا نام سنتے ہی مرزا  
کے ہوش اڑ گئے۔ فوج کچھ گئی اور خود بے سرو پا بھاگا۔ رخساری پر ایک خم بھی آیا  
گھوڑا ری چلا جاتا تھا کہ ایک چھوٹا سا درخت سامنے آیا۔ گھوڑا ہچکا۔ اسنے جا کہ  
اڑ جائی۔ گڑھو سکا اور خود گر پڑا۔ بادشاہی سپاہی پیچھے مارا مار چلے جاتے تھے۔ فوج  
پکڑ لیا اور باندھ کر سامنے لا حاضر کیا۔ شخص کہتا تھا کہ مینے پکڑا ہی۔ اکبر نے ہنس کر کہا  
کہ مرزا تم آپ تباہ و تہید کئے پکڑا ہی۔ اسنے کہا کہ مجھے تو حضور کی نمائندگی پکڑا ہی۔ غرض  
ایک ایک کی جان بازی اور جانفشانی کے حال عرض ہوئی تھی اور سپاہی جو گرد و پیش  
حاضر تھے دو سو بھتی تھی کہ ہر ایک پہاڑی کے پیچھے سے غبار کی آندھی اٹھی کبھی کہا  
کہ خانِ عظم کلاہی۔ کہنے کہا کہ غنیم آیا۔ ایک سوار کلم شاہی کے ساتھ دوڑا اور آواز کی طرح  
پہاڑ سے پھرا معلوم ہوا کہ محاصرہ کو چھوڑ کر اختیار الملک اور پٹیاہی۔ بادشاہ نے خود گرنا  
اٹھا کہ کھکی اور لکارا کہ تیرو کی بوجھاڑ بوجھاڑ جانا کہ میں بھال منھا کر بیٹھے بند  
دھان بائیں بائیں کہی دوڑی۔ غارچی بسا کھرا کہ غارہ ہر چوب تک

بھی لگائی بھول گیا۔ بادشاہ نے اُسے بھیٹا اٹھا اور خود بھی کپڑے لٹک کر پہنچا۔ چند  
 متواتر فتوح سے ہندوستان میں بہہ دھاک بندہ لگئی تھی۔ کہ اکبر نے تسخیر آفتاب کے  
 عمل کیا ہے۔ جون ہی اختیار الملک نے سنا کہ اکبر اس غول میں خود موجود ہے۔ یا تو  
 طوفان کپڑے چڑھا آتا تھا یا بجت گشتہ کپڑے پیچھے ہٹا۔ اور بھاگتا کرتا ہو کر مارا گیا۔ جب  
 ساری سرکے طے ہو چکے تو خان اعظم نے بھی حسیہ سلامت قلعہ کو محاصرہ کیا اکبر  
 نے گھلے لگایا اور نلک اسی کے سپرد کر کے پھر بیٹھا رہی کرتا ہوا فوجیوں کو پھلے پاس پہنچے  
 نوجو لوگ رکاب میں تھے سب کو دکھنی وردی سے سجایا وہی جھوٹی جھوٹی برجھیاں  
 ہاتھ نہیں دین۔ اور خود انکا افسر کو بڑھ رہی داخل ہوا فیضی نے دربار عام میں قصیدہ  
 لہک کر اناسیم خوشدلی از فوجیوں سے آید نوکہ بادشاہ من از راہ دور می آید و غرض  
 اسطرح کی فتوحات سے کہ چہرہ ہر رستم و اسفند بار کی جان قربان ہو۔ تمام ہندوستان  
 تو تسخیر کیا اور بنیاد سلطنت کی فقط سہاوات پر رکھی کہ کیسی خوشحالی اور فایز البالی  
 میں ق نہ آوی اپنے بیگانے سب آسودہ حال ہیں۔ محاصل کے انتظام۔ اجناس کی  
 پیداوار میں آمدنی کی تدبیر میں زمینوں کی پیمائش۔ محصولوں کے بندوبست۔ اور  
 سب کتاب کے آئین۔ ایسے ایسے باندھے کہ اُس وقت تک کسی بادشاہ کو نہ سوجھ  
 ہے۔ ہر قسم اہل کمال کی قدردانی کرتا اور ہر مذہب کی عاقبت کرتا۔ چنانچہ خیر کل  
 مندوں سے موقوف کر دیا۔ راجہ اپنی اپنے راج پر برقرار تھو۔ اور خلوت و دربار میں  
 سارا تھو۔ اپنے علما کے علاوہ بڑی بڑی گنی نیڈت اور گوشے گنواں

۱۰۰ فوجی راہ سے کسی کوں پر ایک مقام تھا کہ اکبر نے خود عیسیٰ شاہی کو اور اہل مکانات عالی سے باغ اہم کپڑے کر کے کیا تھا عجیب

خاق بہرہ کی اس سے سامنے سب عیاد میں ملک میں مکانات و اہل ہونگن ۱۰



خدمت میں جاوا۔۔۔ انٹرفیون کا ڈھیر سائے لگا رہتا ہر شخص قیمت کے دامن  
 بھر کے بچا۔۔۔ ہری لنگ خانے جا بجا جاری تھی۔ انواع و اقسام کے کھانے پکتے  
 اور سنا۔۔۔ مالو کو بٹھے۔ جب ہندوؤں سے صحبتیں پاوہ ہوئیں تو معلوم  
 ہوا کہ اس پرانے ویرانے میں بڑا خزانہ ہی مگر دھرموان پنڈت پتا نہیں سیتے  
 اسلئے ایک فتر ترجمہ کا مقرر کیا جس میں ہند فاضل عربی فارسی کے زبان ان  
 اور بڑی بڑی گنی بدیا وان پنڈت منہرجم مقرر کئے۔ اور کتب خانہ اُسٹام رکھا  
 چنانچہ نگہاسن تپسی کی پبلیون نے ایرانی کپڑی پہنے۔ اور بہت سی کتابیں سنسکرت  
 عربی۔ ترکی سے فارسی میں ترجمہ ہوئیں انجیل و توریت کے ترجموں کے لئے شاہان  
 فرما کے خط کتابت کی۔ ابتدا میں بیداری اور خوش اعتقادوسی کا دریا جو نہیں تھا  
 لاکھوں روپے درگاہوں میں چڑھانا۔ فدا کی بہت خدمت کرتا۔ اجمیر تک کئی مرتبہ منزل  
 منزل پاوہ گیا فنیچور بیکری میں ابوان شاہی کے پاس سب سے الگ ایک عمارت بنا کر  
 جہاں وہ خانہ نام رکھا۔ وان رات کو ایک لائٹ بیداری کرتا۔ اور ایک سل باہر پڑھی  
 اسپرٹیک نور سو سے دل روشن کرتا۔ تمام مشایخ اور علما اور امرا جمعہ کی رات کو جمع ہوتے  
 مکان عطر سو معطر اور پھولوں کے گلزار ہو جاتا۔ عقلی اور نقلی اور تاریخی تذکروں سے  
 دل خوش کرتے۔ لوگ نعام و اکرام سے نہال ہو جاتے۔ اور نفیس کتب میں اہل علم کو تفہیم  
 ہوتی۔ مگر ان لوگوں نے اپنی نشستوں کے مقام اور عزت و احترام میں جھگڑی نکالی۔ سلمو  
 حکم دیا کہ امرا آفتاب کے رخ۔ سادات قبلہ کے رخ۔ علما جنوب کی جانب۔ مشایخ شمال  
 میں الگ الگ ابوان میں ٹھہریں۔ آپ نوبت بہ نوبت ہر ایک جلسہ میں آتا اور ہر حرمین  
 سے چل جاتا۔ جسے جماعت سے مارتا تھا۔ ساتھ ساتھ امام بھی شخص نفیہ میں ایک ایک

نماز پڑھاتا۔ ہر سال حج کو قافلہ جاتا۔ ایک دو امیر اسپر میر حاج ہوتے۔ حاجیوں کو  
 سفر خرچ دیتا اور لاکھوں روپیہ کا نقد و جنس بھیجتا ایک فوجیہ لاکھ روپیہ بھیجا  
 کہ وہ ان محتاجوں کو تقسیم ہوا اور ایک عمارت عالی تعمیر ہو۔ جب قافلہ کو خدمت کیا  
 تو آپ عین حالت حج کی وضع بنائی ہی دو چادر و نکال لباس۔ سنگے سر۔ سنگے پانو۔  
 تھوڑی دور قافلہ کا ساتھ دیا اور جب باواز بلند لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ  
 لَكَ لَبَّيْكَ کہنا شروع کیا تو دیکھنے والوں پر ایک عالم طاری ہوا اور اس انبوء  
 سے غلغلہ و زاری کا بلند ہوا الطیفہ عبا و تخانہ کے جلسہ میں مرزا مفلس نام  
 ایک فاضل کامل کچھ تقریر کر رہا تھا حاجی ملا ابراہیم کہ کچ بجی میں لا جواب تھا۔ اسنے  
 سوال کیا کہ موسیٰ کیا صیغہ ہے۔ مرزا مفلس اس وقت جواب میں بھی تھید دست  
 نکلے۔ نا انصافو عنین حاجی صاحب کی فوقیت کا شہرہ ہو گیا۔ دوسرے دن اکبر نے  
 کسی اور عالم سے کہا کہ تم رات کے جلسہ میں نہیں آتے؟ اسنے ہاتھ باندھ کر  
 عرض کی کہ حضور جب ان حاجی ابراہیم مجھ سے بہہ پوچھے کہ عیسیٰ کیا صیغہ ہے  
 تو میں کیا جواب دوں؟ بادشاہ اور سب صاحب فہم بہت محظوظ ہوئے۔ مگر بہہ ہوا  
 چند روز سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ حد تو معلم الملکوت سے علم کے ساتھ ساتھ چلا  
 آتا ہے۔ ان اہل علم نے بہا خون کے مجادلے بنا دئے۔ ایک عالم جس مسئلہ کو  
 ثابت کرنا دوسرا اسی پر تکفیر کرتا۔ اور نامعقول تقریروں سے اتنا غلغلہ مٹا کہ آواز سنائی  
 نہ دیتی۔ بادشاہ نے تنگ ہو کر حکم دیا کہ جو ایسے مباحثے کرے اسے اٹھا دو۔ آخر  
 ان لوگوں سے بے اعتقاد ہونے ہونے مقدمہ کی صورت بالکل ٹل گئی و  
 شیر شاہی عہد سے چند متعصب علماء کا بڑا زور تھا کہ انکو سب سے اکثر صاحب

جسلا وطن پھرتے تھے اس طالب کمال کے پاس ابو الفضل اور فیضی جیسے لوگ پہنچے اور ہر مذہب کے بالکاموں کو داخل ہوا۔ آخر رفتہ رفتہ یہ خیال ہو گیا کہ کوئی مذہب اہل کراست سے خالی نہیں۔ چنانچہ قربت کے سبب پہلے ہندوؤں کے اہل علم آگے بڑھے اور گنگاؤٹمن ہونے لگیں لطیفہ ابکن گامی کی تعظیم میں نہرت تقریر کرتے تھے۔ ایک فاضل طبیب نے عرض کی کہ ہماری کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ اسکا دود شفا ہے مگر گوشت نرا مرض ہے۔ ایک ہندو ظریف بولا کہ حضور اگر گامی میں کچھ عظیمت ہوتے تو قرآن میں سب سے پہلی سورہ بقرہ کیوں ہوتا۔ اکثر ہندوؤں نے پرانے پرانے اشلوک بچائے جن میں اکبر کی بادشاہت کی پس منجی تھی۔ چنانچہ چند برہمن الہ آباد سے آئے اور عرض کی کہ مگد برہمن چارسی جسے اپنا تمام بدن کاٹ کاٹ کر ہون کر دیا اسنے یہ اشلوک بھی لکھ کر دیا تھا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ میں غرق ایک بادشاہ با اقبال ہو کر آؤں گا اسوقت تم بھی حاضر ہونا۔ چنانچہ اسی گمان پر حضور کا دھیان کئے بیٹھے رہیں۔ حساب کیا تو اسکے مرنے اور اکبر کے پیدا ہونے میں فقط تین چار مہینے کا فرق تھا۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ برہمن کو میکش یعنی سلمان کے گھر میں جنم لینا خلاف قیاس ہے۔ عرض کی کہ اسنے اپنی طرف سے تدبیر کی مگر تقدیر سے ہون کی جگہ کچھ ہدیان اور لوا وغیرہ گرا تھا یہ اسکا اثر ہے۔

ایک بالاخانہ خواہگاہ کہلاتا تھا اکبر خود اس میں بیٹھتا تھا اور ایک برہمن کو چار یا پانچ روپے بٹھا کر اس میں حیان باندھتے اور کھینچ لیتے تھے وہ متعلق رہتا اور آفتاب اور ستاروں اور دیوتاؤں کے منتر سکھا کرتا۔ چنانچہ شیخ آفتاب کا منتر اور اسکے ایک ہزار ایک نام سکھ کر لے کر اس میں حکم ہے کہ حضور شاہ میں میکش کر دو تو کہیں پہنچاؤ۔ وہ جہاں لٹکا رہے۔ چنانچہ ہم سکھ

یہ مذہب کیا تھا۔

پڑھنے شروع کئے۔ اکثر مشرق کو نہہ کر کے سویا کرتا۔ کہ آفتاب خدا کا منہ ہے اور  
 زرعیت و بیوہ بلکہ کل کا و بار عالم کے اسپر منحصر ہیں۔ غرض مصلون میں انبان حسین  
 و بار میں باجہ تھی۔ چند روز کے بعد قبلہ عالم سے جہا ملی گئے اسلام کی سیون کو سلام کر  
 ڈاڑھی کے ساتھ خدمت کو دیا۔ عید کو یک زیادہ جشن نوروزی اور ہندی تہواروں  
 کی رسوم و عام ہونے لگی۔ جشن کے دن قبا اور خفنان کے ساتھ عامہ سر سے بڑھا  
 جامہ پہن۔ کھڑکی وار بگڑی سر سے باندھی۔ مبارک گھڑی بچھ لگنی کھیکر پوجا کے بعد  
 برہمن نے پیشانی پر ٹیکا لگایا۔ جواہر نگار کنگنا اتھہ میں باندھا۔ ادھر بادشاہ نے  
 تحت ہر قدم رکھا ادھر کراہی میں بڑا پڑا۔ اور ہون ہونے لگا۔ ملاوان میں من  
 سونا اور جواہرات جڑھتا اور دربار میں بچھا ورسوتا۔ دسہرہ کو بازار اتھہ پر لیتے  
 قلعہ کے برج پر شراب رکھی جاتی۔ بادشاہ کے سبک ابرانی و تورانی سپاہی وہ با  
 اسی رنگ میں گئے گئے اور بان کی کلوری اُسکا جڑھو گئی۔ کھامو کا گوشت اور  
 لسن پیاز وغیرہ بہت سی چیزیں حرام اور بہت سی حلال ہو گئیں۔ بلکہ جب اللہ کا  
 انتقال ہوا تو پندرہ ہزار اہل دوبار کے ساتھ بھدر اکروایا۔ انہی دنوں میں  
 کجرات کی طرف سے آتش پرست آئے۔ انہوں نے کیانی بادشاہوں کے ساتھ  
 پرانا رشتہ دکھا کر انہیں مذہب کی دشمنی سے نیا نور پھیلایا۔ انکی بہت سی بیویاں ہندو  
 کے مطابق ہی تھیں۔ حکم ہو گیا کہ قدیم رسم فارس کے بموجب انگدہ بنے اور آگ  
 اسکی ہر گز بجھنے نہ ہو۔ چنانچہ ابو فضل اسکے ہتھم ہوئے۔ دفتر سوسنہ بھری موٹو  
 ہو کر سند الہی اکبر شاہی قائم ہوا۔ بلکہ کل اکبری امین کا نام امین الہی لکھا۔ ملک و ملک  
 سری اور پیا آئے انہوں نے کتب آسمانی پیش کر کے انکے مطالب بیان کئے

اور برہمگوئی کی تصویب پر پیش کیں۔ جسوقت حضرت فیسی اور حضرت مریم کی تصویق  
لگائی تو تعظیم کے لئے دو زانو اٹھ کھڑا ہوا اور اس قدر شوق ہوا کہ ابوہریرہؓ نے  
واجبیل کے ترجمہ پر پتہ ہوا چنانچہ اول ہی اس نے یہ مصرع کہا **اے مئی تو تیرے**  
**کرتوؤں و وسوسوں سے سوچتا تھا جو فیضی برابر سے بولا۔** **سُبْحَانَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ**  
**باؤں شاہ کا دل دنیا کی نگارنگی کا ایسا عجیب نمونہ تھا۔ چنانچہ ان گونہ بے پرواہی سے یہ مصرع چھایا کہ میں شیخ**  
**خلیفۃ السہون اقبال کی باوری سے برابر فحشیں ہوتی گئیں۔ جو بات منہ سے نکلی وہ سن پڑی**  
**خوشامدی سے بڑھی ہوئی جن تھو۔ انہوں نے دنیا مار بیخی تجربہ و فہم نہیں کیا کہ ہزار برس کے بعد دنیائے**  
**ایک الو الغم خلیفہ خدا اور صاحب مذہب پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اب آپ خلیفہ السہون شاہ**  
**خوشامد تھا جس نے بہت مذہبوں کو نور اٹھا دیا تھا۔ سہبات سے نہایت خوش ہوا اور دین الہی**  
**اکبر فرما ہی کا انتظام شروع کر دیا۔ کہ آفتاب کی تعظیم اس کا جو عظم تھا کلمہ سکا لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ**  
**اَلْکَبْرُ خَلِیْفَۃُ اللّٰہ تھا سلام علیک میں اللہ اکبر اور جلال اللہ پر کفایت ہوئی حکم**  
**تھا کہ شراب اتنی پیو کہ بدست نہ کر دے۔ تیسرا اور سور شجاع جانور میں اس کے اٹکا کر گشت**  
**بمعی شجاعت بخشتا ہے۔ جو مرید کہ زمین الہی میں آتے وہ چیلے کہلاتے تھے**  
**وہ زمین کے حکم تو نہار و نہ تھو۔ مگر خاتمہ اس پر ہے کہ جو شخص جاوید سکری میں کچھ لایا اور**  
**پتلی بیٹھیں یا نہ کھک یا نہیں پو دین۔ بانی نہ تو جلا و یوین ٹ**  
**ایک مذہب خاص گیا تو اس کی قبر میں جالی بھی لکھی گئی کہ آفتاب کی روشنی پہنچتی ہے۔ بلکہ**  
**چرخ کی دوسری منہ کو لگائی کہ روشنی اور آگ پاک کرتے ہیں ٹ**  
**عالم بھی ایسے جمع ہو گئے کہ قاضی نظام بخشی ایک بڑا فاضل صاحب تصنیف تھا جس کا خطاب**  
**تخصیصی تھا چنانچہ سجدہ زمین و آسمان مصنف ہی تھا۔ ملا عالم کابلی اس پر فخر کیا کرتا تھا کہ میری ہمت نہ**

مجھے پہلے نہ سوچھا ڈاڑھی منڈانے کے لئے بھی چند وجوہات پیدا ہو گئیں۔ نور کے  
 کے بادشاہ کی صورت دیکھنی عبادت تھی اس لئے اب دربار شہزادہ بہرکان میں بیٹھتے تھے اسکا  
 مچھر وہ درخت تھا کہ لوگ وہاں سے مہا بلی کے درشن کریں اور وہ سوچ دیوتا کے درشن  
 نے رہیں اگرچہ پیر بھی بن الہی کے رکن اعظم تھے مگر اب وہ فضل خلیفہ تھے کہ انہی کے  
 رید سے چیلہ پریش ہو۔ مریدوں کے لئے چاروں خلیفہ صوفی کی تحسین ترک مال  
 یک جہاں ترک زن ترک ایمان اور اس میں شریعت اور رکن بار داخل ہوتے  
 مانچہ خلیفہ کی تصدیق سے اور انہی کے گزرا تھے۔ خلافت مضمون اسکا یہ ہوتا تھا کہ بہرکان  
 ظہان عقیدت دل سے تو ان کے ہاں کہ اسلام مجاز اسی دین تھی کہ کو چھوڑ کر دین الہی اکثر شاہی  
 داخل ہوا۔ اور چاروں خلیفہ کو صدق دل سے قبول کیا چیلو کو بجا نیچو کہ ایک تصویر بادشاہ  
 پنجابی تھی اور ان کے کبر کا وظیفہ ہوتا تھا

طیفہ خان عالم کبر کا کو کہ اور کبر کا یہ دھاسا دھاسا مسلمان تھا کہ ڈاڑھی سکی ہت  
 ہی تھی وہ کسی قدر پرتھا۔ کئی دفعہ بادشاہ نے اُسے بلایا۔ وہ کبھی بار سبک نہ اسکا آخر فرما  
 لیدی بن بہر بھی لکھا گیا کہ معلوم ہوتا ہے نہیں ڈاڑھی بوجہ ہنر نہیں تیا۔ جیہا تک باؤ  
 چار سو کر چار جج کو چلا گیا مگر اگر سجدہ بھی کیا۔ ڈاڑھی کو بھی چھاننی ہی۔ اور مریدوں میں  
 میں داخل ہوا

بے ان تجویز تھیں کہ مارجہ کے بعد بجا خطبہ کے خود بدولت کچھ آپا نشاد کریں چنانچہ  
 ام مراجع ہوئی مگر جب خلیفہ الہیہ پر چلے تو دفعہ تھر تھرانے لگے۔ اور کچھ سوچا تھا ایکوں  
 بان سے نکلا آخر فیضی کے چند شعر پڑھ کر اتر آئے۔ کہ وہ بھی اور لوگ بتاتے گئے  
 بھی عبادت کرتے تھے مگر دھنگ اسکا رالا کھا تھا یعنی آفتاب کے سنہ دونہا تھے

کا نوپر رکھ کر کھڑی ہونے کچھ اچھلتے کچھ چکر کھا کر کانوں پر کے مارنے جاتے تھے  
 اپنا سر بھی تالو پر منڈاتے تھے کہ بزرگوں کی روح مالو میں سے نکلا کرتی ہو  
 بدیا وان پندتون نے ایک ہزار ایک نام انکا بھی تصنیف کیا کہ وہ چلو نکا وظیفہ تھا  
 جب آپ عبادت کر کے باہر آتے تو چھپے انہیں دیکھتے ہی محمد بن کر پڑتے۔ عبادت کا وقت  
 صبح اور دھاتیات تھی۔ ان دونوں وقتوں میں ان کی جگہ ٹہرت اور باجے بڑی زور سے  
 بجتے تھے۔ جانور کا دھنچ انوار کو تمام ملکوں میں منع تھا کہ خلیفہ اللہ کے خیم کا دن ہو۔ جن ولادت  
 میں مہینا بھرتے سچ کی ممانعت رہتی تھی۔ حکم تھا کہ فوج کرنے والے کا ہاتھ اور جو تیر  
 ہوا سکی انھلی کاٹ لو۔

چونکہ ان باتوں کے لئے کرامات کا لازمہ بھی ضرور ہے۔ اور انہیں سے یہاں کچھ تھا۔ سہلو  
 صاحب کہتے ہیں فقیروں اور جوگیوں وغیرہ کی بہت ملاش ہوتی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ خطا اور تبت  
 میں لگمی کو ترک کیا کر کے پہاڑوں میں دو سو سو برس تک زندگی کرتے ہیں اور بڑی بڑی عین  
 پاتے ہیں۔ اسلئے بادشاہ نے بھی محلوں میں جانا چھوڑ دیا۔

لطیفہ ایک مکار اسی شہر لاہور میں شہو ہوا کہ دریا کے کنارے برساتیں کرتے کرتے دفعۃً  
 بے بل و کشتی پار جا کھڑا ہوا ہی اور وہیں سے آواز دیتا ہی کہ تم گھر جاؤ اب ہم جاتے ہیں  
 بادشاہ نے اسی بلا کو خلوت میں بہک دم دیا اور اخیر میں ہمکا کر سمجھا یا تب اسنے پیٹ  
 کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ سب اس دھنچ کیواسطے ہے۔ اور غفیت حل یہ کھلی کہ آپ تو باتیں کر  
 کرتے پانہیں کو دو کر ادھر ادھر چپ جاتا تھا۔ بیٹا اسکا ہم آواز تھا۔ وہ بار کھڑا رہتا تھا اور وہاں  
 سے آواز دیتا تھا۔ لوگ جانتے تھے کہ شاہ جی نے کرامات دکھائی۔

ملہ اس حکم کی تعمیل بہت کم ہوتی تھی فقط زبانی دہلی ہی تھا۔

باوجود ان باتوں کے کمال اور ہنر کا طالب اور شجاعت کا نہایت قدردان تھا  
 جب اس کی قدردانی سے اہل فرنگ کی آمد و رفت جاری ہوئی تو ایک باجا آیا اسکا نام  
 ارغنون تھا لفظ میں نوار گن کا معرب معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس میں بہت کچھ کھٹراگ تھا یعنی  
 ایک بڑا صندوق تھا اور جہد ہر سو کھوکھلے تھے اور ہر سو کی دم یا کئی اور جانور کے پر  
 لگے تھے کہ انہیں انکھلیوں سے دباتے تھے۔ اس سے ایسی نغمہ ہاں رنگین نکلتے تھے کہ سننے والے  
 جہان رسچتے تھے۔ پہر شہو ہوا کہ اسکے اندر دو آدمی بھی ہیں انکا کچھ تصرف ہی۔ انہی  
 لوگوں نے بتوں پر اڑ کر دیکھنے والوں کی عقل اڑائی تھی ہزارہ مراد اور چند امیر و  
 موفقیوں فرنگی کا شاگرد کیا کہ بونانی زبان سیکھیں۔ حکیم علی کیلانی نے ایک عوض  
 ایسا اہلسات کا بنایا کہ پانی سے بہرہ نہ تھا اور اندر ایک پہلو میں وسیع حجرہ کہلاتا  
 مگر پانی اُس میں جاسکتا تھا۔ دریا و راوی میں ایک جہاز بنوا کر ڈالا کہ یہاں سے روٹری  
 اور گوٹری بندر کو سہتہ جاری ہوگا مگر پانی کی کمی سے مشکل پہنچا تب جل نکلا  
 ایک گنگو آئی کہ ملک ملک کے لوگوں کی زبان جدا جدا ہے۔ اس لئے انسان کی طبعی زبان  
 کا بھی دریافت کرنا چاہئے چنانچہ شہر کے باہر بہت دور ایک مکان عالیشان کو سب ضروری  
 سامان آ رہا تھا۔ بہت سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوتی ہی ماں باپ سے لے لین اور  
 انہیں بہت احتیاط سے وہاں رکھا بچوں کی دایمان اور اہل خدمت اور پرہیزگس باہمی  
 بھی گنتے ہی رکھے کہ ان کی آواز تک کان میں نہ پہنچے۔ اور مکان کا نام محل  
 رکھا جب وہ بچے پانچ پانچ سات سات برس کے ہوئے تو انہیں دربار میں منگوا کر سننے  
 چھوڑا۔ سب مغل کے جانوروں کی طرح فائین فائین کرتے تھے۔ ایک حرف بھی نہ آتا تھا  
 جشن کے دن میں میا بازار لگتا تھا چنانچہ تمام امرا و کھانہ دار بیٹے۔ جو عجائبات



ہم پہنچاتے وہ لا کر سجانے۔ اہل صنعت کے جو ہر کھلتے۔ جرنقیل اور طہہات کو  
 عمل ہوتے۔ علم ہیئت کے آلات سکھے جاتے۔ علم کیمیا اور نیرنجات کے شعبہ  
 کام میں آتے۔ جب مردانہ بازار سوچکتا تو محل کی عورتیں آتی تھیں انکا بازار گرم ہوتا  
 لطیفہ ایک اجوت لڑائی میں مارا گیا۔ بی بی اسکی حاملہ تھی۔ جب بچہ پیدا ہوا  
 تو دیکھا کہ جہان جہان باپ کے زخم لگے تھے۔ وہیں پیشے کے نشان موجود ہیں  
 تذکرہ اسکا دربار میں پیش ہوا۔ سنکر کہا کہ باپ کے زخم لگے تھے تو بدن پر لگے تھے  
 نہ کہ روح پر۔ اس بچہ میں اگر اسکی روح خیال کرین تو بدن پر زخموں کے نشان بچو سہی  
 کہا علاقہ ۹ اسپرانی نقل بیان کی کہ جب خود محل میں تھا تو ایک دن ہایوں بادشاہ  
 محل میں آئے۔ دیکھا کہ بادشاہ بیگم اپنی بانو کا تلوا سوئی سے گود کر سرسہ سی پھول بناتی  
 ہیں۔ سبب پوچھا تو کہا کہ جی چاہتا ہے ایسا ہی پھول میری بچہ کے بانو میں بھی ہو۔ خدا  
 کی قدرت کہ جب اکبر پیدا ہوا تو بعینہ وہی نشان تلوی میں موجود تھا۔  
 اکبر کی شجاعت اور دلاوری کے سوسے بھی ایسے ہیں کہ انہیں فقط زور اقبال کہنا چاہو کہ ان  
 میں لڑائی کے وقت تھیون سے بڑا کام نکلتا تھا اسلئے اسکو بھی انھیں نکالنا شروع  
 خود سوار ہو کر لڑاتا تھا اور ست انھی کہ جنکو اس فیلبان نہ جاتے تھے۔ یہہاں کی طرح برابر  
 جاتا۔ اور دانت پر ہاتھ رکھتی ہی گردن پر بیٹھا نظر آتا۔ ست انھی لڑتے ہوئے تھے۔ او  
 یہہاں ایک سچو اچھلکر دوسری پر جا بیٹھا تھا ایک دفعہ ست انھی چھٹک شہر میں آیا اور لوگوں  
 جان مال ضایع کرنے لگا فیلبان جان کے ڈر سے جرات نہ کر سکتے تھے۔ اکبر سنستہ ہی محل سے نکلا  
 اور جھطف اسکی آمد تھی اسطرف بازار میں اگر ایک کوٹھے پر کھڑا ہو گیا جو نہ ہی انھی برابر آیا  
 جھٹ جھٹ کر کے بیٹھ بجا بیٹھا اور اس کو کوڈا کر زبرد کیا لطیفہ ایک دن دو راجپوت لڑکی

کے طالب آخر۔ اکبر نے بوجھا کہ کیا جو ہر دکھا سکتے ہو راجپوت جانہا رنئے نیرہ لیک  
ایک انی اپنے سینہ پر رکھی اور دوسری دوسرے رفیق کے سینہ پر۔ ساتھ ہی تلواریں کھینچ  
کھوڑو کو ڈپٹا۔ دو نوچہ کر بیچ نیرہ پر آگئے۔ اور خود ایک ایک تلوار میں ڈھیر ہو کر  
رہ گئے۔ اس عجیبی برباد شاہ کو بھی جوش آگیا۔ جانتا تھا کہ کوئی نکھوار سطح بہری سنے  
نہ کھڑا ہوگا۔ اس لئے دیوار میں ایک تلوار کا قبضہ گروا کر پھل اسکا باہر رکھا۔ اور پیلے پر  
رکھ کر جانتا تھا کہ آگے جھک کر جو راجہ ناہنگہ دوڑ کر لپٹ گیا اکبر نے اُس کو اٹھا کر دیوار  
اور نہایت خفہ ہوا کہ تو نے میری دلاوری کا جو ہر کیوں نہ کھلنے دیا تو شیر کے نثار کا حق  
تھا اکثر چیتے اور شیر شہر سے نثار کئے۔ چنانچہ اگر اُسکی بہادری کے کارناموں کو کوئی  
چھبکا تو ایک شاہنامہ تیار ہوگا۔ آخر پچاس برس کی سلطنت کے بعد ۱۵۵۶ء میں خوشی اہل کا  
نثار ہو گیا۔ تانچ ہوئی کہ ع الف کشیدہ ملائیک قوت اکبر شاہ

## نورجہان بیگم

ملک ایران بن خواجہ محمد شریف نام ایک عہدہ دار بادشاہی تھا۔ چونکہ آدمی بالیاقت  
اور صاحب تدبیر تھا۔ بڑھتے بڑھتے شاہ کے دربار میں فرار کے مرتبہ کو پہنچ گیا۔ چند  
روز کے بعد اسکا انتقال ہوا۔ مگر وارثوں سے فلک نے دعا کی۔ مرنے والے اسکا بیٹا ایسا بنا  
ہوا کہ معاش کی تلاش میں گھر سے نکلا۔ اور ایک قافلہ کے پیچھے پیچھے مع جمال ہندوستان  
کو روانہ ہوا۔ بی بی حاملہ تھی۔ اس حال میں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لے سامانی کا سفر  
جنگل کا مقام۔ محلو کے بیٹھنے والے ان اپنے ساریات جنگل میں روتے روتے  
کاٹی چلے جاتے پھر روانہ ہوئی مگر لڑکی جو ایسے محسوس کر دے کہ دف بن پیدا ہوئی تھی

اسکا ایجنڈا سخت مشکل ہوا۔ آخر بابا بنی حالت اور بیٹی ذات کو انجام کو سوچا۔ کہا کہ خدایہ پر توکل کرو۔ اور کسی قسم کے حوالہ کر کے بہن چھو دو۔ ہر خدہ آتما کی آنچ گود سہ اتارنے نہ دیتی تھی۔ مگر جب بچہ بن آئی تو انہوں نے بھی کلیجہ کے ٹکڑی کو زمین پر رکھ دیا اور روئی چلی گئی۔ ایک بات کی جان جنٹل مین ڈیرہ کی تھی۔ تھک جاتی تو ہاتھ چوس لگتی تھی۔ مگر قسمت سرائی کھڑی منہنی تھی کہ جلد ہی مکر جس محل میں تجھے لکھنا کر بٹھا ہے۔ وہ ابھی تعمیر نہیں ہوا۔ پیچھے پیچھے قافلہ بھی آتا تھا۔ اس صبح کے ستارے کو زمین پر پڑا دیکھ کر سب حیران ہو گئے۔ ایک سوداگر کے ولیمین شہ رخم والا۔ گود میں لٹے مندرل برآیا۔ اس جنگل بیابان میں دود کہاں! سارے قافلہ میں بہتات کا چرچہ تھا کہ یہ مزارا خیاث کا بھی خیال آیا۔ سوداگر سے کہا کہ و فلک زدہ جو قافلہ کے ساتھ ہو اسکے عیال بھی ہمراہ ہیں۔ اگر سہرو کر تو عجب نہیں کہ اس بچے کی جان بچ جائے۔ غصہ کی ہجرت ہرنڈ کی اسکے حوالہ ہو گئی۔ اتنی برکت تو پیدا ہوتے ہی معلوم ہوئی کہ کچھ کھانا قافلہ سے آنے لگا اور ایک سواری بھی لگئی۔ سوداگر نے جب مزارا خیاث کی لیاقت اور خاندان کا حال معلوم کیا۔ تو بہت افسوس کیا۔ اور ہندوستان میں پہنچ کر اکبر کے دربار میں پہنچا باؤ

ہمایون بادشاہ جب ہرات میں پہنچا تھا تو خواجہ شہر لہا یعنی مزارا خیاث کا باب ہرات کا حاکم تھا۔ اور اس وقت میں بادشاہ کی بہت خدمت کی تھی۔ چنانچہ اب مزارا خیاث نے باپ کے حقوق و سفارش میں پیش کیا۔ اور چونکہ خود بھی سچا اور خوشنویس اور شاعر خوش فکر تھا۔ دیوان ہومات ہو گیا جسطح اور امر کی بی بیان محملین جا بآ کر تھی جس میں سبط مزارا خیاث کی بی بی بھی جا بآ کر تھی۔ بلکہ اسکا ایک بیگم سے ہنسنا بھی ہو گیا تھا۔ اور چونکہ اس عمر

مین لڑکی بھی بڑی ہو گئی تھی اسکا نام مہرالنسا رکھا تھا چنانچہ ان کے ساتھ بیٹی بھی جایا کرتی تھی۔ مگر اسی عالم بن حسن خدا داد کے ساتھ اسکے آن انداز کو دیکھ کر ساری بی بیان کہتی تھیں کہ دیکھو یہ بھلی کدھر گرتی ہے۔ ایک دن مینا بازار میں بھرتی چھائی گئیں ان دونوں میں شہزادہ تھا۔ دو کبوتر ہاتھ میں لئے روش پر چاٹکا۔ اسوقت سرور کے عالم میں تھا۔ مہرالنسا کا بلیٹے پن سے چمن میں بھرنا بہت بھایا۔ آپ پھول بوڑنے لگا اور اس سے کہا کہ بی لڑکی فوراً ہمارے کبوتر تولی رہو مہرالنسا نے کبوتر اسکے ہاتھ سے لئے۔ اتفاقاً ایک کبوتر پھڑک کر ہاتھ سے چھٹ گیا۔ جب شہزادہ اودھر متوجہ ہوا تو پوچھا کہ ہین۔ میرا کبوتر کیا ہوا۔ اس نے کہا صاحب عالم وہ تو اڑ گیا۔ شہزادہ نے کہا کیونکر اڑنے دوسرا بھی اڑا دیا کہ حضور اس طرح اڑ گیا۔ یہ بھوسے پن کی ادا اسوقت ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ شہزادہ کو ایک خیال پیدا ہو گیا و

ان کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو بیگم سے شکایت کی۔ اور بیٹی کو محل میں لجا با چھوڑ دیا بلکہ رفتہ رفتہ یہ شکایت بادشاہ کے کان تک پہنچی۔ اکبر بہت خفا ہوا۔ بیٹے کو خلوت میں بلا کر سمجھایا کہ بیٹا بادشاہوں پر واجب ہے نوکروں کی ہوسٹیں دیکھو اپنی بیٹیاں سمجھیں۔ اگر ہم ایسی باتیں کرنے لگیں۔ تو دنیا میں آج ہی قیامت آجائے۔ نہیں بھی ایک دن بادشاہ ہونا ہی خبردار۔ پھر اس خیال نکڑا۔ ساتھ اسکے مزار غیاث کی بی بی سے بھی کہا کہ تم بی بی کی کہیں دی کرو۔ اور چند روز اسے جہانگیر کی آنکھوں کی لالک کھو و

علیقلین ان ایک شخص شاہ ایران کے نعمتیانہ کا داروغہ تھا۔ وہ شاہ کے مرنے کے بعد انقلاب سلطنت کے متان میں انکلا عبد الرحیم خان خانان ان دنوں جھک پر لڑتا تھا اس ملاقات ہوئی اور معرکہ میں بڑی بڑی جانبازان کین۔ جب خان خانان دربار میں آئے

نواسی بھی حاضر کیا۔ علی قلیخان جیسا لائق بہادر تھا۔ ویسا ہی صوت کا وجہ تھا۔ اکبر نے ایک موزعہ دیکر اس توہر النساء کی سادی کی اور ڈھاکی کا صوبہ کر کے بھیج دیا توہر النساء جو عورتی کے ساتھ عقل کی پہلی اور لطائف و طائف بن بنبل ہزارستان تھی۔ چند روز میں مینا کو غلام بنا لیا علی قلیخان کو فن بل میں بھی مل تھا۔ ایک دن راجہ دیکھتا تھا۔ بیگم نے کہا کہ درامیر از اسچ بھیجی تو دیکھو۔ اس نے قوعہ بھیجی۔ اور دیکھ کر کہا کہ بیگم سر پر حقیر شاہی تو بن ہو تا نظر آتا ہے۔ بیگم ہنسے لگی مگر ساتھ ہی جہاگیر کا معاملہ دلیمن کھٹک گیا اور

الغرض جبکہ جہاگیر بادشاہ ہوا تو پھر اس کی نیت بڑھتے ہوئی۔ اور عشق کی چنگاری جو کجلا گئی تھی وہ چمک اٹھی۔ علی قلیخان کو بہانہ سے بلا بھیجا اور چاہا کہ کسی سے ڈھب سے مروا دے جس کا الزام نہ آئے۔ چنانچہ ایک دن اس کی شجاعت اور بہادری کی بہت سی تعریفیں کر کے مست تھی کے سامنے کر دیا۔ اس سر چنگ نے اس کو مار ہٹایا۔ پھر ایک شیر نہ ہٹا ہڈی ڈالنے سے بے ہتیار ہی مارا اور شیر افکن خان کا خطاب لیا۔ جب یہہ وار نہ چلے تو ایک رازدار کی ربانی صاف پیغام بھیجا۔ اس غیرت والے کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور سوچ سمجھ کر یہی مناسب دیکھا کہ اس نوکری پر لعنت کر کے اپنی جاگیر پر جا بیٹھے بادشاہ نے قطب الدین خان اپنے کو کہہ کر دیوان کا صوبہ کر کے بھیجا اور اشارہ کر دیا کہ صلیح ہو اس کا کام تمام کر دو شیر افکن خان بے خبر سردوان میں اپنی جاگیر پر بیٹھا تھا سننے ہی استقبال کو آیا۔ دو چار جان نثار اسکے ساتھ تھے قطب الدین خان کے آدمیوں نے فوراً انہیں گرفتار کر لیا۔ شیر افکن خان دیکھ کر حیران ہو گیا سمجھا کہ معاملہ بگڑ گیا۔ لہذا کھینک کر کوئٹہ جی کے ایسا ایک ہاتھ مارا کہ دو ٹکڑی ہو کر نہ رہا رسالہ مروان میں جا کر۔ بادشاہی سپاہی دیکھتے ہی ٹوٹ پڑے اور اس زن نہاکی بوٹی بوٹی بانٹ لی۔ مگر تنگ نام کے دیوان میں نام اس کا سر قرون میں لکھا گیا۔ اس بیگناہ کے لئے ہزار چروان

براقیو ہی جم تھا کہ جہانگیر کا قریب تھا۔ اب تو بادشاہی جم کو ارا سلطنت کا گنہگار بھی ہو گیا۔ سب گھبراہٹ ہو کر دربار کو روانہ ہوا۔ مگر مقصد اسی کو پہنچا۔ سے تھا۔ چنانچہ اب بروہ بھی درمیان سے اٹھ گیا تھا۔ ایک بی بی کھلم کھلا پیغام دیکر آئین مہر النساء شہزادہ کو بھیج کر آئینہ لائی اور بی بی کہ شیر افکن جیسے خاوند کو گنوا کر دوسرے کا منہ دیکھنا ننگ و وفا کا منہ کا لا کر ہے۔ بی بی تم میری طرف سے حضور میں عرض کرو کہ خیر جہان نباہ اس بد نصیب پر جو کچھ گزر گئی اس کی نقدیر میں ہی لکھا تھا۔ مگر یہ وہ بیکس پر اب رحم فرمائی اور اس مرنے والے کی روح کو اندازہ دیجو۔ اس جواب نے سنے سنایا ہی کہا کہ سبحان اللہ والی بی بی جسے اپنے پیارے شوہر کا قریب بھتی اس کی سند شاہی پر یہ طبع خاک ڈالتی ہے۔ مگر جہانگیر اس دکھی پر سے بہت اوشا ہوا تو بھی جو دکی پھانس تھی وہ لگی ہی۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ان کو اشارہ کیا کہ مہر النساء کو اپنے صاحبوں میں کھلو۔ رت طبع بھی گزری۔ غرض برجنو برجاتے اخیر کو یہ ہوا کہ مہر النساء سے نور محل اور نور محل سے نور جہان بادشاہ کا نام بنکر نور الدین جہانگیر کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔

نور جہان جس قدر کے ساتھ سلطنت میں بھی بے نظیر تھی۔ بادشاہ تو شراب کا نام رانگی رکھ کر اس کی رنگ لیون میں لگ گئے۔ اسنے عام سلطنت سا حال لی۔ یہاں تک کہ جو حضور میں کچھ عرض کرتا جواب ہوتا کہ ہم تو دو پیالے شراب اور ایک سنجہ کباب پر سلطنت یکم کے انتہی چ چکے۔ جو کہنا ہوا آئے کہو۔ روپیہ شہری پر سکہ لگ گیا کہ حکم نکیر یافت صدر یور و بنام نور جہان بادشاہ یکم ز مہر کا جمع تھا کہ

گشت بفضل اللہ و ہم و ہم از جہانگیر شاہ و مزار غیاث یعنی باپ و ماما

ہو کر وزیر سلطنت۔ اور بھائی صفحہ چاہہ ہو کر دربار کے مالک ہو۔ خود جھروکہ میں بیٹھ کر حکم حکام جاری کرتی تھی۔ اور انہیں نصیحت دینا اپنی غرض غرض کہہ دیتی تھی۔ بادشاہ کا یہ عالم تھا کہ ایک دم بیگم جدا ہو زمین تو بے چین ہوتی۔ اگر دم کے دم دربار میں بیٹھتے تو پیچھے سرودہ بڑجاتا۔ بیگم پشت پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتیں۔ — غرض خلوت و جلوت میں اسی کا جلوہ تھا۔ راجہ آن سنگھ کی بہن۔ مہاراجہ جو دت پور کی بیٹی وغیرہ رانیان اور مہارانیان تھیں۔ مگر نور جہاں نے جس کے حوالے سے نور کو دے تھوڑا بادشاہ کے کئی بیٹے تھے۔ مگر ایک بیٹا دوسرے چھوٹا خورم تھا۔ کہ وہ بیٹی ابھی ہوا ہو کر بادشاہ ہوا۔ چونکہ اہل اس سے بہت شہناہراہ ہونا نظر آتا تھا۔ آصف جاہ نے دور اندیشی کی انگلی سے دیکھ کر اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی تو نور جہاں کی ایک بیٹی شیر افغان سے بھی تھی۔ اس کی شادی بادشاہ کے چھوٹے بیٹے شہر یار سے ہو گئی۔ اب نور جہاں کو یہ فک پڑی کہ جہانگیر کے بعد تاج شہر یار کی سبط شہر یار کے سر پر رکھا جائے۔ اس لئے بھائی سے بھی کھٹک گئی۔ اور خورم کی طرف سے بادشاہ کے ایسے کان بھرو کہ اس کا ایک شہر یار کو لگیا۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے کو لاکھوں کے ساتھ لڑا دیا۔ ان لڑائیوں میں بادشاہ کی طرف سے مہاتجانی نے بھی خوب خوب جوہر وفاداری کے دکھائے تھے۔ چنانچہ اب اس نے ایسا زور پکڑا کہ وہ نور جہاں اور آصف جاہ کو تو ہاتھوں سے نکلنے لگا۔ چونکہ دربار نور جہاں کی بیٹی میں تھا۔ یہاں سے اٹھ کر سید احکام جاری ہونے شروع ہوئے۔ آخر حکم پہنچا کہ اپنے علاقہ سے چلی او اور حساب کتاب سمجھاؤ۔ ناچار مہاتجانی آیا مگر اپنی رفاقت میں باغیہاں لڑ چلا

ایسے لایا کہ جو آسکے نام پر سرگودھے کے گورنر کی زندگی کی سمجھتے تھے۔  
 بادشاہ کا بل کر جاسے۔ تب اور جہلم کے کنارے پڑے تھے جو حاضری کی  
 اطلاع ہوئی۔ حکم ہوا کہ جب تک آصفیہ کو صاحبانہ سمجھا دو۔ تب تک ہجرت کو  
 مہاجرت بہت ادنیٰ قرار دیا۔ دوسری دن علی الصبح دیکھا کہ بادشاہ  
 حرم سرا میں منع چند خواہنوں اور خواجہ سراؤں کے رہ گئے ہیں۔ آصفیہ  
 اور عام اندک بار آکر گیا۔ ہے۔ اسی وقت بل اور گھاٹ کو روک کر  
 کروا چوتھوں کو پھیلادیا اور خود گھوڑے پر سوار قانون کے اندر بارگاہ کو  
 دروازے پر آن کھڑا ہوا۔ حرم سرا میں غل مچ گیا۔ بادشاہ گھبرا کر باہر نکل  
 اور کہا کہ ہاں بتیاد کی کیا کہتا ہے۔ اُس نے اٹھ بڑے عرض کی کہ تمہو  
 کے ہاں جو کچھ اور خد کر گیا ہے میں آیا ہوں۔ بعد اسکے تین دفعہ قصد ہوا  
 اور اسی وقت بالکل اپنے سپاہیوں سے اٹھواؤ و کئے عادی ہوا اپنی خیمہ پر لگیا  
 مذہب کو اہل ہندوستان کو نصرت کیا۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ چال چوک گیا۔ بلیم کو  
 ضرور لانا تھا۔ جہانگیر بادشاہ کو سوار کر کے لایا۔ مگر وہ اتنے عرصہ میں بارگاہ  
 کئی تھی۔ اچانک ہر ایک کے بگڑنے کا خیال کر کے اُس کے ڈیرے پر آیا۔ اور وہیں  
 بادشاہ کو قتل کر دیا۔

اور جہلم سے پار جا کر جہلم کے ساتھ تمام سرداروں کو بہت لعنت لامت کی اور  
 فوج کو تیار کیا۔ یہاں بادشاہ کو جہلم بادشاہ کے بیٹے کے خبردار لڑائی کا  
 ڈھنگ نہ ڈالنا مگر وہ بارہ آئی۔ پہلے دن ایک سردار بیچ ایک رات اور ناکام ہوا  
 اور دوسری دن آپ جو بیچ میں بیٹھی۔ شہر بار کی چھٹی سی بیٹی کو گود میں اور وہ خود سرگودھے



اُسکے پیچھے بھاگ کر سب سے پہلے اپنا ماتھی دریا میں ڈالا اور فوج کو بابا اب اتار کر  
 میدان گرم کیا۔ بہت ترکش تیروں کے آپ خالی کئے۔ آخر ہزاروں آدمی ضایع  
 ہوئے لڑائی کو دین رخصی ہوئی اور بیگم خود اسکا بازو باندھتی ہوئی پارترگئی  
 اور ہر باتحان سے بڑھ کر کئے بادشاہ کے تصدق ہوتا تھا مگر قید کر رکھا تھا  
 اور جو چاہتا تھا سو کرتا تھا۔ زمینوں کے بعد قول و قسم کے بیگم کو بلایا لیکن  
 ایک فیصلہ میں اتار کر قید کر دیا۔ اور جبراً بادشاہ سے قتل کا حکم لکھو لیا۔ بعد  
 اس کے خواجہ میر کو بلایا اور بیگم کو موت کا پیغام سنایا۔ بیگم نے جب یہ حکم سنا تو  
 ماتھے کے طوطے اڑ گئے۔ مگر تیز کر کے میدان میں ایک قدم نہ جوگی۔ نہایت بے بُرائی  
 سے کہا کہ خیر میری مالک کا یہی حکم ہے۔ تو ایسا عرض مانجھے ہزار جین سے بہتر ہے  
 ایک فوج اسکا آئندہ دیکھو۔ ہر باتحان نے بڑی تکرار سے مانا۔ مگر اس شرط  
 پر کہ ملاقات میر میر سے ہو۔ چنانچہ وہ فوجان کہ جسکے پر وہ کے سامنے سے اُتر اور وزیر  
 بنہار کی مفت ہزار غنیمت ہندو پہلے جاتے تھے۔ نظر بند ہی کے بندہ سے سب پال میں بیٹھ کر آئی۔  
 سید کچیلے کپڑے پہنے۔ چہرہ پر ہوا سب ان اُڑتی تھیں۔ کئی کئی ان بانیان ہاؤین بیڑیاں پہنے  
 منہ سے کچھ بولی مگر ان دنوں سے اُڑ کھڑی ہوئی کہ باہوسی اور سب اعتباری کی تصویر بنے  
 کھینچ دی۔ اُسکی صورت دیکھتے ہی بادشاہ کا جگر بانی بانی ہو گیا اور انکھوں سے آنسو  
 نکل پڑے۔ غرض ہر باتحان کی منتیں کر کے جان بخشی کر دائی۔ اور تمام لشکر کا بل کو  
 روانہ ہوا اور

اب بیگم نے اندر ہی اندر جبر اپنے بند و بست شروع کئے۔ اور ہر آصفیاء جو بھاگے  
 ہوئے تھے وہ بھی صفائی کر کے اُسکے اور ہر باتحان کی ہماہم بن فوق آنے لگے

مگر راجپوت جہین سوا تلوار مارنے کے اور کسی بات کی غفلت نہ تھی وہ پہنچوڑوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ کابل میں ایک دن اُسے اور بادشاہی سپاہیوں کے کسی آپس کی بات پر تلوار چلی۔ کچھ ٹوکاک غیر تھا۔ کچھ ہوابدلی ہوئی تھی۔ غرض یہاں راجپوتی کہانوں کی کھڑکشا ہوئی۔ بہت سے بادشاہ لگے۔ بہت سے بھاگ کر پہاڑوں میں گرا۔ بہت سے خراسان ترکستان میں غلام ہو کر ایک گویا تباہ خان کا زور اور بھی کم ہوا اور نور جہان پھر اپنی چمک دکا دکا لگی۔ چنانچہ مہاتما کو تباہ جہان کی مہم کا یہاں کر کے نکالا اور ایک دشمن کے ہاتھ سے سانپ مرے اور دونوں طرح اپنا مطلب قائم رہا۔

بادشاہ چند روز کے بعد وہاں سے کشمیر پہنچے مگر سروسی کے سبب کامیابی پرانی بیماری نے زور کیا اور پھر تباہ خان کو بھری۔ جب اس کے گلے سے تمام پرانے تو شام کے قریب نکال لیئے بیٹھے۔ قزاقوں اور وہاں کے پہاڑی سیندار سہرن وغیرہ ٹکڑوں کو گھیر گھیر کر لاتے تھے۔ سامنے ایک پہاڑ کی دھار تھی۔ جب ہرن اُسکی چوٹی پر آتا تو بادشاہ بندوق مارتے تھے کہ نکارگوئی کھا کر قلا بازیاں کھانا نیچے جا پڑتا۔ ایک اجل سجدہ نکا ہرن کو کھیر کر سامنے لایا مگر ہرن ابھی بھیک زد کے مقام پر نہ آیا تھا۔ یہ بچار خدمت کے جوش میں اوڑا کے بڑھا کہ اُسے روک کر آ کے بڑھائی۔ اتفاقاً پانچواں چل گیا۔ باس ایک چوٹا سا دخت اگا ہوا تھا۔ سہاری کے لئے اُسپر ماتھ مارا مگر وہ بھی ٹوٹ گیا۔ اور یہی اجل کا نکار خود نکار کی طرح اُتھا پانوار قلا بازیاں کھاتا پہاڑ کی تہ میں پہنچا کہ پڑیاں چور چور ہو گئیں۔ بادشاہ گھبرا کر اُٹھ بڑھے ہوئے اور

حرم سرا میں آئے۔ اسی وقت سے بیعت و مہم بگڑنی شروع ہوئی۔ بتایا کہ تیسرے دن جہان سو رخصت ہوئے اور ناریسج ہوئی کہ جہانگیر جہان نور جہان کی جہانزاری کا دن ہے نور ہو گیا۔ بہت روئی۔ بہت بیٹی۔ نہ نہ نوجوا بال کھوٹے اور جس روز سیاہ کے اندیشہ کا برسوں سے بند و بست کر رہی تھی وہ وقت آگیا۔ آٹھ فہاد کو بلا بھیجا کہ سہریار کے لئے کچھ نہ بیکر کرو۔ مگر جہان کی اسے گھر میں سلطنت لینے تھی۔ اسی وقت بہن کو نظر بند کر لیا اور سکی آمدورست بند کر دی۔ اسنے بھی بہنیر سے منصوبے کھیلے مگر عورت تھی کوئی جال اسکی نہ چل سکی۔ آخر رضا بقضا دیکر پیٹھ ہی ٹوڑ

نور جہان بڑی سلیقہ دہی بی بی تھی زیور پوشاک۔ بناؤ سنگار گھر کی رشتہ میں نئے نئے ایجاد کر گئی۔ گلاب کا عطہ بھی اسکی با اسکی ماکہ محل افشانی ہے کہوڑے پر غوبار ہونی تھی۔ شکار ایسا کھیلتی تھی جسکے نشانہ سے ہرن باڑا تو کیا جکارا ہی شیر و ہنگ کو پناہ نہ تھی چنانچہ ایک دفعہ شیر شکار کیا تو کسی طرف نے یہ مطلع کہا اور دفعہ عالم میں مشہور ہو گیا۔ نور جہان کو یہ بظاہر زنت و دھف مردان بن شیر انگنست و حاضر بدابی کا یہ عالم تھا کہ منہ سے پھول چھڑتے تھے۔ ساتھ اسکی خود بھی شاعر تھیں۔ ایک دفعہ منہ ختم ہوا۔ بادشاہ نے عید کا چاند دیکھا کہ نور جہان کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہلال عید براؤج فلک ہویداشد و اسنے فوراً کہا کہ کبہ میکہ گم شتہ ہو پیداشد و ایک دفعہ آسمان پر و مدار تارا نکلا جسے چاہل لوگ بادشاہ یا بادشاہ پر نحو س سمجھتی ہیں۔ بادشاہ محل میں کھڑی دیکھ رہے تھے کسی خواہش کے منہ سے

نکلا کہ دیکھو تو کیا ایسی شاعریں ہیں۔ سیم نے سیوقت یہ شعر پڑھا۔  
ستارہ نیت بدین طول سر بر آوردہ و فلک بشا طری شاہ پر آوردہ و  
ایک دن بادشاہ نے جو قبا پہنی تو اس میں لعل کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں  
نور جہان نے دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔ ترانہ نکتہ لعل ست در لبہ اس حیرت  
شدہست قطرہ خون منت گریبان گیر تو

جس طرح خود شاعر بھی اس طرح شعرا کی قدر دانی ہی کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دن باغ  
کی سیر کو گئی تمام باغ میں پردہ ہو گیا۔ منہ پر نقاب ڈالے نہ ہستی بولتی نہ جاہلوں  
کے ساتھ چلی جاتی تھی مرزا صیدی شاعر اُسی دن تہرہ بن پہنچا تھا اور اُسی  
باغ کے کنارے ایک کوٹھے پر اتر اٹھا۔ اسے خبر نہ تھی کہ نور جہان یہی ہے  
سے تکلف یہ شعر پڑھا۔ برقع برخ افندہ بردناز غیش و تا نکبت گل پیختہ  
آید بدش و نور جہان نے سن کر حال دریافت کیا پانسو روپیہ تو اُسی وقت  
انعام دیا اور پھر بلا کر شعرا دربار میں داخل کیا۔ اکثر شعرا سے مباحثے  
بھی ہوتے تھے چنانچہ سیم شاعر نے ایک دفعہ یہ شعر کہا کہ ز شرم آئیم  
کابائشکے نیت و بجز تم کہ مراروزگار چون شکست و نور جہان نے  
ہنس کر کہا کہ۔ بیخ بستہ شکست۔ ایک دن طالب آملی سے کہا کہ تم حضور  
کی تعریف میں قصیدے کہتے ہو کچھ ہمارے لئے نہیں کہتے؟ اس حاضر جواب  
نے ماتھے ہاندھ کر عرض کی کہ جسے دیکھا ہو اس کی تعریف کیا کروں؟

شاہ جہان نے بادشاہ ہو کر پچیس لاکھ روپیہ کی جاگیر رقم کر دی  
اور بہت عزت و حرمت سے رکھا مگر نور جہان کی آنکھوں میں جہاں

جہان سیاہ تھا رنگیلے نمونے کے بعد جب تک زندہ رہی رنگین  
کپڑے نہ پہنے۔ آخر بارہ برس تک کے بعد دنیا سے سنبھ موڑا۔ اور شہر  
تھوڑے دنوں کے پاس خاوند کے مقبرہ کے پہلو میں آرام کیا۔ چنانچہ  
ٹوٹا ہوا گنبد اُسکا اب بھی موجود ہے تو

## شہاب الدین شاہ جہان

جب جہانگیر بادشاہ نے جہان کے دار و گیر سے مخلصی پائی۔ تو آصفیہ  
وزیر نے ہر کاروں کے دار و غم کو خلوت میں بلا کر کہا کہ کوئی ایسا تیر زقا  
اور باعتبار ہر کارہ لاؤ کہ اسی وقت ہو ا ہو جائے۔ اور یہ ہمارے ماتھے کی  
انگوٹھی ہے اسے شاہزادہ خرم تک پہنچائے کہ حیدر آباد دکن میں ہے  
ایک اشرفی کوس کا تو ابھی حساب سمجھا دو اور انعام پیچھے دیکھا جائیگا۔  
چنانچہ ہمتا بنارسی نام ایک ہرکارہ آیا اور انگوٹھی کے سلام کروانہ ہوا  
یہاں مصلحتاً ایک شہزادی کو تخت پر بٹھا دیا اور تمام شک کو لیکر لاہور میں آیا۔  
اُدھر ہرکارہ انگوٹھی لیکر آڑا۔ کوہ دور یا پر سے ہوا کی طرح گزرتا اور ہوا کو گرد  
کی طرح پیچھے چھوڑتا۔ دو مہینے کی منزلیں میں دن میں سٹے کر کے خیر کے مقام  
بندر شاہزادہ کو جا مچو کیا۔ خسر اور داد میں جہلے ہی سے اشاری ٹھہری ہوئے

یہاں تک کہ مقبرہ جہان ہے پہلے یہ ہمدی قاسم خان کا باغ کہلاتا تھا۔

تھے۔ انگوٹھی کو دیکھتے ہی مطلب سمجھ لیا اور فوراً اگرہ کی طرف کوچ کیا۔ منزل  
بمنزل وار مختلف فریقین پہنچا اور حشبن شامانہ سے دربار کیا۔ جا بجا فرمان جاری  
ہوئے اور شہاب الدین شاہجہان کے لقب سے فرمانوں کی پیشانی نے  
روشن پائی ٹھ

شاہجہان کی سلطنت کے لئے اول تو کوئی پشت سے سکھ بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے  
جن ہونہاروں کی طرف سے اکا تھا تخت پر بیٹھتے ہی اُن سے خاندان کو ڈھکا کیا  
ساتھ اسکے عام رعیت کے لئے بھی اکی نسبت بہت نیک تھی اس لئے کہ کسی خستہ  
ایسا نہو جس سے بنیاد سلطنت میں خلل پڑے۔ شاہجہان کو وہی اپنی نیکواری کی  
بغاوت کے سبب سے دکن میں فساد ہوا۔ چنانچہ تو وہی تو ناکام مارا گیا مگر  
ملک دکن اسکی آفت میں گرفتار ہو گیا۔ اور چنانچہ اسکا بہہ ہوا کہ وہاں کو حاکموں  
سے خاطر خواہ اطاعتیں لینے کے لئے بڑی بڑے معرکے ہوئے۔ اور جہاں  
تازے ہو کر اسکے زور گھٹا کر گئے۔ علیمہ و انخان شاہ ایران کے کاردار نے  
اپنے آقا سے ناراض ہو کر قندھار شاہجہان کو حوالہ کر دیا مگر شاہ ایران نے  
پھر چھین لیا۔ ہر چند ابکہ فہ و آرا شکوہ اور دوسری دفعہ اور رنگ زیب  
بڑی بڑے سامانوں سے گئے مگر دونوں ناکام بھر آئے بلخ کو بھی فتح کیا مگر  
سنبھال نہ سکے۔ اہل پرتھو نے جاکام میں ایک کوٹھی متحکم بنائی اور پہلی  
اسکا نام رکھا۔ ڈھاکہ کے حاکم کو انکی طرف سے شبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ اُس نے  
دربار کو انکی شکایت لکھی اور یہ بھی لکھا کہ یہ لوگ روز بروز گناہ ہوتے  
جائے میں بلکہ قلعہ پر توپیں بھی چڑھالی ہیں۔ بادشاہ نے حکم بھیجا کہ

بت پرستوں کو نکال دو چنانچہ بہت ساری آدمی انکے قتل ہوئے باقی اس طرح نکالے گئے کہ پھر اہل برہمن کو بنگال میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا۔ اسکے علاوہ جاہلوں کے آئین نے جشن جمید اور آئین سکندر کو گرو کر دیا۔ اکبری عہد کے خلاف شیعہ قواعد و آئین جہانگیر کے وقت کے عیش رنگین۔ سب موقوف کئے اور ہندو بت کے آئین قوانین جاری کئے گئے۔

**قلعہ ملی** جب جاہ و چشم کے ہجوم کے لئے اگرہ اور لاہور کے قلعوں میں گنجائش نہ رہی تو دہلی میں ایک نیا قلعہ بنوانا شروع کیا کہ قلعہ اگرہ سے دو چاند اور لاہور سے چند در چند زیادہ ہو چنانچہ کروڑ روپیہ کی لاگت سے دس برس میں ہنک تیار ہوا۔ میر عمارت نے عرضی لکھی۔ خود بدولت ہوا دار آبی پر ہوا ہو کر لب دریا کے دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوئے قلعہ کو ملاحظہ کیا سرے پانچو تک سنگ سنگ سے گل رنگ اسپرنگ مرمر کے شیشہ کا زلال ڈھنگ۔ برجیان فصیلین اور مرغولین خوش نما۔ عمارتیں اور باغ اور باغوں کی نہرین ایسی دلکش کہ اگر بے مبالغہ بھی ایک ایک کی تفصیل لکھی جاتی تو ایک دفتر آراستہ ہو جاتی۔ کل قلعہ کا نقشہ دیکھو تو کاغذ پر ایک ہشت پہلو بھول نظر آتا ہے۔ غرض کہ جشن کا سامان شروع ہوا دیوان عام کے سامنے وہ شاہ مہمان کہ جسکا نام دل بادل تھا۔ اور دیوان خاص کے میدان میں سہا منڈل خیمہ ستارہ ہوا جسکا کس خیمہ فلک کے پار نکلتا جاتا تھا۔ یہ بھی سات برس کے عرصہ میں تیار ہوئے تھے۔ اور ہزاروں گز پشیمین کشمیر کے اور مغل زرباف گجرات کے

پشیمینا عزمین بنیاد رکھی گئی پشیمین میں تیار ہوا۔ تاریخ ہوئی کہ یہ شاہجہان آباد از شاہجہان آباد

انہر خچ ہوئی تھے۔ دونوں نے کے سونے اور چاندی کے ہتھکڑیاں پہن کر کھڑے تھے۔ ان کے آگے خوشنما شاہی نے اطلالی زر بافی سنہری و پہری جو بوہترانے گئے ابوان عالی حبیط طلائی چہت کی مینا کاری سے گوناگون تھا۔ ویسی ہی ایرانی قالین اور نہارسی کچھ ابون سے بوفلمون تھا۔ صدر لیکر ہا انداز کے ایک ایک مکان تک درو دیوار کو نخل زر باف بادلوں کو بھرا ہوا ہر رنگی۔ دیباہی زومی۔ اطلالی چینی سے۔ نگار خانہ چین کر دیا۔ صدر بین تخت طاؤس سجایا گیا اور

**تخت طاؤس** نمونہ عجائبات دنیا کا تھا۔ کڑوڑ روپیہ کہنے کو تو دو لفظ اور ایک بات ہے مگر خیال کرنا چاہئے کہ آج اس قدر سونے اور جواہرات کے لئے کس قدر دریا اور پہاڑ اٹھنے پڑتے ہیں۔ پشت کا تختہ جہر بادشاہ تکیہ لگا کر بیٹھتا تھا۔ دس لاکھ روپیہ کا تھا اور

بارہ مرصع ستونوں پر مغرق محرابین۔ اور جڑاؤ مینا کاری کی چہت دھری تھی۔ چہت سے بایہ تک خالص کنہن اور آبدار جواہر سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ اور زمین سیڑھی بلند چوہترہ پر یہ عالم تھا گویا ایک تمارہ کا گنبد ہے کہ انگوٹھی پر دھرا ہے۔ اسکی روکار کی محراب پر ایک درخت طلائی بہار می ٹھہرا تھا۔ جسے ہنرہ والاس سے سرسبز اور لعل و یاقوت سے گل رنگ کیا تھا اور ہر اُدھر اسکے دو مور رنگارنگ کے جواہرات سے مرصع جو پنج ہنرہ مونیوں کی تسبیحیں لئے اسطرح کھڑے تھے گویا ابنا چنے لگتے ہیں۔ چاروں طرف چاروں ہنرہ رنگارنگ مونیوں کی جہاز جہلائی تھی۔ آگے ایک شاہی



کہ جواہرات اور موتیوں کی آبداری سے درباری نور کی طرح لہراتا تھا اور ایک لاکھ روپیہ کی لاگت میں تیار ہوا تھا سونے و چوکی جو ہر پیر ہما وہ تھا گرد اسکے گرد سینا اور جو کمان اپنی اپنے مرتبہ سے بھی ہوئی تھیں تخت کے گرد پاس ادب کے لئے کئی کئی گز تک عیشیہ چھوڑ کر چاندی کا کھڑا ایسا خوشنما لگا تھا کہ جسکی بنا کار جا بیان مرغ نظر کو شکار کرتی تھیں۔ غرض ہر آراستہ ہوا اگر اقبال کا عذاب یکھ کر قدرت خدا یاد آتی تھی جنانچہ کٹھری کے باہر اقبال میں بار شاہنہ اور دالاتبار بعد انکی راجہ ہمارا جہ ملک ملک کے حاکم امیر و وزیر اپنی اپنی عہدہ لئے کھڑے۔ مگر عام فرمانبرداروں کی آنکھیں میں پرہ اور گوش دل اپنی فرمانروا کے حکم پر گتے تھے۔ ہر ایک درمیں دود و خاص بردار مخلص کی خلا فدار بند و قین کند ہونہر باد لہ کی جھنڈیاں انہو میں لئے بت بنے ہوئے فانی ہو باہر کے دالان میں اور عہد داروں و عہدہ داروں کے منتظر حاضر تھے اس کے گرد و زمین تین تین جہنمی جیسے کالو ہاڑ۔ آنکھیں لال لال زلفیت کی وردیاں پہنے ہتیاؤں میں او بچی بنے۔ گزرا می فولادی کند ہونہر۔ باد لے کی ہیر قین ہتھوں میں۔ نیسری درجہ میں اہل کار اور ہر کارخانے کے کاردار منشی۔ منصدی۔ قلمدان مکر میں۔ بستے آگے۔ کپے موجود تھے اور درو میں سپاہی ننگی تلواریں علم کئے۔ قدام جاندی کے کٹھری سے گے خاموش کھڑے تھے۔ باہر تین تین گز کا فاصلہ دیکر پھر جاندی کا کٹھرا کھڑا تھا۔ اور اسکے برابر ہمار سپاہی۔ خاص بادشاہی۔ جن میں دین پر ترک بائیں پر افغان سنے راجپوت اپنی اپنی وردیاں پہنے۔ سنہری پہلی ہیر قین ہتھوں میں لئے جھنجھے یہاں سو دروازہ تک سواروں کے پرے۔ دوسرے پہلے آہستہ تھے۔ جو درباری لوگ ہر ہر چہرہ پر اپنے اپنے نام و نشان بتاتے اور آگے چلے جاتے۔ گرد بد بد و بد

کایہ عالم تھا کہ ہوش و حواس کے قدم تہرہ تہرہ اترتے تھے۔ دربار میں پہنچ کر تین سلام کا ہوش  
تسلیم بجا لاتے تھے۔ جب نقیب آواز دیتا تھا کہ آداب بجا لاؤ۔ جہاں بپاہ بادشاہ  
سلامت عالم بپاہ بادشاہ سلامت تو دل سینوں میں ڈھل جاتے تھے۔ کٹھن کے  
باس کو رنش کا آداب ادا کرتے تھے۔ غرض اول شاہزادوں کی نذرین گہن رنی  
نہر و ہونین۔ ہر ایک کو خلعت اور ترقی منصب کے احکام سنائے گئے۔ بعد ازاں  
وزیر عظم کو نہت نہراری ہفت نہر سوار کا منصب عینایت ہوا اور

عجبرۃ دربار میں یہ نشان پروردگار آشکار تھی کہ دفعۃً بادشاہ آبدیدہ ہوئی اور دونوں ہاتھ فاتحہ کو اٹھائی۔ ساتھ ہی سب اہل دربار نے ہاتھ اٹھائی۔ مگر پاس آدھے کوئی شخص جرات سوال کی نہ کر سکا۔ بعد فاتحہ کے خود بادشاہ نے کہا کہ اسی بندگان با اخلاص جو خیال اس وقت میری دل میں گزرا اسکا اظہار تم پر بھی واجب سمجھتا ہوں۔ وہ یہہ ہی کہ فرعون نے ایک آنسو اور ہاتھی مات کے تخت پر بیٹھ کر دعویٰ خدائی کا کیا۔ گواہ اور آگاہ ہو کہ جس تخت اور تکبر سے اس نے وہ دعویٰ کیا تھا میں اُس سے لاکھ مرتبہ عجز و نیاز کے ساتھ عبودیت الہی کا اقرار کرتا ہوں یہہ کہہ کر اٹھا اور دو گانہ شکرانہ کا بجا لا کر دیر تک پیشانی کو زمین نیاز پر تلمسارنا۔ وقت کی تاخیر سے دربار میں ستائش کا عالم ہو گیا۔ جبکہ دل آب ہو گئی اور سینوں کے دلوں نے دم کم سے اُس ابوان میں ایک گونج پیدا کی۔ بادشاہ سجدہ سے اٹھ کر دوبارہ سند پر

۱۰ جنیوٹ خلافت جہاد کا جنم و ملا تھا اور ایک شریعت کی بنیاد کا بیٹا تھا۔ لاسویر میں علم حاصل کیا اور فقط علم کی برکت سے اس مرتبہ تک پہنچا۔  
 کہ شاہ شہداء کے ذریعہ علم ہو گیا چنانچہ شریعت احمدی میں ملازم ہوا۔ شریعت احمدی میں دین کے دلائل اللہ ہوا۔ شریعت احمدی میں زیر علم  
 ہو گیا اس کے بعد تمام جنیوٹ میں اب بھی موجود ہے جس کے دو مینار سنگ لڑان کے ہیں کہ ہلانے سے حرکت کی گئی ہے۔

بیٹھا ملک الشعراء نے قصیدہ مہارگباد کا پڑھا کسی باکمال نے کبت سنا کر گوی  
اشرفیوں میں تلاکسیکا نہہ موتیوں سے بہر گیا۔ اتنی میں غلامان خاص جواہر کا  
خوان ہاتھوں میں لئے آئے۔ چٹکے جواہر نگار خوان پوشوں میں موتیوں کی جہاں  
لنگتی تھی۔ میر و زبیر نے اشارہ کیا۔ اشارہ کے ساتھ ہی سونے روپے کے  
پھول اور جواہرات کا مینہ جھم جھم برسنے لگا

رات کو جشنِ ہستیابی ہوا کہ تمام دیوانعام ایک بغہ نور نظر آنے لگا  
فرش میں سفید پھلین سفید ہی قالین۔ دیوار و نہر براقِ طلسمین زلف و کجواب کے  
پر دی۔ مگر وہ بھی پہلی۔ آرائش کے سامان اور روشنی کے سب لوازمات موجود  
مگر تمام بلور اور شیشو سفید۔ سامنے چمن اور درختوں کے پھول پتے تمام سفید  
روشنو پر گہاس سفید۔ دربار کا لباس سفید۔ یہاں تک انگوٹھی بھی چاندی کی۔  
اسپر بھی لباس سفید غرض کہ زمین سے آسمان تک نور کا عالم تھا۔ اور دربار  
جہاں لہرانا نظر آتا تھا چند رما کی تلاکسی جشن میں نودن باقی تہا اسکے نودن تک جشن  
انعام و اکرام جاری ہے

شاہجہان کی ایک بی بی ممتاز محل آصفیہ کی بیٹی تھی کہ نہایت نیک نیت  
و نیک طبیعت تھی چارون بیٹے بھی اسی کے شکم سے تھے اور جو محبت کہ بادشاہ کو  
اس سے تھی کسی سے نہ تھی وہ حاملہ ہوئی۔ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو  
اندر کاروان و ایوان اور باہر حاذق حکیم جمع ہوئے دفعۃً ہیٹھ میں سے  
بچے کے رونے کی آواز اسی سبب نکیران بلکہ ہراسان ہوئے حکیم نے خود  
بادشاہ کو بلایا۔ اور کہا کہ اب وقت قریب آیا ہے۔ دو وصیتیں میری ہیں

وہ سن لو۔ اول یہ کہ بعد میری اور شادی نکرنا۔ کہ ایسا نہو سوتیلے بہائیوں  
 میں بگاڑ ہو۔ اور میرے بچوں کی جانیں تلف ہوں دوسری یہ کہ میری قبر  
 پر ایسی عمارت بنوانا کہ عالم میں یادگار رہے۔ تہوڑی برکے بعد لڑکی پیدا ہوئی  
 اور یکم کا انتقال ہوا۔ بادشاہ کو براغم ہوا۔ دو برس تک دنیا کی لذتوں کا لطف  
 نہ اٹھایا۔ ناچ رنگ کی صحبتیں بند کر دیں۔ اور دل و دماغ پر ایسا صدمہ ہوا کہ  
 چند روز میں بال سفید ہو گئے۔ عمارت جو یکم کے فرار پر بنی وہ حقیقت میں ایسی  
 ہی بنی ہو کہ روز زمین پر نانی نہیں کہتی۔ چنانچہ ناچ گنج کار و ضہ خاص عام میں  
 مشہور ہے۔ الغرض اکتیس برس کی سلطنت کے بعد اقبال کا آفتاب ہلنا شروع ہوا

## محی الدین و رنگ زیب کی عالمگیری

اخیر عمر میں بادشاہ غوث بادشاہی کرتے تھے اور چاروں بیٹے ملک گیری اور ملک داری  
 کرتے تھے مراوا اور تاجاؤ تو بڑی شہزادی ہی تھے۔ دارا شکوہ جو سپ میں بڑا تھا شہزادہ  
 پن کے ساتھ فقیری اور تصوف میں بھی ڈوبا ہوا تھا۔ فقرا خواہ صوفی خواہ ویدانتی  
 میں بہتے۔ انکی کتابیں پڑھواتا۔ باتیں سنتا۔ عربی اور فارسی میں تصوف کی کتابیں تصنیف  
 کروا تا بلکہ سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کرواتا۔ اور رنگ زیب برخلاف اُن کے ایسا  
 شیعہ شخص تھا کہ ہندی شیعہ کے لحاظ سے ملکی جوڑ توڑوں کے سوا دوسرا خیال نہ کرتا  
 تھا۔ جا بجا برجہ نویس ٹھجی ہوئی تھے ہر طرف کان لگے کہتا۔ بلکہ ہر بات کی پیش بندی  
 ہر یون پہلو سے کرتا۔ مگر باپ کو ہاروں بیٹوں میں ہی پیارا تھا۔ اور اکثر اسی کو پاس  
 رکھتا تھا چنانچہ نینس کی سلطنت کے بعد ایک دفعہ ایسا بیمار ہوا کہ کل کار و بار دارا کے ہاتھ

یں آگئے۔ چونکہ یہ ناز پروردہ اور سلطنت کے کاروبار میں بے تجربہ تھا۔ باب کو  
 چراغ سحر اور تخت کو زیر قدم پا کر بہائیوں کے نام ایسے حکام جاری کی کہ انہیں بڑھک  
 اور باب کو بیمار سنگہر لائے۔ ساتھ ہی انکو وکیلوں کو نظر بند کر لیا اور دربار کی خبر  
 کو بند کر کے لئی اُدھر کے سوداگروں اور بنجاروں تک کو بھی روک لیا۔ یہ حال دیکھ کر بیٹوں  
 بہائی اپنے اپنی علاقوں سے چلے۔ مراد اور شجاع نے تو کہلم کہا سلطنت کی نشا نوں پر  
 پھیری چڑھا دی مگر اورنگ زیب بہانہ اپنی منانت خج کی یعنی درپردہ تو پور  
 سامان کئے۔ مگر ظاہر میں مراد چوٹا بہائی جو گجرات دکن میں اس کے قریب تھا اسے  
 نہایت دروندی کے ساتھ ایک خط لکھا خلاصہ سکا یہ کہ مجھے سلطنت کی سہولتیں  
 مگر چونکہ داراشکوہ بد عقیدہ اور بد مذہب ہی اور تم جیسے چوٹی بھائی پر کہ قابل سلطنت  
 ہونا حق جبر کرنا ہی۔ میں برادر غریب کے حق تلفی ناجائز سمجھ کر اعانت و فضل سمجھتا ہوں۔ میرا  
 ارادہ یہ ہے کہ اس ہم کے بعد کچھ چلا جاؤں اور وہ گنج شہ عافیت میں بیٹھ کر یاد الہی  
 میں خاتمہ کروں۔ چوٹا بہائی سمجھا کہ بڑا بہائی شفقت کے پردہ میں دغا کرنا ہے۔ صفا  
 دل سو آیا اور جان جگر سی زینق ہو کر اگرہ کو روانہ ہوا۔ بہانہ بادشاہ کو شفا ہو گئی یہاں  
 تو عالم تہ و بالا ہی اُس وقت کا دربار سلطنت کو سنبھال بیٹوں کے نام فرمان جاری کئے  
 مگر اُدھر تو انہیں یقین آیا اُدھر داراشکوہ جو اس صدمہ میں ابکہ فتنہ شجاع کو شکست ہی  
 دی چکا تھا مقابلہ کو تیار ہو گیا۔ باب بڑھا تجربہ کار تھا وہ اس ناز پروردہ کی حقیقت کو بھی  
 جانتا تھا اور اورنگ زیب کو بھی خوب پہچانتا تھا۔ اسلئے مقابلہ کو منع کیا اور کہا  
 کہ دونو تہا رہی چوٹے بہائی ہیں ہم صفائی کروا دیں گے ورنہ دارانے مانا اپنی شکوہ میں  
 اگر ان دونو بہائیوں سے بھی جائز اگرچہ کہ میدان جنگ کا مشاق نہ تھا اسلئے شکست

کھائی اور ہاتھی پر سے گتے پاؤں کو در کپنجاب اپنی علاقہ بن بھاگ آیا کہ یہ ملک وسیع اور باسا مان بھی ہے اور اودھری ایران کا رستہ بھی کہلا ہی یہاں بیٹھ کر خاطر ہند و بست ہو جائیگا۔

فتیان نشان اقبال اڑاتے آکر دین داخل ہوئے مگر واداس مہم بن ایسی جان بازی سے لڑا کہ شجاعت کا چہرہ زخموں سے گلزنک ہو گیا۔ ہاتھی کا سیگند مہراری تیروں کے سیہہ جانور کا نمونہ بن گیا۔ عالمگیر نے باپ کو عرضی لگی اور چونکہ آپ اب تک سلطنت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اسلئے بہائیوں کی بے اعتدالی کا افسوس بھی لکھا۔ باپ نے ایک تلوار بھیجی اور نہایت محبت سے لکھا کہ فتح مبارک ہو مگر مجھے اگر منہ تو دکھاؤ۔ اسنے قدر مغدث کے بہانے ہمراہ کر کے بیٹے کو بھیجا۔ آپ باہر ہاگیر ہین بیٹھے بیٹھے ایسا بیج مارا کہ بوڑھا باپ نہ سمجھا سنا نو دفعہ بھی سننا کہ تمام دروازوں اور چوکی پر و نپر عالمگیری سپاہی بیٹھے ہیں۔ عرض باپ کو قید اور اگرہ کا بند و بست کر کے آگے بڑھاؤ۔ مراد کے زخمی ہوئی سے اسکی مراد خاطر خواہ برائی۔ چنانچہ سلطنت کی صورت بنتی دیکھ کر اسکے نامراد کرنے کے بند و بست کرنے لگا۔ روز عیادت کو جاتا اور جو انعام و اکرام موجود تھا دیتا اسے کہتا کہ غدیر شکر کی کسی جا کرو۔ چند روز کے بعد ایک دن اپنی خیمہ میں کسی ضیافت کی۔ وہ بے تکلف چلا آیا اور چونکہ سکا دل صاف تھا اسلئے خاطر جمع سے عیش و عشرت میں مصروف ہوا اور رات کو وہیں رہا اسنے فوراً گرفتار کر گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔

اب دارا کا حال سنو کہ لاہور میں بیٹھ کر ادھر کے سردار و نکو شامل کیا اور ہندوستان کے راجاؤں کو بغاوت کے لئے خطوط لکھے۔ باپ کو بہت وزارتی کے ساتھ عرضیاں کہیں اودھری بھی ہر طرف تحریریں جاری ہوئیں۔ چونکہ لاہور کا خزانہ اٹھ میں تھا۔ لشکر جمع

کر کے ستلج اور بیاس کے گھاٹوں کا بندوبست کیا۔ مگر جب آفیسر سکندری نقاد و جتیا  
 آیا نو دارائی فوجیں بھاگیں اور خود بھی گہرا کرتان پہنچا کہ بہرے سے ہمایوں کے  
 قدموں ایران چلا جائے۔ شاہ ایران کو ایک خط لکھ کر مدد مانگی۔ مگر وہ ان سے جواب آیا  
 کہ اس طرح فوج کا مدد کے لئے آنا زیادہ نہیں۔ تم خانہ بے تکلف سمجھ کر یہاں آ جاؤ اور  
 چند روز اس ملک کی سیر کرو۔ ہم خود تمہاری باپ اور ہمایوں سے خط کتابت کرینگے  
 اگر تخریر سے کام نکلا تو بہتر ہے نہیں تو حسب طرح ہو گا تمہارا حق نہیں دلوادین کے  
 اس آوارہ نصیبے قندھار کا ارادہ کیا مگر ساتھ فقط رفیقوں کی کفایت۔ اور  
 خدمتگاروں کی جمعیت باقی تھی وہ بھی اکثر ہندوستانی یا وہ ولایتی نہی کہ ہندوستان  
 میں سہرا ایسی ایسی محنتوں کے چور ہو گئے تھے۔ رفیقوں نے ساتھ چھوڑا شروع کیا  
 سب زیادہ یہ کہ پیاری بی بی اور کچھ عیال بھی ساتھ کجاوون بن سوار تھے۔ جب  
 کوہستان میں داخل ہوئے اور اونچے اونچے پہاڑ نظر آئے تو بی بی ہندوستان کے محلوں کی  
 پائی وئی لگی۔ اور سطح آگے جانے کو راضی ہوئی۔ دارا کو اس سے نہایت محبت تھی ناچا  
 اٹھا پھرا اور غیبتان کو جگہوں میں گھس گیا۔ اس حالت میں جو نت سنگھ جوہر پور کا راجہ  
 چچہ ہلے معرکوں میں اُس کے ساتھ حق فاق کا ادا کرتا رہا تھا اُس کی طرف سے جواب آیا۔ اور  
 اُس نے وہیں بلایا۔ ایسی ڈوبتی کو اس تنکو کا سہارا عنیت ہوا اور پھر ادھر کٹیف چلا۔ سند کی  
 مصیبتوں کا کیا بیان ہو کہ ہمایوں کی مصیبتوں سے ابھی قلم کا دم نہیں ٹھہرا۔  
 غرض جوہر پور کے پاس پہنچ کر خط لکھا اور راجہ کا انتظار شروع کیا عالمگیر نے  
 اسے پہلے ہی توڑ لیا تھا۔ جواب میں ادھر سے غبار بھی نہ اٹھا۔ امیر سردار بگے  
 بلکہ ناچار ہو کر بیٹے کو بھیجا اور بہت سی منت و رازی کی مگر وہ نہی جو ہمایوں کو ناکامی

نصیب تھی تھی وہی میراث اسوئی۔ وہ بھی کہے گیا کہ تم آج میرے جہانگیر میں جہانگیر میں  
 آنا ہوں۔ ناچار یہاں آیا اور ہر جذبہ کہ پہاڑوں کو مورچوں اور نوپوں سے  
 سکندری بنایا مگر نصیب میں تو خود دار تھا۔ یہاں بھی تم کہتا کہانی۔ شام گئی ایک پہاڑی  
 پر کھڑا لڑائی کا رنگ دیکھا گیا۔ رہے سہے جان نثار کئے جا۔ تہہ متھ اور بوز۔  
 دشمن جہانے چلے جاتے تھے۔ جب رات ہو گئی تو یوں ہو کر بھاگا۔ اندھیرا رہا  
 اہل حوالہ کہیں کے کہیں جا پڑی۔ صبح ہوتے انکو بھی ہبکتا پایا اور آہ آباد کا رخ  
 کیا۔ پہاڑوں اور جنگلوں کی راہ خود سارا۔ ڈھیر کے نعائب ہمارے رستہ  
 میں پتہ پتا بلا نظر آتا تھا۔ اگرچہ عالمگیر نے جہانگیر پہاڑوں سے پہلے ہی بائیں چلے  
 آئے تھے۔ جب موقع پاتے تھے۔ آن گرتے تھے۔ اور جو چھپے رہ جاتا تھا اسے بھونک کر پکڑ  
 پر کپڑا چھڑتے تھے۔ غرض آٹھ دن تک گرا پڑا۔ برابر چلا گیا۔ اسنی میں دیکھا کہ ایک فافلی  
 کو چلا جاتا ہے اور اس میں اکثر فنگی ہوتی تھیں۔ دارا کی بی بی زخمی ہو گئی تھی اور حکیم خراج کوئی  
 ساتھ تھا۔ اس بے سراسرمان نے ڈاکٹر صاحب کے خود ملاقات کی اور کہا کہ اس بر وقت  
 میں تم ہمارا ساتھ دو تو بندوق کی گولی کے علاوہ خدا کو ان ہی ٹوٹے۔ اسکی  
 بیکسی دیکھ کر موت ڈاکٹر صاحب کو بھی آگاہ نہ پہنچے دی اور فافلہ کو چھوڑا اسکو ساتھ واپس  
 ہوئے۔ تین دن کے بعد جب احمد آباد ایک منزل آٹھ سو خوش ہو گئی کہ کل شہر میں پہنچا مسلم  
 کے گنبد میں بیٹھ جائیگے گویا اتنی راہ میں کٹر نصیب ہوئی۔ اور یہی غنیمت ہو کہ رنہ رنہ  
 کی آفت سے تو خاطر جمع ہوئی۔ مگر مکان کی قلت اور آدمیوں کی کثرت سے ایسی جھپٹش تھی  
 کہ جو بی بیان کئی کئی دیوہڑوں کے اندر محلوں میں بیٹھتی تھیں ان میں اور ڈاکٹر صاحب  
 نقطہ ایکٹ کا بروہ تھا۔ غرض جنوںات کا ٹی صبح کو کوچ کی تیاری ہوتی تھی جو ایک



شخص نے اندر جا کر کچھ کہا کہ دفعۃً ساری بی بیان و فریگیں اور انکی باتوں سے ہم سمجھ میں آیا  
 کہ احمد آباد کے دروازے بند ہیں۔ یعنی آفت نصیب کو اندر جانا نصیب ہوگا۔ اب جان کی خیر  
 اس میں ہے کہ ہمیں بے بہرین اور کسی اور طرف کو نکل جہیں انہی میں ڈاراشکوہ اندر سے تیراں ہو گیا  
 نکلا سب تعظیم دی مگر چپ کھڑی ہو کر اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین آسمان میں سے  
 کہیں ٹھکانا نہیں نظر آتا اور سو یا یہی کسی کے کسی کی اس نہیں دل شکستہ نوکروں سے  
 آبدیدہ ہو کر کہا کہ میں نہیں جانتا مجھ پر اور ان پر وہ شینو پر ظالموں کی ہاتھ سی کیا کیا کچھ ہوتا  
 خیر رفاقت کا وقت ہے۔ یہ حالت انکی دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کے ہی آنسو نکل پڑے غرض  
 اس غم و اندوہ کو دھوین سے دلو خالی کر کے ڈاکٹر صاحب سے بھی خست ہوا۔ چارپانچ رات  
 سواریوں کے ساتھ دو ہتھیوں پر چند صندوقے اور کئی گھڑیاں لاد کر سوار ہوئے۔ اور چند  
 رفیقوں اور خواجہ سراؤں کو لیکر چلا۔ مگر شیروں کے ہاتھ سے امید نہ تھی کہ چار قدم بھی  
 صحیح سلامت چل سکے غرض جس سہ آیا تھا انہیں قدموں بھر بھر کر روانہ ہوا  
 جاتے ہوئے کچھ کے راجہ فی بڑی خاطر کی تھی۔ اور اپنی بیٹی اس کے بیٹے سے مامرد کی تھی  
 ابکی دفعہ وہ بھی اس بے مدد و تکی سے پیش آیا کہ دنیا کی پوفاسی کی تصویر دل پر  
 کھینچ گئی اور اس کے نیچے سے نجات پانی غنیمت ہوئی۔ ناچار پھر بھکر کر روانہ ہوا  
 کہ ادھر سے قندھار کی راہ ایران کو نکل جائے۔ اب فقط گنتی کے خدشہ کا  
 اور چند خواجہ سرا عیال و اطفال کے ساتھ تھے اور دریا سے سندھ کے کناروں  
 اور سرحد کے پہاڑوں میں ٹکراتا پھرتا تھا۔ چنانچہ انہی پہاڑوں کا ایک سروا  
 بڑے خلوص اور خاطر داری سے پیش آیا اور وعدہ کیا کہ قندھار تک خود  
 جا کر پہنچاؤں گا مگر ایک جیون نام ایک افغان اُدھر کا سردار تھا۔ کہنا سہجیان

نے ایک دفعہ اُسے اتھی کے پاؤں سے کھچوانے کا حکم دیا تھا اور دارا شکوہ نے اُسے بچایا تھا۔ اس وقت میں اُسکے خط پہنچے دارا کو پہر لالچ آیا کہ شاید اسکی مدد سے یہیں کچھ بات بن جائے چنانچہ بے تکلف اسکے گھر چلا آیا۔ وہ بڑی تعظیم و تواضع سے پیش آیا۔ یہہ فلک آوارہ اُسکے دل کی دعا سے بخیر تھا۔ بے تکلف رہنے لگا کہ چند روز بیٹھکر یہاں دم لے۔ مگر قسمت کی گزشتگی کب ٹھیرنے دیتی تھی۔ جس پیاری بی بی کے سوا کوئی غمخوار و رفیق نہ رہا تھا ان دکھوں کا وہ بھی ساتھ نہ کر سکی۔ یعنی مصیبتوں کے علاوہ کئی جہینے سے جو بیماری کے دکھوں میں مبتلا تھی جان و کمر عذاب دنیا سے چوٹ گئی۔ دارا کو نہایت رنج ہوا۔ دل زندگی سے نیراہ ہو گیا اور رہے سہے ہوش و حواس ہی جاتے رہے چنانچہ جو جانشانہ ایسے وقوں کے رفیق تھے انہیں جنازہ کے ساتھ کر کے لاہور بھیجا کہ اپنے پیر یعنی میان میر صاحب کی خانقاہ میں دفن کریں۔ اس وقت اُس آفت زدہ کو اکیلا دیکھکر ملک جیون کی بدنیتی چوٹ پہی اور فوراً گرفتار کر لیا۔ باغیہ کار دارا سرحد پر موجود تھے۔ انہیں خط لکھ بھیجا اور انہوں نے بادشاہ کو خط لکھا کہین۔ چوٹے بہائی نے بڑی بھائی کی گرفتاری کی خبر سنکر شادیاں بھجوائے اور ملک جیون کے لئے خلعت پیش کیا۔ اور تختیاں جان کا خطاب بھیجا کہ حکم دیا کہ جلد لیکر حاضر ہو۔ دارا بچار مع عیال و اطفال بانوین رنجیرا تھون میں ہتکڑیاں پہنے اُسی وقت روانہ ہوا۔ جب شہر ایک منزل رہا تو بادشاہ نے ایک مقبرہ خاص بھیجا کہ جا کر خود دیکھ آئے اور نئے حکم پہنچائے۔ چنانچہ دوسرے دن اُسی ہدایت کے بموجب شہر میں لائے۔ ایک ہنسی کہ جسکی پیٹھ پر چھاتی تھی

نہ تھی اس پر وہ قیدی طوق و زنجیر میں سسل تھا۔ بیٹا برابر بیٹھا تھا اور خدا کی قدرت کو دیکھتا تھا کہ بہہ کو نسا نسا جہان آباد ہے اور کج اسمین میرا کیا حال ہے شہر کے لوگ بازاروں میں کھڑی زار زار روتے تھے اور دم نہ مار سکتے تھے چنانچہ تمام شہر میں پہرایا اور پرانی دلی میں لجا کر قید کر دیا دوسری دن بختیار خان بدخجست بھی اپنے صن خدمت کے افام کے لئے دربار میں حاضر ہوا۔ جون ہی شہر میں قدم رکھا۔ ہزاروں آدمی کو ٹھون اور دکا نوں پر کھڑے ہو گئے۔ چاروں طرف سے لغت پھٹا رکا غل ہوا۔ جوتیان ٹھیکری خاک مٹی جو کچھ جسکے ہاتھ میں آیا برسانے لگے۔ اور اس قدر بلیک گرے کہ کئی ہمراہی اسکے ہال ہو گئے بلکہ اگر کو نوال نہ آ پہنچتا تو لوگ بدخجست خان کی بوٹیان اڑا ڈالتے۔

دارا شکوہ نے اس عالم میں ایک قلعہ اپنے ہاتھ سے لکھنا بھیجا جسکا ترجمہ یہ ہے  
برادر من بادشاہ من سلامت سلطنت تہین اور غنہاری بچون کو مبارک ہو مجھ سے  
اب کچھ ہوس نہیں ہی فقط ایک گوشہ عافیت اور ایک نوڈی خدمتگاہ چاہتا ہوں  
کہ نعمت کہا کہ پانی کا گھونٹ پیون اور غنہارے لئے دعا کرتا رہون والدعا۔ بادشاہ  
بھائی نے اسکے جواب میں کیا تو یہ کہ کیا کہ علما کو بلا کر چند رسالے اور کتابیں جو  
اسنے علم تصوف میں تالیف و ترجمہ کروا سی تھیں وہ پیش کیں۔ اور پوچھا کہ  
جس شخص کا یہ اعتقاد ہو اسکے لہر شریع میں کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسکے  
مضامین شریعت کے خلاف ہیں جس سلمان کا یہ اعتقاد ہو اسکا قتل واجب ہے  
چنانچہ اپنی نزدیک یہ حجت شرعی قائم کی۔ مگر معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس مظلوم کا قتل  
ہا یعنی مرد خدا متکار ہی مطلوب نہیں کہ تم کسی سے سازش دوشانے کا خیال کرو ۱۵

بول کر گیا۔ ایک سنگدل اپنی خداوت ذاتی سے اُسکے لہو کا پیا سا تہا اُسے حکم  
 دیکر خد ظالمون کے ساتھ بھیجا دو نو باپ بیٹے اُس یران گھر میں بیٹھے سو  
 نی وال پکار رہے تھے۔ بلکہ اس عالم میں ہر کے خوف سے اکثر وہی کہا پا کرتے تھے  
 پسند و ن نے اپنی قسائیوں کو سامنے آتے ہی پہچان لیا۔ لیکن تمپوری لہونے  
 سوقت ہی بیکسی سے خاک میں ملنا گوارا نہ کیا۔ ایک چوٹی سی چھری باور چھانہ  
 بن بڑی تھی وہی اٹھالی۔ اور جب تک کہ ظالم چارون طرف سے نہ آن کرے  
 ب تک وہ ہی نہ گرا۔ آخر زخون سے چور ہو کر مارا گیا اور مرکز پر کوچہ و بازار  
 میں شہر سوا۔ بلکہ جن لوگوں نے بختیار کے ہمراہیوں کو پال کیا تھا ان پر بھی خلیفہ  
 مخالفت کا جرم ثابت کر کے مارا اور رعب اپنا لوگوں کے دلوں پر قائم کیا۔  
 ہی سنگد زہری تیری ہی عالمگیری و کتنے دن آپ جیا جلے دارا مارا بوڑھ  
 ہائی کا تو یہہ حال ہوا مراد بخش چوٹے بہائی کا حال سنو کہ گوالیار کے قلعہ میں  
 بد تھا۔ معلوم ہوا کہ اُسکا ارادہ بہا گئے کا ہے۔ اُسے ومان سے طلب کیا۔ او  
 مل کا سامان سطح طیار کیا کہ مراد بخش کو دکن سے چلتے وقت ایک خدمتگار  
 مارش کا شہہ ہوا تھا اور اظہارون کے وقت اُس نے بہت گستاخی سے  
 اب سوال کئے تھے۔ چونکہ میدان جنگ کا سامنا تھا اور موقع نازک تھا اسلئے  
 سے مروا ڈالما تھا۔ اب اُسکا بیٹا دربار میں مدعی بنکر پیش ہوا۔ چنانچہ بادشاہ  
 دل نے اُس نامراد بہائی کو گوالیار سے بلا لیا۔ اور قصاص کے حکم سے اطلاق  
 جی۔ اُس نے جواب میں کہا پیچا کہ مرنے سے میں نہیں ڈرتا مگر جوقت قتل کا حکم  
 دیا تو میں حاکم باختیا تھا بلکہ تھے ہی مجھے بادشاہ مارا ہوا تھا اور حاکم باختیا

اپنی مسند حکومت پر جو حکم تجویز کرے اگر اسکی راجہ درست ہے تو بارگاہ الہی میں دو  
 ثوابوں کا مستحق ہے اور اگر خطیہ ہے تو ایک ثواب کا۔ حاکم پر کسی شرح اوقاف و ثواب  
 میں اسطرح قصاص مجرمانہ نہیں آیا فقط۔ اور نگاہی عدالت میں بہ عذر بھیج دیا  
 ہو کہ حکم قتل کا جاری ہوا اور وہ نامراد و نوجوان اپنے نامہربان بہائی کے حکم سے  
 شجاع نے اگرچہ بہت دفعہ شجاعت دکھائی مگر ہر دفعہ شکست کھائی جب دنگرینی  
 فوج برابر دھاکے چلی گئی اور سطح چھانہ چوڑا تو ناچار ہٹتا گھٹتا آراکان کے  
 یاچہ کے پاس چلا گیا۔ اور وہاں جا کر مفقود الغیر ہو گیا اور

## عالمگیر کا لشکر دکن پر جاتا ہے

ملک دکن کے اضلاع اکبر کے عہد میں یہی خراج دینے لگے تھے۔ شاہجہان نے  
 اپنی حکومت کو ان میں زیادہ نزویر دیا تھا اور خود عالمگیر ہی اسوقت ہی فوج لیکر  
 گیا تھا۔ اب جو سب طرف سے خاطر جمع ہوئی اور دیکھا کہ جواہرات کی کانوں اور  
 سمندر کی بندرگاہوں سے اس زرخیز ملک میں روپیہ کی بڑی کثرت ہے۔ چاہا  
 کہ اپنی عالمگیری کو وہاں پورا کرے۔ اس واسطے اس کے لینے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ  
 بہتین دن اور یہی بڑی بڑی تھیں مگر ابوحسن تانا شاہ حیدر آباد اور  
 گوکنڈہ کا حاکم بڑا صاحب اقتدار اور عالی دماغ بادشاہ ہما تھا اسکی خوش فرائی  
 اور بہت سی رعیت بھی اسے نہایت غریب رکھتی تھی۔ چونکہ بادشاہ کو  
 عالمگیر سے ہاتھ بھی عہد و پیمان پر صدق دل سے قائم تھا اسلئے سر دہست  
 مجبور ہوا۔ نہ آبا۔ آخر ایک جان نثار خاص کو روانہ کیا اور پیغام پہنچا کہ

ایک الماس نہایت نایاب تمہاری جواہر خانہ میں ہے وہ بادشاہی جواہر خانہ میں داخل کرو۔ امیر مذکور کو خلوت میں یہ بھی سمجھا دیا کہ غرض اس نکالت سے فقط لڑائی کا بہانہ پیدا کرنا ہے۔ اس لئے نہیں بھیجا جاتا ہے کہ نانا شاہ کی ہر ایک بات پر نظر رکھنا اور ضبط ہو کر اس کے بڑانے میں کوشش کرنا۔ بلکہ اس طرح بیباکی اور گستاخی کی باتیں کرنا چکنا ناٹا متحمل ہو سکے اور سیطیح لڑائی کر لئے ایک سبب معقول پیدا ہو جائے امیر مذکور وہاں گیا تو نانا شاہ نے نہایت تعظیم و تکریم سے استقبال کیا اور بڑی دہوم سے مہانداری کی۔ جب اس نے الماس کے باب میں کہا تو اپنے جواہر خانہ کے داروغہ کو بلا کر خام جواہرات مع فرد کو سامنے رکھ دئے۔ بلکہ قسمیہ کہا کہ ان جواہرات کے سوا میری اس کوئی اور الماس نہیں ہے اور جو کچھ یہاں ہے بندگان عالی کا مال ہے انہیں دیکھ کر جو اعلیٰ سے اعلیٰ قسم ہو وہ لے لو۔ چنانچہ ایک قطعہ الماس اس نے لیدیا مگر جب تک ان کو کوئی موقع بگاڑ کا نہ ملتا تھا آیا۔ چونکہ نکالت کی اصل خدمت یہی تھی اس لئے سرور بارخت سخت کلام کر لئے شروع کئے۔ پھر یہی نانا شاہ ایسے معقول جواب دیتا تھا کہ یہ بند ہو جاتا تھا اور کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جس پر گرفت کر سکے۔ چنانچہ ایک دن نانا شاہ نے اپنے تقریر میں کہا کہ اگرچہ ہم بھی بادشاہ ہیں مگر اپنے تئیں عالمگیر بادشاہ کے نوکروں میں جانتے ہیں۔ امیر مذکور نے بڑ کر کہا کہ عالمگیر بادشاہ کے نام کے ساتھ اپنے لئے بادشاہی کا نام لینا آپ کو نہیں چاہئے۔ ابوالحسن نے ہنس کر ہا کہ نہیں۔ تمہاری غلطی ہے۔ اگر ہم بادشاہ ہو سکتے تو عالمگیر کو ٹھنڈا کون کہیں گے خرابو جو ان سب باتوں کے ٹھنڈا ہو س نہاہ نے فوج کشی کے سامان کر دئے

لیکن اب اگر کے امین اور جہانگیر کی خوش منینوں نے عہدِ شاہجہان کے امن و امان میں پرورش پا کر عجیب و غریب پیدا کئے تھے یعنی سلطنت کی شان و شکوہ کے ساتھ فوج کا بھی عنگ بدل گیا تھا۔ چنانچہ جب لکھنے والے انہیں دیکھ کر میوڑی اور باہری سواروں کا اور انکی گھوٹ بلغاروں کا خیال کرتے تھے تو تعجب آتا تھا۔ لشکر کے اونے اونے رسالہ دار کا یہ عالم تھا کہ اسکے ساتھ رسالہ ایک دو ماہ کی برات معلوم ہوتی تھی۔ خیال کرنا چاہئے کہ ایک ایک انبراہ کا اور خود بادشاہ کی سوار کا کیا عالم ہوگا۔ غرض شکر شاہی نے نشان چڑھایا اور دکن کو روانہ ہوا۔ سب سے پہلے ایک ماہی پر علم اڑوا دیا۔ پیچھے اسکے ہاتھوں پر ہندوستان کا ماہی اپنی لایت کے طوع و علم۔ برنجی اور فولادی نقارے اور دھامے۔ بعد انکے ہزاروں ہاتھی۔ ہر ہوج عمارتی سے سجے۔ سوئد ہون میں فولادی نجیر بن لئے گئے مین سنکھین پیشانیان شام شفق کی طرح رنگین اسپر سنہری پہلی ڈھالین۔ زربفت کی جھولین پاؤں تک تلکتی۔ کسی پر ہوج کسی پر عمارتی۔ ریشمی اور کلاہتونی رسون سے کسی گردنوں پر ہاوت جھنکے گئے مین زربفت کی کرتیاں مہر پر جوڑے دار پکڑیاں۔ کمر مین کشار۔ ایک آنہ مین گہباک ایک مین انگس۔ جو متے جھانٹے چلے جاتے تھے۔ آگے پیچھے جو کٹے سائے مار۔ بھالے بردار۔ برچیت۔ باندار۔ فسیلے سلگاتے جہاگے جاتے تھے و

پھر ہزاروں سواروں کے پرے۔ سہ سے پاؤں تک موستہ مین ڈوبے بہادر نوجوان ترک بچے افغان۔ حبشی راجپوت۔ دودو تلوار بن باندھے فولادی خود سرو و ہرے۔ کمر مین ترولی اور کشار۔ پشت پر گینڈے کی ڈھال۔ چار ماہی

سب سے کہنیوں تک دستانے چڑھے۔ ہاتھ میں سات گز کا برہما لگا ہوا  
 خون ٹپکتا۔ موچوں کو تاؤ دیتے۔ گھوڑے اڑاتے چلے جاتے تھے۔ پھر  
 ہزاروں ساڈھنیاں خوش فقا کہ بھٹکے سو سو کوس کے دم۔ انیر مانگے راجپوت  
 لال گڑیاں باندھے۔ زرد انگر کہے پہنے۔ آبی بانات کے پانچاے چڑھا کر  
 ہتیار لگائے ہماریں اٹھائے۔ جب یہ گزر گئے تو سواری کے خاص خاص  
 نظر آئے عربی۔ ترکی۔ عراقی۔ مینی۔ کاٹھیا واڑ کے دکنی۔ چاندی سونے کے  
 بھاری بھاری ساز۔ کسی پرچراؤ زین بھرا۔ کسی پر چار جامہ کسا۔ قجریان اور  
 پاکھرن ٹھونپر پڑی۔ جھینقی قلم و سحر کی جہاز۔ کلابون کے ہند نے۔ گلے  
 میں سراکاؤ کی چڑیاں لٹکتی۔ سر پر گلگیاں طلائی اور نقرئی۔ ریشمی باگڈور  
 سائیسون کے ہاتھ میں ایل کرتے اور چوڑیاں بھرتے جاتے تھے۔ ان کے بعد  
 عربی۔ رومی۔ تاتاری۔ فنگی۔ ہندی باجے۔ نقیبون اور چوہدارون کے آواز  
 دماغ کی چوٹ کے ساتھ کڑکیتون کے کڑکون کا وہ سما بندھا ہوا کہ ہر دلوں کے  
 دلوں میں لہو جوش مارتے لگے۔ ان کے بعد اادیون اور خواصول کا انبوہ کندھوں پر بندھنا  
 جھیر بانات کے غلاف۔ پھر خاص بردارون کا غول۔ سرو پیر کشمیری شالین بندھی  
 کھواب کے انگر کہے۔ زلفیت کی نیماستینیں پہنے۔ گجراتی شروع کے گھٹنے چڑھا  
 صفہ فانی توارین سونتے مرقع قبضے ہاتھ میں سنہری پہلی میان کمرین۔ ان کے  
 بعد سقون کا غول آیا کہ چھڑکاؤ سے روی زمین کو ترونا زہ کر دیا۔ غلام اور خواجہ سہل  
 انگلیٹھیاں اور خود سوز لے۔ خوشبو یون سے دماغ مٹھ کرتے چلے گئے پھر ارکان  
 دربار کے جگہٹ سچین شاہ خورشید کلاہ سفید ڈاڑھی۔ بڑا بے کا نور منہ پر ہوا دادا



مین سوار۔ ساتھ ایک خاصہ کا گھوڑا۔ پیچھے سونے کی عمارتی ماہی پر دھری تیر  
 کا پیمانہ اور کوس کا پتیا پڑا جلاتا تھا۔ سواری سے کوس بہر پیچھے۔ سینکڑوں  
 ماہی۔ ست جنگی۔ دیوڑا کی صورت۔ مستکو نہر فولادی تھا لین۔ ایک گالی گھٹا چلی  
 آتی تھی۔ کہ جسے بجائے ہانی کے مستی ٹپکتی تھی۔ پیچھے جیتوں کے چھکڑے  
 اکھون پر زرد وزری دیدہ بند۔ کمر میں کلابوئی اور ابریشمی حلقے پڑے۔ ساتھ ہی  
 لشکاری کتے نازی۔ ولایتی۔ بودار۔ بڈوک۔ کتھیر کا سامنا کرین اور بنگ سے  
 منہ نہ پھیرین۔ پیچھے کوسوں تک شاہزادوں اور ارکان دولت کے لشکر راجوں  
 اور ہاراجوں کی فوجیں۔ پیادوں کے غول۔ اور سواروں کے رسالے درنگانگ  
 کے نشان جدا جدا پھریرے اڑاتے چلے آتے تھے۔ بہیر و بنگا کا ناتا لگاتا تھا  
 کہ جبکا صبح سے شام تک خاتمہ نہ تھا و

غرض شاہ فتح نصیب پہلے شاہزادوں کو روانہ کیا انہوں نے جا کر سرحد کے  
 قلعوں سے چھوڑ چھاڑ شروع کی اور بیجا پور اور حیدر آباد پر بھی فوجیں کین۔ دکنی  
 جوان ایک ایک قلعہ اور گڑھی پر ایسے جان توڑ توڑ کر مٹے کہ بادشاہی سپاہ کے  
 چھوٹے چھوٹے گئے۔ اور اورنگزیب نے تدبیریں اور انکے جاسوسوں کی تحریروں پر حکم کر لیا  
 یہ بہر سے بندوبست کرتے۔ مگر وہ بہادرانہ حملوں اور دلاورانہ مقابلوں سے  
 ایسی ایسی کین دیتے کہ بادشاہ کے قدیمی جان نثار اور بڑے بڑے سپہ سالار زمامت پر  
 مذہت اٹھاتے۔ آخر محاصرہ سے تنگ ہو کر حاکم بیجا پور نے اطاعت اختیار کی  
 اور حیدر آباد اور گوکنڈہ کی نوپت آئی۔ — عالمگیر غل و تدبیر میں سکندر کو  
 اور شجاعت میں ہستم و اسفند یار کو خاطر میں لاتے تھے۔ اور اخبار نویسوں کو کچھ دے

یہ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی بات مجھ سے مخفی نہیں۔ چنانچہ کسی سردار پر نردولی کا الزام کسی امیر پر بے لیاقتی کا جرم قائم کیا۔ بلکہ جن محکملوں نے حد سے زیادہ جان ناریاں کین تھیں انہی کو سازش کی تہنید لگائیں۔ اتہایہ کہ ولیعہد سلطنت کو مع اسکی بی بی کے ادنے گنہگاروں کی طرح قید کیا غل اور حجامت تک بند کر دی اور زیور اور ضروری سبب چھین لیا۔ اور اس میں ہی شک نہیں کہ طرفانی آخر مسلمان تھے۔ اور چونکہ یہ لڑائی بادشاہ نے فقط شوق طبیعت اور دولت سلطنت کے اشتیاق میں اٹھائی تھی اس میں لاکھوں مسلمان کا خون ناحق ہوتا کیونکہ معلوم ہوتا تھا۔ غرض بادشاہی لشکر اور سلطنت کے سامان کے سامنے ایک صوبہ کی کیا بساط ہے! برسوں کا طول کھچ گیا۔ چنانچہ اس عرصے میں بعض قلعے فتح ہوئے بعض کے محاصرے ساہا سال تک قائم رہے آخر خود بدولت پہنچے اور تہذیب و تمدن کے جال پھیلنا شروع کر دیے۔ چونکہ لڑائی میں ایسے کام کرنے کچھ فریب نہیں بلکہ سپاہیانہ پیچ بن اسلئے سازش کے سلسلے دوڑا کر ابوالحسن کے نوکروں کو توڑنا شروع کیا بہت سے اُدھر کے یوفا دھر آگئے۔ شاہ مصلحت پناہ نے انکے دل بڑھانے اور درجے چڑھانے کے لئے اپنے پنجہزاری اور تہذیب ہزاری منصوبہ داروں کو موقوف کیا اور موثری کاردار پیکار کر دیئے غرض انواع و اقسام کی تدبیریں اور رنگارنگ کی تجویزیں ہوتی تھیں لیکن چونکہ حصار کا حق یہی ایک قومی زور رکھتا ہے اسلئے فتح کی صحت نہ دکھائی دینی تھی بلکہ ہر بات میں ندامت حاصل ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ہستے مشورہ اور گفتگو کے بعد یہ ٹھہری کہ خان فیروز جنگ جوران و نون میں بڑی چلتی تلوار نکلا تہارات کو شجھون کرے اور کندیزین و اکل قلعہ

پر چڑھ جاسے چنانچہ وہ ایک سب بڑے بڑے جاناں زسپا ہیون کو ساتھ لیکر  
 رات بھر اندھیری رات کی چادر میں چھپا رہا۔ صبح ہوتے کمندین اور زینو لگا دھو  
 اور جب سب اسی اسپر چڑھنے لگے تو حاجی محراب مقرب خاص کہ اکثر معاملوں میں خفیہ  
 نگہداشت اسکا کام تھا۔ انکی کارگزاری سیکھنے کے لئے کہیں لاگا ہوا تھا۔ وہ اسی  
 وقت دوڑا ہوا آیا۔ بادشاہ ابھی سجاوہ پر تھے کہ دور ہی سے مچھرے سلام مبارکباد  
 کے کرنے لگا۔ یعنی فوج قلعہ پر چڑھ گئی۔ بادشاہ بھی باوجود اپنی مملکت و وفار کے خوشی  
 کے ماری اٹھ کھڑی ہوئے اور اشارہ کیا کہ ہون یعنی فتح کے نشاد یا نے کیوں نہیں  
 بجاتے۔ ساتھ ہی پوشاک پہنکر سواری منگائی اور خود تماشا دیکھنے کو تیار ہوئے  
 نام اس پہن کے لوگ آتے تھے اور آدایہ بیم بجا لاکر مبارکبادین دیتے تھے اتنے  
 میں خبر آئی کہ منصوبہ الٹا پڑا اور جان نثار فوج کو بڑھی چشم زخم پہنچی۔ صحت بہہ ہوئی  
 کہ بروجن کے پہرہ دار انکی آہٹ سنکر ہتھیار ہو گئے۔ مگر دعا باز چپکے بیٹھے رہے۔ بلکہ  
 ہتھیار لگائے اور لوہے کے پنچے ہاتھوں پر چڑھائے۔ جون ہی نیچے والوں نے  
 فصیل سے سر نکالا۔ انہوں نے پہلے ہی دار میں بگڑیاں اور خود اڑائے۔ بعد  
 اسکے سر کسوت اور منہم فوج نوجو کا سطح دھکیلا کہ اوپر والوں نے اپنے نیچے  
 والوں کو لیٹے ہوئے زمین پر اگر دم لیا۔ جو زندہ رہے خراب خستہ لوٹتے پھرتے  
 ڈیروں میں آئے۔ مگر ایک کیصوت نہ پہچانی جاتی تھی۔ بادشاہ کے نمک حلال  
 اخبار نویس اور معتبر جاسوس جنرل کل کاروبار کا دار تھا انہوں نے اس حملے کے بگڑنے  
 کی اصل دریافت کر کے حق نمک ادا کیا اور لکھا کہ دیروں کی دلیبری میں کچھ شک  
 نہیں مگر حقیقت میں فصیل پر ایک گٹا بیٹھا تھا وہ ناپاک انکی آہٹ سنکر ہونکنو لگا

کہ پہرہ دار جاگ اٹھے۔ نہیں تو آج قلعہ کے فتح ہو جانے میں کچھ باقی نہ تھا۔ چنانچہ ابوالحسن اُس کشتے کی تک حلائی سے بہت خوش ہوا ہی سونے کی منہلی اور زنجیر لگے میں نہا کر زلفت کی جھول کا خلعت دیا ہے اور وہ منصب و خطاب عطا کیا ہے کہ تمام منصبدار اُس سے رشک کرنے لگے ہیں۔ چونکہ ایسی ہی خبر جنو حنین پہرہ دار کے راز بھی جاتی تھیں اسلئے شاہ با تدبیر نے ہی اخبار نویس کو خوشنودی فراموش کا پروانہ لکھا اور

ایک دن بہت منہہ برسا۔ قلعہ کی فوج اُسی عالم میں نکلی اور اس دلاوری سے حملے کئے کہ مورچوں کے دھوئیں اُڑا دیں۔ اور بارہ نامور منصبداروں کو ہلاک کر لے گئے۔ تا نا شاہ نے کئی دن انہیں مہمان کہا اور غلہ اور رسد کے سامان جو انبار دارانہاں بھری ہوئی تھیں سب دکھائے۔ بعد اسکے خلعت دیکر رخصت کیا اور باو شاہ کے لہو عرضی بھی دی۔ خلاصہ اُسکا یہ تھا کہ اختیار یا بے اختیاری سے جو کچھ خطا ہوئی فدوی کی سزا کو پہنچا۔ اب امیدوار معافی کا ہون اور قلعہ کا حال یہ ہے کہ کہ جنو نے فتح کیا تو آخر یہ ہمال ملک کسی جان نثار کو عطا کر کے تشریف لیا۔ جو کہ جان نثار آپ فدوی ہی کو تصور فرمائیں۔ حضور پر روشن ہے کہ لشکر منصوبہ لے اس قدر قیام کرنے سے یہ ملک شیعانہ چغد و بوم سے بدتر ہو گیا ہے۔ جسکو پتہ کر گئے وہ اپنے اور اپنے منصبداروں اور فوج اور دفتر کے کمرساہا مال تک یہاں کی آمدنی کے علاوہ لاکھوں روپیہ خزانہ شاہی سے لگا۔ میں اپنا راج معمولی پتہ دیتا رہوں گا اور اُس کے علاوہ جب آپ تشریف لاویں تو ہر کوئی لاکھ روپیہ اہل کر دے گا۔ بلکہ جتنی دفعہ کہ اتنا جنو مورچہ پر آئے اور گئے یا اور

سمت کو قدم رنجہ فرمایا ہے اُسکے لشکر میں معمولی نذرانہ الگ حاضر کرونگا۔ یہ بہ بائیں نقطہ اس لئے ہیں کہ طرفین کے مسلمان اور ہندوگان خدا ناتی نہ ماری جائیں۔ اور حضورؐ کی سپاہ کے لوگ جو برسوں سے گھر کو ترس گئے ہیں۔ یہ عیال و طفل کی جدائی کا رنج نہ اٹھائیں۔ اگر یہ عرض ہی قبول نہ ہو تو انہی اجازت ضرور ہو کہ بائیں جہہ لاکھ من غلہ جو حلال غلام نمک حلال حضورؐ کا خود کچھ گیا ہے وہ لے دیا کر بھیجے کیونکہ سنتا ہوں حضورؐ کے لشکر میں سد کھطف سے بڑی تکلیف ہے۔ تمام لشکر جو کئی برس سے یہاں پڑا ہوا اس مضمون کو سن کر خوش ہو گیا اور تانا شاہ کی تعریفیں کرنے لگا۔ مگر بادشاہ نے اس کا جواب کچھ نہ لکھا۔ ان نہ بائی بہت سی باتیں کہیں۔ خلاصہ انکا یہ تھا کہ اگر فرمانبردار بننا ہے تو دروازہ کھول دے کہ ہماری آدمی جائیں اور طوق زنجیر نہا کر لے آئیں۔ بلکہ برخلاف اسکے ہمارے حاکم کے نام حکم بھیجا کہ سچاس نہرارتھیلے ٹاٹ کے ہیچہ دو کہ دوبارہ خندق کو بھر کر قلعہ پر حملہ ہو اہل فوج لشکر کہنوں لگے کہ کاش تانا شاہ کا بائیں لاکھ من غلہ آسے دیا ہوتا کہ ہو کون کی جائیں سچ جائیں اور تھیلے خندق کے کام آتے اور

لشکر کے دل شکستوں کے دل بڑھانے کے لئے۔ ایک دن خود بدولت نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ اور تجا وہ پر بیٹھ کر پہلا تحصیل دست مبارک سے سب اپنے ہاتھ سر آسمین خاک بھری اور حکم دیا کہ پہلے اسی خندق بن ڈالیں اور ساتھ ہی سرنگین لگانی شروع کیں۔ چند روز کے بعد ایک دن پٹ گزری کہ سرنگین تیار ہو گئیں اور باروت قصبہ رست بہن کے وقت حکم پہنچا کہ ہیر بازار کے لوگ رات کو قلعہ کے پیچھے جا کر چھپ جائیں اور صبح ہوتے خوب دلیلاً نہ غل مجائیں تاکہ قلعہ والے اُدھر فصل چھپکین

اور یہاں سرنگون کو آگ دکھائی جامی۔ چنانچہ اُس وقت حکم کی تعمیل ہوئی اور دوسری طرف کو تمام فوج ہتھیار سج کر حملہ کو تیار کھڑی ہو گئی۔ مگر جب فیلون کو آگ دی تو سرنگ باہر کی طرف سے اڑ کر رہ گئی۔ اور مصیبت یہ ہوئی کہ جو خاک پتھر اڑے وہ ادھر ہی آئے۔ چنانچہ لشکر مضبوط کے صد باہادور اور نامی منصبدار ضایع ہو گئے۔ آخر بادشاہی جاسوسوں نے پھر حق نمک ادا کیا اور سرسرخ کھالاکہ قلعہ والوں کو خبر ہو گئی تھی وہی چوٹے اندر سے سرنگین توڑ کر باروت چرائی گئے۔ اور نہر کاٹ کر پانی ادھر توڑ دیا۔ چنانچہ باہر کا حصہ خشک باقی تھا وہ اڑ گیا۔ یہی سبب تھا کہ ملہ اسکا ادھر ہی زور کر کے آیا اور لشکر کے بہادر وں کو تباہ کیا۔ یہاں بادشاہی مورچوں کے لوگ قلعہ کی دیوار کی طرف حیران دیکھ رہے تھے کہ کب گرے اور ہم آگے بڑھیں اندر سے قلعہ کی فوج دفعہ آنگری۔ اور مار مار کر کے مورچوں میں ایک قیامت برپا کر دی۔ آخر بہت سی جانبین دین اور آئینہ زور وں۔ سے پیچھا چھڑایا اور ادھر تو ابھی مروں اور مجرموں کو سنہال رہی تھے کہ دوسری سردار نے اپنی لقب کو آگ دیدی۔ وہاں یہی دغا باز اپنا کام کر گئے تھے وہ لقب جقد ر اڑی اُس سے بھی آفت برسی اور پہلے سے بھی دو چند بہادر وں کا خون ہوا۔ یہہ حال سنکر فہر بادشاہی دریا میں طوفان آیا۔ خود ہوا دار پر سوار ہو کر مورچہ پر آئے اور دھاوی کا حکم دیا۔ ہر ادب گستاخوں نے بادشاہ کا یہی خیال نہ کیا ایسی تو پین مارین کہ کسی گولے چتر شاہی پر تصدق ہوئی اور کئی باؤں میں گرے۔ برابر سے ایک غصا کا ماتھا اڑ گیا۔ اس پر شاہ مستقل مزاج شوق فتح میں برابر حملہ کا حکم دے جاتا تھا۔ مگر غضب یہہ ہوا کہ باران نے عمل آسمان سے نازل ہوا۔ آسنے سارا کام مٹی کر دیا۔ کہ تو پند و ق سے لیکر کمان تک

بیکار ہو گئی۔ وہ دودھے جولا کہون روپیہ اور ہزاروں آدمی کی جانفانی سے  
 تیار ہوئے تھے سب بیٹھ گئے۔ اور جو تھکلا حصوں نے بعد نماز کے با وضو سنا  
 نہا وہ بھی ہو گیا۔ سواری خاصہ کا ایک ہاتھی کہ مبصرون نے چالیس ہزار روپیہ  
 اسکی قیمت آنکی ہوئی تھی وہ بھی ساتھ تھا۔ گولا کہا کر جھاگا اور کیچڑ میں بانو پھل کر  
 حضو کے سر پر قربان ہوا۔ اتنے بن قلعہ والی باغی پھر شیر ہو کر اندر سے نکل۔ حضو  
 فوج کو سنہال کر نہایت شجاعت اور کمال احتیاط سے پیچھے ہٹے۔ مگر انہوں نے  
 دودھو پر توپیں اور بہت سا سامان جو نہر انشکل سے دفن تک پہنچا تھا اسان  
 لے لیا اور خاطر جمع سے قلعہ میں چلے گئے۔ توپیں جو چل سکیں وہ لین باقی  
 میں پھینک مار گئے۔ دوسرے دن پھر حضو سوار ہوئے اور بہادر چلے گئے لکھنؤ  
 ایسی ایسی باتوں سے جب بادشاہ بہت تنگ ہوئے تو ابوالحسن نانا شاہ کی عملداری  
 کی خلاف ورسی بانوں سے ناراض ہو کر حیدر آباد کا نام دارالجمہ اور کہا۔ اور جنگ  
 دین کی نیت سے لڑائی شروع کی۔ مگر اپنے لشکر اسلام کے لوگ ایسے بد اعتقاد تھے  
 کہ خلیفہ اللہ کے فتوے پر ذرا خیال نہ کرتے تھے۔ بلکہ ان کے کمانڈر لڑنا گناہ محض  
 سمجھتے تھے۔ جو اصرار کے لوگ اوھر ٹوٹ کر آتے تھے وہ بین تالیف قلوب کے  
 لئے عہد می ملتے تھے اسے اپنی حق نفی سمجھنے اور بے سامانی اور اہل و  
 عیال کی جدائیوں سے تکلیفیں ہوتی تھیں ان بادشاہ کی بے تدبیری کہتے  
 تھے۔ اور جب اپنی جانفانی اور شہداء نام ہوتے تو بادشاہ کی ہنستی خیال کرتے  
 تھے۔ اگر بادشاہ سازش کا احتیاط کرے انکا عہدہ گھٹا تو باوجودیکہ خانہ راوقیم  
 تھے پھر بھی برا مانتے تھے۔ اور اسپیشل کمانڈر کرتے تھے بلکہ اسکی بد تدبیریوں پر

مگر ہنستے تھے۔ مگر اسپر ہی خود باؤ شاہ اور اس کے سردار باؤ فادیر کے ساتھ بین  
بہرہ ہی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اور سامان جنگ کے ساتھ عاملوں اور  
حرون کے عمل ہی کام میں آتے تھے۔

قلعہ کو فوج شاہی گھیر رہی ہوئے بڑی تھی۔ کوئی مکار عامل نیکر لشکر میں آیا اور  
میر کو اکبے دعویٰ سے قلعہ کے فتح کروا دینے کا بیڑا اٹھایا۔ سپاہ اور سپہ سالار  
نون کے ماری تنگ آگئے تھے۔ سبے غنیمت سمجھا۔ اور اسکی طرف رجوع کی۔ اسنے  
بے عجیب کچھ باندھے۔ اور بڑی بڑے دعویٰ کئے۔ بموجب اسکے کہنے کے  
رچے کے پاس ایک بڑا لنگھڑ تیار ہوا اور اس متغنی نے ایک موٹا روئی دار و گلہ  
بریشیم کا بہرا ہوا چلتا ہوا۔ اسپر برکابا وہ اوڑھا۔ اور ایک نجیر طلمی کہ وزن  
ن سوا دو سیر سے کم تھی ہاتھ میں لیکر بڑی گھنڈ سے کھڑا ہوا۔ چند الفاظ یعنی منتر کر  
رپر بڑھنے شروع کئے اور کہہ دیا کہ جو وقت ہم اشارہ کریں اسی وقت حملہ کروینا۔ اگرچہ  
جمل ساز نے تیرو فنگ کا بندوبست کیا کر لیا تھا۔ مگر کوئی ٹھنڈا گولا یا پتھر لیا اگر  
ہا کہ خود لنگھڑ سے گرا اور گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ آخر دو تین دن کے بعد فتح سننے آئید  
کہ محاصرہ اٹھالینا۔ چنانچہ سب سردار لباس بدل بدل کر چلے۔ اور چلتے ہوئے کہنے  
مگر اس لنگھڑ کو بھی آگ لگا دی۔ قلعہ اسے پیچھے دوڑی اور چلانے لگے کہ اپنے لنگھڑ  
و جل لینے دو۔ اسکی راگھ منہ پر مل کے جانا کہ اچھی طرح صورت بدل جا رہی

ہے باتیں تھیں مگر باؤ شاہ باندھنے جو خفیہ سازشوں کی سرنگیں لگائی تھیں سب سے  
یادہ کار ہوئیں۔ فی الحقیقہ اسے مرد آزادی کی وقت میں راہ رفاقت پر ثابت قدم رہنا پڑا  
وونکا کام ہے۔ چنانچہ بہت سے نامرد حکام اپنے دلنیت کو چھوڑ کر ادھر سے ادھر



آن ملے۔ اور چونکہ وہ اسمک کے حالات اور سلطنت کی معاملات سے بخوبی واقف تھے اس لئے  
 تاننا شاہ کو کہ بے یار و مددگار دشمن کے منہہ کا شکار رہ گیا تھا بالکل ضعیف کر دیا۔ باوجود کے  
 وہ استقلال کی تصویر اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ اور باوجود فائز حلال اس کے اس طرح لڑتے  
 اور جانیں فدا کرتے رہے۔ کہ جانا بازی اور جانفشانی قیامت تک ان کے نام کی قسم  
 کھا یا کر لگی۔ مگر ساری مہم کا خون ایک نیکو کام بے ایمان کی گردن پر ہوا۔ یعنی قلعہ میں  
 ایک دروازہ پر کسی افغان سردار کے ماتحت فوج نہیں وہ بد ذات مل گیا۔ اور آقا کا گھر  
 بگاڑ کر آخرت کا عذاب اپنی گردن پر لیا۔ چنانچہ دن کو بڑے زور سے لڑائی ہوئی  
 اور دن بھر اہل قلعہ نے اس زور و شور سے فوج شاہی کے حملوں کو دفع کیا کہ سب کے  
 منہ پھر پھر گئے۔ شام کو طرفین کے بہادر اپنی اپنی خیمہ گاہوں کو پھیرے۔ اس وقت محمد اعظم  
 غریز فرزند بادشاہ کا اور کئی عمدہ سپہ سالار فوجیں لیکر اُسی دروازہ کی طرف پہنچے جہاں  
 افغان مذکور کا مورچہ تھا۔ چنانچہ اُس نیکو کام نے چپکے سے دروازہ کھول دیا۔ فصیل و نمین ہی  
 جا بجا سوراخ ہو گئے تھے تمام فوج بادشاہی۔ سب ایک طرح قلعہ میں گھس گئی۔ اور دفعۃً ایک  
 غل اٹھا کہ تمام قلعہ میں ہل چل پڑ گئی۔ جو جا نہا تمام دن توپ فنگ سے سینہ بسینہ ہری  
 نچے بہر دوڑے۔ اور باقی تمام سطح کی تلواریں مارا کر کاٹی کہ وفاداری کے چہرے  
 کلزار و جان نثاری کے پھول شاداب ہو گئے۔ غرض جب صبح نے رات کا گریبان جاک  
 کیا۔ اور تارون نے اکھونین آسوڈ بڈا کر دامن سحر میں منہ پہنچا یا تو فتحیابون نے اور  
 بھی در دیا۔ اور تاننا شاہ کو موت سامنے دکھائی دی۔ ساتھ ہی حرم سر سے فریاد و  
 زاری کا غل اٹھا۔ اس وقت دیوان خاص سے اٹھ کر گھر میں گیا۔ در و دیوار پر اُسی اور  
 سو گواہی برپا ہوئی تھی۔ ہر طرف نظر سر سے دکھا۔ ہر ایک کو سامنے بلا کر شفیق اور

دلا سا دیا۔ اور ایک ایک سے حق بخشوا کر رخصت ہوا۔ بعد اسکے باہر آیا۔ اور اُسی صبر و وقار سے مسند پر بیٹھ گیا۔ خبردار نے خبر دی کہ چند سردار فوج عالمگیری کے شانہ و رتے دربار سے اس طرف رخصت ہوئے ہیں۔ چونکہ اسکے کہانیکہ بھی وقت تھا۔ اس واسطے بموجب معمول کے بکاؤل کو حکم بھیجا۔ اور بن بکاؤل کے انتظار میں توقف کیا۔ باوجود اسکے چہرہ بروہی شہادت تھی اور تیوری پر بل تک تھا۔ اتنے میں سردارانِ بکاؤل ہتیار سبجے ننگی تلوار بن ہاتھوں میں لئے پہنچے۔ اس صاحبِ اخلاق نے خوشامدِ علیک میں بخت کی بھر بھی تانا شاہ تھا۔ بادشاہی آئین کو نہ چھوڑا۔ یعنی ہاتھ سر پر رکھا۔ مگر نہایت گرم جوشی اور نپاک سے اور آدابِ یاست کے لحاظ سے بات کی اسکی نیکی تھی ایسا عجب ڈالا کہ وہ بھی کچھ کہہ سکے۔ اور اگر خاموش بیٹھ گئے۔ اتنے میں زرشن ہو گیا تھا۔ بکاؤل نے عرض کی کہ صبح تیار ہے۔ تب اُسے اجازت چاہی اور انہیں بھی چلنے کے لئے کہا۔ اگرچہ کسی عالمگیری نکلوار اجازت کے روادار تھے۔ مگر کچھ استاء کے نمک پروردہ بھی نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے اشارہ کیا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا ایسی ادنیٰ بات پر حکومتِ جتانی تنگ ظرفی معلوم ہوگی۔ چنانچہ کہانے کی اجازت دی ورنہ وہی شکر یک شے۔ ایک سردار نے طعن سے کہا کہ یہ کیا وقت کہانیکا ہوتا تانا شاہ نے نہایت بے تکلفی سے کہا کہ ان میں اسی وقت کہانا کہا یا کرتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں۔ مگر اس حال میں بکاؤل نے کہا کہ کوئی نہ کہتا ہے۔ جواب یا البتہ علی العموم تو گوگوں کا یہی حال اور خیال ہے۔ مگر انسان کو خدا پر یہی نظر رکھنی چاہیے۔ شاہ و گدا دونو کا خالق ہے۔ باپ و دادا نے نہایت فاسخ البالی سے عمر گزاری پئے چند روز نہایت فقیری اور تنگدستی اٹھا سئی۔ پھر خدا کی عنایت ہوئی تو اس

ہمیشہ اگر اس وجہ پر پہنچا تا کہ جسکا وہم و گمان بھی تھا۔ یعنی ایک دم بن بادشاہ ہو گیا۔ الحمد للہ کہ اب کوئی آرزو باقی نہیں۔ لاکھوں حاصل کئے۔ اور لاکھوں دے۔ عالم سلطنت میں جو شائستہ عمل ہو سو اسکی تنبیہ و نادیجے لئے خدا و عالم نے بادشاہت لئے لی۔ مگر الحمد للہ کہ استقلال اور اختیار کا شریعتہ سبط میرزا تہہ میں کہا ہے۔ غرض کہا نا کہا کہ بھرا یا۔ آپ بان کھایا۔ اور وں کہ کھلایا بھلا لگایا۔ اور اسی آن بان اور وں کے اطمینان سے سوار ہو کر چلا۔ قلعہ کے دروازہ پر عظیم شاہ ایک مختصر خیمہ میں بیٹھا تھا اور دم و دم کی خبریں پہنچ رہی تھیں اس کے پاس لیکئے۔ ملاقات کے وقت گلے سے نایاب مونیوں کی ایک لہا اُتار کر شاہزادہ کو منجھنے کے طور پر دہی۔ بعد اسکے دربار شاہی میں آیا۔ یہاں سواہرِ ذلت و خواری کے اور کیا توقع تھی۔ چنانچہ قید ہو کر دولت آباد کے قلعہ میں گیا اور وہاں سے عالم بقا کو پہنچا۔

عالمگیر و گن کے ملکوں کا انتظام کر رہا تھا کہ بڑا بے کے سبب بیمار ہوا جب وقت قریب آیا تو ملک کو میں حصوں میں تقسیم کر کے تینوں بیٹوں کے لئے وصیت نامہ لکھ دیا۔ اور آپ اس ملک فنا سے خست ہوا عالمگیر کے بلند ارادے اور استحکم استقلال اکثر موقع پر قابل تعجب تھے۔ چنانچہ آگے کے عہد سے یہ آئین مقرر تھا کہ بادشاہ ہفتہ میں دو دفعہ آہیوں کی ٹرائی کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ شاہجہان کے سامنے ایک دفعہ دو مست آہی رڑ ہوئے خود بادشاہ جہد کو میں پیشہ ہوئے تھے اور اکثر شاہزادے امراد وغیرہ حاضر عام نیچے تماشا دیکھ رہے تھے عالمگیر کی چودہ برس کی عمر تھی اور گھوڑے پر سوار کھڑا تھا

اتفاق ایک ہاتھی بھاگا اور جھڑ پھر پھڑاٹھا اور صرہی آیا۔ سب بہاگ گئے مگر  
یہہ سطح ازارا۔ اور جب ہاتھی حملہ کر کے آیا تو ایک برہماکان میں مارا کہ سر  
میں غرق ہو گیا۔ ہاتھی نے چاہا کہ گھوڑی کو سوڈ میں لپیٹ کر دوسرے گھوڑا  
سطح چمکا کہ یہ پشت سگر اور پھر اٹھکھٹکھٹا سونت ایک ہاتھ سوڈھ پڑا۔ اس عرصہ  
میں اور جان نثار اپنےچے اور ہاتھی بھاگ گیا۔ باوشاہ نے ہراروں کو پکے نقد  
کئے۔ اور بھابا کو نور چشم ایسے موقع پر اس طرح اڑا نہ دین چکا ہٹ جانا چاہتا تھا۔ اس  
ہاتھ جوڑ کے کہا کہ غلام ہٹنے کو بیدار نہیں ہوا۔ اس استقلال نے سخت فراجی کو ہنچکر  
بہانٹک فوبت پہنچائی کہ غیر تو درکنار گئے بھابو نکا و دھال کیا۔ باپ کو ایسا  
قید کیا کہ قید زندگی سے چھوٹ کر اسکی قید سے چھوٹا

منہ ہو ہے کہ عالم قید میں ایک دن باپ نے کہا بھابا کہ خالی بیٹھے بیٹھے جی  
کھراتا ہے۔ چند لڑکے ہی بھجوا کر کہ انہیں سبق پڑھا کر دل بہلایا کروں۔ عالمگیر  
نے شک کہا کہ اب تک حکومت سے حضرت کا جی نہیں بھرا؟

عالمگیر کو ہر قسم ہوا سے یہاں تک کہ شعر و سخن سے بھی بالکل رغبت تھی چنانچہ  
دیوان حافظ کا درس مکتوبوں سے موقوف کر دیا تھا۔ مگر باوجود اسکے کہستان  
اور دیوان حافظ ہر وقت سرائے دھار رہتا تھا۔ بعض مہاجروں نے ہکا بکا  
بوچھا۔ جواب دیا کہ لوگوں کی طبیعتیں خام ہیں۔ حافظ کے اصل معنی پر خیال نہیں  
کرتے۔ ماضی شراب گھنارا اور مشوق گلزار کے نام سنکر مست ہو جاتے ہیں اس  
انہیں اسکا دیکھنا جائز نہیں

شاعروں کا بازار اسکے عہد میں سرد ہو گیا تھا مگر دربار میں اکثر امیر بھی شاعر

اور عالی درجہ تھے۔ بعض دفعہ ایسی تھیں کہ لائی کہ خود ہی محفوظ ہو کر اس کے  
اشعار کو پڑھتا رہا۔ مگر جب وہ بڑھ چکے تو اُن سے واپس بن یہ کہہ کر آئندہ یہ  
بیفائدہ کام بن اوفات ضایع نہ کرنا۔ باوجود اسکے کہ یہی خود ہی شعر کہتا تھا  
چنانچہ اسی کا شعر ہے ۛ غم عالم فراوان ست و سن یک غنچہ دل دارم شر  
چسان شیشہ ساعت کیم خاک میان رابو

لطیفہ حالت شہزادگی اور عالم نوجوانی میں ایک حرم سے محبت تھی و قضا  
الہی سے مرگئی۔ چنانچہ نہایت بیخ ہوا اور جی بہلانے کے لئے دوسرے دن  
شکار کو سوار ہوا جنگل میں جا کر جب خواص خدمتگار دھڑا دھڑا بھل گئے تو عاقلان  
نام ایک امیر نے چپکے سے عرض کی کہ اس بیخ و ملال میں شکار کی تکلیف وائی  
آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا ۛ ناہا ہی کلبہ اخراں تسلی بخشیت۔ وریا بان  
میتوان فریاد خاطر خواہ کرد۔ عاقلان نے اپنا شعر پڑھا ۛ عشق جہ آسان  
نمود آہ جہ دشوار بود و ہجر جہ دشوار بود یار جہ آسان گرفت و یہ سنکر رازدار  
آنسو جاری ہو گئے جب دل ٹھیرا تو پوچھا کہ یہ کس کا شعر ہے ؟ اُس نے عرض  
کی بیٹے شخص کا ہے جو حضور کے سامنے اپنے تین شاعر نہیں کہہ سکتا۔ مسکرایا  
اور کئی دفعہ پڑھوایا۔

قدیم سے فاعدہ تھا کہ جب بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا تو سب شعرا ہی ہاتھ نکتا سکا  
یکہ کہہ لاتے تھے۔ اور جب کا سکہ پسند آتا تھا اُسے ایک لاکھ روپیہ انعام  
میتا تھا۔ اس کے لئے یہی لوگ سکے کہہ لائی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ہی اپنا سکہ  
کہا ہی۔ تم سب دیکھو اور اپنی راسی ظاہر کرو۔ چنانچہ روپیہ کے لئے یہ سکے سکے رو

جہان چو در منیر و شاہ اورنگ زیب عالمگیر اور اشرافی پرست سگہ زور  
بان جو ہر منیر و شاہ اورنگ زیب عالمگیر و سب متفق اللفظ اقرار کیا  
حقیقت میں اس سے بہتر سگہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہی سگہ جاری ہوا

## سیوا جی

ہتے ہیں کہ وکن کے ملکوں میں مالو جی نام ایک سردار تھا۔ خاندان اسکا بہت سلا  
ملتا تھا اور چند خود اپنے سواروں سے بیجا پور کے دربار کا ملازم تھا۔ انہی مالک  
ن لکھ جی جادوراؤ بھی ایک نامی سردار تھا کہ دربار مذکور سے وہ ہزار ہی منصب  
لہتا تھا اور مالو جی کی نسبت ذات میں بالادست شمار ہوتا تھا۔ ایک دن جادوراؤ کے  
میں کسی تہوار کی تقریب بڑا جملہ ہوا۔ تمام ٹھاکر سردار اگر جمع ہوئے۔ مالو جی بھی اس  
سہ میں آیا اور ساتھ اپنے چوڑے سے بیٹے کو بھی لا با۔ بچہ کی بائیس برس کی عمر تھی  
اسا بھی نام تھا۔ محل میں کھیتا بھرتا تھا۔ انفاٹا جادوراؤ کی چوٹی سی بیٹی کھیتی  
یہی ہیں گئی۔ چونکہ صحبت بے تکلف تھی۔ جادوراؤ نے دونوں جوان کو دونوں کو  
بٹھالیا۔ اور باتوں باتوں میں لگا کہ بچے کا زمانہ عجیب مانہ ہو اور اس عمر میں اگر بہار زند  
ہو تو انکا بیاہ رجھانا ہے۔ مالو جی سنتے ہی بول اٹھا کہ ساری سبھا گواہ رہے میر  
زند کا رشتہ جادوراؤ جی کی بیٹی سے ہو گیا۔ اگرچہ جادوراؤ کی عالی خاندانی اور بلند  
ذہنی سماعت کی شہرت انکر سکتی تھی مگر مالو جی کا اقبال بھی ابابوچ موج دکھائی لگا تھا  
سے بد مزہ ہو کر چپکا ہوا۔ جذرور کے بعد مالو جی کا ستارہ اور بھی چمکا اور آجندہ  
دربار سے ہنراری کا منصب اور ملک حاصل کیا جسکا بیج گدی مقام ہوتا تھا۔ مگر اس

سگاسی کا دھڑلی اسنے اب بھی پھوڑا۔ اور فی الحقیقت اب عوسی کچھ بچا ہی تھا۔ چنانچہ جانا  
 بھی اضی گینا۔ چند روز کے بعد اوہ سر ساجھی جوان ہو گینا۔ اوہ لڑکی نے ہنسی سننے والا سر  
 و نو کو سجوگ نے ایسا رنڈ کر کیا کہ خاندان کی ریت رسوم کے بموجب وہی ہو گئی۔ بڑو  
 بڑے حاکم اور فرمانروا بیاہ میں آئے۔ اچھ نگر کا بادشاہ انہو دربارتیت براتیونین  
 شامل ہوا۔ لیکن عجب بہہ لگن اور مبارک گھڑی کے یہ بیاہ رچا تھا جس کا گل مراد  
 بہہ کہلا کہ چند سال کے بعد سب کو جی پیدا ہوئے۔ جنکو قدم سے مرہٹے کے خاندان  
 میں حکومت کی بنیاد پڑی۔ زسیلوی ۳ برس کا تھا جو سا جھی اسکے باپ نے اکاوشاوی  
 کر لی اور بیٹے کو اس کے پاس بھیجا۔ وہ ان دادا جی نام ایک نامی گرامی نہتہ کا گرتھا  
 تعلیم تیر کے لڑکے کے سپرد کر دیا۔ یہہ ہونہار لڑکا وہ ان پرورش پانار اور وہ بہت  
 ہائی جو ایسی ہونہار انوالغرم کے لڑکا ہے۔ بڑو کلکے کی طرف تو خیال نکیا لڑکے لڑکا  
 نیزہ بازی شمشیر زنی۔ شہسواری۔ وغیرہ شکیلوں کے ہنر حاصل کئے۔ جب بوش سنہالا  
 تو سندا کی تربیت اور جو ہر ذائقہ سے ایکس جی سٹی پکے عقیدہ کا ہندو نکلا۔ اسوہی  
 زبان میں کہی اور کہانیاں اور نظم کی سہانہ سننے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اسکے  
 جوش کلام نوولین اور بھی خروش پیدا کیا۔ اور یہہ شوق ہوا کہ جو مضامین ان کہانیاں  
 میں سوسو ہوئے میں انہیں میں یہ ان جنگ میں لٹکار کر بیدار کروں جب وہ اس  
 کا ہوانو جوان جوان پہاڑی اور جنگلی اہل وطن موجود نہی۔ وہیں کے جنگل اور پہاڑوں  
 میں چند و ہر نہ کر شکار کی مشق کرتے کرتے آدم شکار می اور راہ ماری کے میدانوں  
 میں جا پڑا۔ اس اتفاق تعلیم نے اسکا کے تمام سچے اور گہاٹیوں کو مقاموں سے  
 آگاہ کیا۔ گویا جنگل اور پہاڑوں کو میں اسکے دل کی آنگ کے لڑو پرورش کا لنگوڑا

ہو گئے۔ جب ۱۹ برس کا ہوا تو لوٹ مار کرنے کرنے ایک قلعہ مار لیا۔ دو برس تک  
 بعد ایسا ہو گیا کہ غوا ایک جنگی قلعہ بنا کر صبح و خدق سے غلط نواہ سے حکم کیا اور  
 بیجا پور کا بادشاہ بہہ خبر سن کر صبر نہ کر سکا اور دادا جی اس کے ہتھوڑے سے جواب طلب کیا  
 اگرچہ دادا جی اپنے نوہال کو پہتا دیکھ کر دل میں تو پہچانے مانتا تھا۔ مگر ظاہر میں  
 صاف انکار کر گیا اور لکھا کہ لڑکے نے جو کچھ کہا اپنی شوخ فرائض سے کیا ہو گا  
 مجھے اس معاملہ سے مطلق علاقہ نہیں۔ چند روز کے بعد دادا جی جا رہا تھا۔ بس حال  
 اپنا غیر دیکھا تو سچو سچ کو بستہ مرگ پر بلا کر یاس ٹھہرایا اور کہا کہ اسی فرزند نہیں  
 فضا سے آسمانی سے وہ سفر نہیں آیا ہے جس کے کسی فرد بشر کو چارہ نہیں  
 اور سوتہ اسکا ایسا ہی جہان سے پھرنے کا گزارہ نہیں ہے اس وریا سی بی بقا  
 میں پار اترنا ہے اور بڑی بڑی مہون کا سر کرنا ہے مگر دیکھتا ہوں کہ اکیلا  
 اور دنیا کا ابھی کچھ دیکھا نہیں ہو اس لئے چند نصیحتیں کرنا ہوں اور خدا کے  
 سپرد کرنا ہوں سب سے اول یہ کہ دھرم گیان بر فاعلم رہنا۔ اور گای بر ہمگی اوب  
 رکھنا پھر خاندان کی حمایت کو لازم سمجھنا۔ سپاہی کو جہان سے بیارا سمجھ کر اسکی ولداری  
 اور پرورش میں ساعی ہنا۔ ٹہا کر اور ٹہا کر دوارہ کی حفاظت فرض عین سمجھنا  
 اور جس میدان میں قدم مارا ہو پیچھے نہ ہٹانا۔ آگے جو کرے سو خدا۔ دادا جی نے تو یہ  
 ہر کوصفا کی ترسیل جی نے فرزند سی معوی سے اسکی جاگیر اور مال متاع پر قبضہ کیا  
 بلکن جو روپیہ خزانے اور علاقہ سے ماہیہ آیا اسو تمام فوج تقسیم کر دیا۔ اور ملک گیری  
 لے میدان میں لے کہو لکر گھڑی دوڑانے شروع کر دئے۔ پہلا لشکر تو یہی مارا کہ کوئی  
 و شاہی سردار تین لاکھ لاشرفی کا خزانہ بیجا پور کو لے جاتا تھا۔ اسبر جا کر اور سارا



نواز لیکر ہوا زمین گیس گیا۔ چند روز کے بعد ایک ہوا کثیر سناڑہ لیکر نکلا جس کے  
نظارہ میں دیکھا کہ حرم گیارہ گونج اٹھتی تھی۔ اس حکم کے تمام کو پیش کے  
علاموں میں ایک مدافان چنگیا۔ چنانچہ اکثر قلعے فتح کئے اور قلعہ رانگ گرقار کر لے  
مگر جب انہیں سناٹے بلایا تو بہت عورتیں پیش آیا اور انعام و اکرام دیکر خست کیا و  
سبیل میں کی بہت سی طرح گیارہ حرم کی طرف غیب نہیں پہنچ سکیا۔ مسلمانوں کے رحم و رنج  
سے تفریق ہی اور اس سے زیادہ حمایت قومی کے حق میں سرگرم تھی۔ چنانچہ بہرہ سبالتین  
اس وقت کی چاروں کے لئے راجہ راجہ پٹن کہ خاں عام ہندو کو دلوں میں بڑھاتی تھے  
دلہے خوش مار فرم گئے۔ اور ترقی کے دریاہر نے لگو۔ اور حرمیہ میں سے تو  
شاعری آسان ہو گئی چنانچہ اس نے ہی جی سی ہو کر گھگھاتی کہ کھڑک بنائی۔ اور اس کے  
افکار کرنے لگا جس سے معلوم ہو کہ اس کی حال پرانہ دن اور دیوی اور دیوتاؤں کی طرح  
کے ضرور دیا کی نگاہ ہو تو

بیجا پور کا بادشاہ بہت کھنڈی دیکھتا تھا کہ نہ ہو گیا۔ ساہجی یعنی سیو جی کا باب  
بادشاہ کو کھٹیف سے کرنا ملک کا ہوا۔ اس سے بد عملی کا جواب طلب ہوا کہ  
بابا جی نے وہی معمولی جواب یا جو دیا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے کسی بہانہ  
اسے دربار میں بلا کر قید کر لیا اور کہا کہ اگر تمہارا بیٹا اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے گا تو  
قید خانہ کا دروازہ تیغہ کر دیا جائیگا کہ ہر جیتے جی لکھن نصیب ہو گا۔ سیو جی  
اس وقت میں بائیس برس کا نوجوان تھا۔ یہ خبر سن کر رنج و غمت ہوا۔ مگر رانہ گہرا  
بلکہ تدبیر کے ساتھ پرستار ہوا اور رانہ ہا کہ اس کی وقت میں بادشاہ وہی کھٹیف جو  
کرنی چاہی۔ چنانچہ یہ منصوبہ لکھا گیا کہ اس کے پاس ہر ایک اور انتہائی مطلب یہ ہے کہ شاہجہاں

کے دربار سے پنچہزاری کا منصب حاصل کر لیا۔ اس منصب میں آجی کے بوڑھے نصیبہ نے  
 ہی اٹکھہ کھولی یعنی اُس کے علاقہ پر کوئی غنیمت نہ گرا۔ اس وقت دربار بجا پور میں صلاح ہو  
 رہا تھا کہ کورہا کے اسکے علاقہ پر پہنچنا چاہئے چنانچہ اسے ملوک زنجیر سے نکال کر  
 عالی کا خلعت پہنا دیا۔ اور وہ کہیں سال بوڑھا موچھو نہر تاؤ دیتا پھر اپنی حکومت  
 پر قائم ہوا۔ یہ بلوچی کا زور اور اطمینان دو بالا ہو گیا۔ چنانچہ بونہ کے راجہ کو جابار  
 ہی قلعے زنجیر کئے۔ کئی قلعے خود تعمیر کئے۔ اور گنگا پٹشاہراؤ کی کے عالم میں کن گنپٹ  
 لاک گیری کر رہا تھا۔ اُس سے ملکہ شاہی کو مارہ کیا۔ اور اپنے ملک مقبوضہ کو روک کر  
 زیادہ ترنچت کر کے خدمت گزاری کے لئے ساتھ ہو گیا۔ لیکن بوڑھی دنوں کے بعد جو  
 یکم قلعہ انہہ آیا تو اسکے علاقہ میں ہی کئی جگہ انہہ مارا اور پھر ایسا صاف اڑ گیا کہ  
 ونگا پٹشاہ بھی دیکھتا رہ گیا۔ چند روز کے بعد شاہجہان کی جیاری کے سبب شاہراؤ  
 دہلیستان کی طرف بھڑنا پڑا۔ اسنے پھر موقع پایا۔ اور وکیل بھیجا کہ میری پہلی خدمت  
 خاطر ہو اور قصود معاف ہو۔ چونکہ وقت نازک تھا۔ اسنے شاہراؤ کو نئے فرمان معافی  
 بھیج کر لکھا کہ قصود معاف۔ ملک برقرار۔ لیکن اپنی فوج ہمارے ہمراہ رکاب کر دو۔ جب تک  
 شاہراؤ ادھر رہا۔ سیوا جی زبانی باتو نہیں مانتے رہیں مگر فوج کے بھیجے کو صاف اڑا لیں  
 سب اور گنگا پٹشاہ ادھر آیا اور ہندوستان اور پنجاب کی مہموں میں لگ گیا تو دکن کا  
 میدان خالی ہوا۔ انہوں نے پھر بادشاہ بجا پور کو قرق کرنا شروع کیا۔ چنانچہ وہاں سے  
 ضلع نام ایک فرار بادشاہی دھوم دھام میں جلد میں لیکر روانہ ہوا اور حکم ہوا کہ سید جی  
 کا خاطر خواہ علاج کر کے پھر کے رو

ضلع خان پڑا سید لاہری اُن بان سے اپنی نمود کے زور میں بھرا جلا آتا تھا۔ اس

نوبوان کو جب خبر پہنچی تو اپنی کمزور حالت کو اور بھی خوف زدہ بنا کر اپنی قلعہ میں بھڑک  
 اور عذر معذرت کے خطوط بھیجنے شروع کر دئے خان ایک تو پہلے ہی ہوا میں بھڑک  
 ہوئی تھی اب اور بھی بھڑکے۔ مگر سیوا جی نے بڑا پیچ بہہ کہیلا کہ فضل خان کا دیوان  
 ایک برہمن تھا اس پر بلا لیا۔ اس نے خان مذکور کو بالکل منقوش خاطر کر دیا کہ لڑے میں  
 اصلاً تاب مقابلہ کی نہیں۔ ایک قلعہ میں پناہ پکڑ کے بیٹھ گیا ہے اور اپنے حال  
 میں سخت پریشان ہے کہ کیا کریں اور کیا کرے۔ فضل خان سیر ہو کر اور آگے چلا  
 اور اپنی پیغام سلاموں میں بہت سے بن اور کوہستان و شوار گراڑوں کو کرنا ہوا اگر  
 بڑھ گیا۔ جب قلعے کے نیچے دامن کوہ میں پہنچے تو سیوا جی نے وکیل بھیجا اور کہا کہ  
 آپ بزرگ ہیں آپ کو میری حال پر شفقت اور رحمت کرنی چاہئے۔ اگر آپ کی بدولت دربار  
 سے میری عزت میں فن نہ آئے تو مجھے اطاعت اور جان نثاری میں کچھ عذر نہیں  
 مگر چند باتیں زبانی کہنی ہیں۔ آپ ادھر سے خود تشریف لائیں۔ ادھر سے میں حاضر ہونا ہوں  
 بالموافقہ انکا فیصلہ ہو جائے۔ خان مذکور چند سپاہیوں کو ساتھ لیکر دامن کوہ سے قلعہ  
 کی طرف بڑھا تھا جو دیوان مذکور کی معرفت پھر عرض ہوئی کہ مجھے بمقدار کو اس جمیعت سے بھی  
 اندیشہ آتا ہے۔ میں حاضر ہونا ہوں میری ساتھ ہی ایک خدمتگار سے زیادہ نہیں آپ بھی  
 اپنی جمیعت کو وہیں چھوڑ دیں۔ خان بہادر نے اپنی خانی کے گھنڈ میں انہیں بھی بیٹھ چھوڑا  
 فقط ایک خدمتگار ساتھ گئے میں تن زب کا جامہ۔ ہاتھ میں ایک سیدھی سیف کہ وہ  
 بھی کسی اور ارادے سے نہ تھی فقط نمائش و زیبائش کی غرض سے لی تھی۔ خزانہ خزانہ  
 قلعہ کی طرف چلے۔ ادھر سے سیوا جی ایک ٹہنی دار زرد و گلہ پتھر۔ اسکے نیچے فولادی زندہ بھلیں  
 تلوار ہائے۔ سنگریٹے نمودار ہوئے۔ مگر اس طرح کہ گویا ڈری جاتے ہیں اور خان کو رعب کے

ماری چل بھی نہیں سکتے۔ خان بہادر فراسکی سوکھی سہمی صوٹ کو توری بد لکڑی پر بھی  
 لگا دے دیکھا اور بڑی فخر سے ساتھ گئے ملے کو ماتھے بڑھائی سیواچی نو دوزو ہاتھوں  
 پر فولادی ہگ نو نہ چڑھائی ہوئی تھیں۔ گلے ملتے ہی اسطرح جھوٹی کہ اسکی شبہ کے بار  
 ہو گئے۔ خان بچا واپسی حیران ہی تھا کہ یہ بلا کیا ہوئی؟ جو آسنے ایک بھومی سی  
 اسکا کام تمام کر دیا۔ اگرچہ فضل خان نے بھی ایک اتہہ مارا مگر سیواچی کے خود نے بچا لیا  
 سیواچی نے کمال یہ کیا تھا کہ جنگل کی جھاڑیوں میں جا بجا اپنے سوار گار کر رہی  
 چنانچہ آہستہ آہستہ ہر کاری دوڑائی۔ خان کا لشکر جہاں جہاں بھٹکا اور پیچھے رہ گیا  
 یہ چاروں طرف سے گھر کر اسطرح اسپر کر رہی کہ سب تر بتر ہو گئے۔ اور ہتھیار پٹ ماتہ  
 آئی۔ چند روز کے بعد جب اوہر سے پیٹ بھر کر خاطر جمع کر لی تو عالمگیر کو وق کرانہ فرمایا  
 عالمگیر اب بالاستقلال بادشاہ ہو گیا تھا۔ اور سیواچی اس صوبہ میں کہلا میدان پاکر چاروں طرف  
 دوڑتا پھرتا تھا۔ چنانچہ اسکے بند و برس کے لڑے عالمگیر نے نہایتہ خان حاکم اوزنگ آباد کو  
 نام فرمان جاری کیا۔ نہایتہ خان نے اسکی دست دراز یوں کر روک نہاں شروع کی۔ اور  
 فوج لیکر تارایتا آگے بڑھا۔ اچھے چھو میدان ہو۔ اور مرہٹوں میں ایسے اثری کہ مرہٹے  
 ہٹے۔ آخر نہایتہ خان نے بڑے بڑے خاص پوہا میں حاکم مقام کیا۔ اور اتفاق یہ کہ  
 اس محل میں سکونت اختیار کی جہاں سیواچی نے بچنے میں پرورش پائی تھی۔ الغرض یہاں  
 بیٹھکر اوہر اوہر فوج پھیلا دی۔ اور اسطرح کا کرانہ و بست کیا کہ اکیلا اکیلا آدمی بھی  
 پیچھے نہ گھٹنے پاتا تھا۔ لشکر شہر کے گرد پڑا تھا اور آپ خاطر جمع ہو محلو میں بیٹھا تھا  
 چونکہ پونا کی سر زمین وہی میدان تھی جہاں سیواچی نے بچنے میں کو وہاں اندر  
 لاک گیری کی مشق کی تھی۔ اسلئے وہاں کے گھر گھر لک اسکی چتے چتے زمین کے

خوب واقف تھا۔ اور آپ باوجودیکہ بادشاہی فوج ہر طرف پہیلی تھی مگر اس ہاس  
 دانوگہات میں لگا ہوا تھا۔ چنانچہ سوچ سوچکر یہہرتہ نکالا کہ شہادتہ خان کی  
 فوج میں ایک سپاہی نوکر تھا اس سے سازش کی۔ اور وہ ایک صلح سے ایک برات  
 بنا کر شہر کو لیچلا۔ اسنے سو سو۔ پچاس پچاس۔ پیادہ کچھ کچھ فاصلہ سے راہ میں  
 چوڑی۔ اور آپ پچیس جانباروں کو ساتھ براتیوں میں لگیا۔ سرشام برات شہر کے قریب پہنچا  
 اور بے تکلف لشکر کے چچ سو گزر کر شہر میں داخل ہوئی۔ شیر لیر نے محل کے نیچے کھڑی ہو کر دم لیا  
 اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ دیکھا کہ سب اپنی اپنے کاروبار میں بھڑپ رہے۔ یہہ چھوڑ کے  
 دروازہ سے اندر داخل ہو کر دفعتاً بادل کی طرح گر جا اور ایسا بلائی ناگہانی کی طرح پہنچا کہ شہر  
 جبران گیا ایسوقت میں جان بچا کر نکل جانا قح عظیم سمجھا۔ چنانچہ گہر کر ایک کھڑکی سے  
 کو کر بھاگا۔ بلکہ اپنی اتہ کی دو انگلیاں بھی میں چوڑ گیا و

شہادتہ خان تو ناشائستگی کا رخ پیشانی پر لیکر بھاگا گاڑا اسکا بیٹا اور بہت ہی رفیق  
 ارمی گئے۔ اور سید اجمی اپنا کام کر جھٹھ آیا تھا اسی طرح پاک صاف نکل گیا۔ راہ میں  
 جہان جہان سپاہی چوڑ آیا تھا وہ بیٹھے اسکی سبوا کر رہے تھے۔ چنانچہ انہیں لیتا  
 اور قہارہ پر فتح کا ڈنکا دیتا اپنے مورچوں میں جا پہنچا۔ اس کامیابی کی اسکے لشکر  
 میں بڑی بڑی شہنشاہ ہوئیں۔ اور ایسی شہنشاہ کی کہ ۱۲ میل کے فاصلہ پر بادشاہی کو  
 پڑی تھے۔ مگر نام چراغان دکھائی دیتے تھے حقیقت میں کل قوم کے لڑی بہہ مہر کہ  
 باعث فخر اور سراپا غرہ ہوا۔ چنانچہ اتک ہی مرہٹے اس کا زمرہ کو بڑی وسوم دھام سے  
 فخر یہ بیان کرتے ہیں۔ مرہٹے کا فوجہ طبیعت کا محنت کش بدن کا ایسا جالاک اور بھرتیلا  
 تھا کہ وکن کی سرکار زمین ٹپنوں اور سولوں میں بہرئی ہو کر دھون اور یلغاروں میں

خوب کام دیتے تھے چنانچہ سیوا جی نے اپنی قوم کے آدمیوں کو اس کام کا اوزار دیکھ کر اُن سے کام لینا چاہا۔ سب کو سمیٹ کر لشکر میں بھرتی کر لیا۔ اور اپنی تنگ سے زور سے قومی حرارت کو دلوں میں اور بھی شعلہ لگائی۔ چنانچہ اب قدم ہمت کو آگے بڑھایا۔ اور بڑھتے بڑھتے یہاں تک ہوا کہ سورت جیسے مالا مال شہر اور پرزور ندر کو جارا۔ اور چونکہ مقام مذکور کہلا میدان اور بے اثر جگہ تھی اس لئے خوب جی ہو کر لوٹا اور دولت و مال بقیاس باندہ باندہ کر اپنی ٹہکانے لیگیا۔

خند رور کے بعد سا بھی کی سنانی آئی۔ اب سیوا جی اور بھی کھل کھیلے۔ چنانچہ نام ہر راجگی کا طرہ اور روپیہ اشرفی پر کھ لگایا۔ اور سلطنت کی صورت بنا کر راج قائم کر دیا اور بیجا پور سے لڑائی شروع کر دی۔ اور ایک بیٹا کشنیو نکا بنا کر دریا میں دوڑا دیا۔ وروٹ مار سے ترو خشک کو یکساں کر دیا۔ مگر مشکل یہم ہوئی کہ انہیں چند شتیان وہ بھی لوٹ لین جن پر حاجی لوگ ممالک ہندوستان سے جاتی تھی اور بادشاہ دہلی کی رعایا تھی۔ اور ان کے یب کو انتقام لینے کے لئے اس سے بہتر موقع نہ ہاتھ آیا اور اس قدر غصہ ہوا کہ گویا آپے سے باہر ہو گیا۔ فوراً جہاؤ کا فتویٰ لگایا اور شک جہاڑ روانہ کیا۔ فوج شاہی جاتے ہی چاروں طرف پھیل گئی۔ اور جا بجا اسکے قلعوں پر محاصرہ ڈال دیا۔ سیوا جی جب ہر طرف سے تنگ ہوا تو دیکھا کہ اورنگ زیب کو دکن کے قلعوں کی تسخیر کا بڑا شوق ہے۔ مصلحت یہم ہے کہ اس وقت اس سے ملکر بیجا پور پر چلے اور فوج کو لوٹ کی چاٹ دیجئے۔ جب بادشاہی فوج کا ٹڈی دل دلی چلا جائیگا۔ پھر جیسا ہو گا دیکھا جائیگا۔

راجہ جی سنگھ۔ عالمگیر کا سپاہی لا رہا تھا۔ اس سے خط کتابت جاری کی۔ اور چند

ہمراہیوں کے ساتھ بڑے تکلف آن موجود ہوا۔ سپاہیوں کو بڑی خاطر داری سے پیش آیا اور اسے بھی بڑی عاجزی سے جان نثاری اور وفاداری کے قول دیا رکئے۔ راجہ کی سفارش سے اکثر درویش تین سہی دربار شاہی بن منظور سومین اور عزت و توقیر کی سرخی سے فرمانوں کی پیشانی سے رونق پائی۔ چنانچہ بدواجی اپنی فوج کو لیکر راجہ جی سنگھ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گیا۔ اور فوج شاہی نے بیجا پور پر علم اٹھا کر ان بیداروں میں مرہٹوں نے ایسی ایسی جانبا زبانی دکھائیں کہ اورنگ زیب بھی قائل ہو گیا۔ چنانچہ اس نے خود اپنے خطوط میں لکھ کر فرزندوں اور غمخواروں کو انکی جڑ میں چھائی۔ سیلوچی کو راجہ کی وفات اور بادشاہ کی عنایت نے بڑا ہر د کا دیا۔ یعنی علاقہ برابری مقبرہ کو چھوڑا۔ اور آپ سبناجی بیٹے کو مع پانسو سوار اور سو بیادوی مرہٹے کے ساتھ لیکر دلی کو چلا۔ مگر افسوس کہ دلی کے تخت پر اس وقت نہ اکبر تھا نہ شاہجہان جو اس الغم بہادر کو دل جان سے بندہ احسان بنا لیتا۔ یہاں اورنگ زیب تھا اور سیلوچی کی ساری لگنی چھلی قانون کو دل کے اندر امانت لئے بیٹھا تھا۔ کھلم کھلا سزا دینی تو سبب نہ سمجھی۔ یہہ چاہا کہ اسکی کم ذاتی کا دلخ اور بے حقیقی کا رنگ لوگوں کو دکھا کر معزت کرے اور جو حرکتیں اسنے کی ہیں انکا بخار نکالے۔ چنانچہ جب سیلوچی۔ دلی کے پاس پہنچا تو راجہ جی سنگھ کے بیٹے کے ساتھ ایک بے حقیقت سے آدمی کو لینے کے لئے بھیجا۔ سیلوچی کو یہہ فرمانوار تو گزرا مگر چھری دربار میں آیا اور نذرانہ گران بہا پیش کر کے بڑی حوصلہ کے ساتھ دعاؤں کے فقرے ادا کرنا ہوا۔ اگے بڑھا کہ بادشاہ نے عنایت سے دیکھیں شاہ عالی دماغ نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور چوہدری نے اسے تیسرے درجہ کے امیر و زمین لجا کر کھڑا کر دیا۔ سیلوچی کو سہات کا ایسا بیخ سہا کہ ہرہ کا رنگ بدل گیا اور صفت

پیچھے کو ہٹا۔ اسپر ہی دکھوتا تب کسی اوغش کھا کر گڑ پراجب ہوشین آیا تو جس سنگہ کے بیٹے کو سر ہانے کھڑا پایا۔ جس سنگہ کو بہت برا بہلا کہا کہ سکی بدولت یہ دولت و غاری مجھے نصیب ہوئی۔ خیر جب بادشاہ نے میری آبرو کو خاک میں ملایا تو جان کو سکے لئے چوڑا ہی اسکا ہی فیصلہ کر دی۔ غرض ایسی جلی جھنی باتیں کر کے دربار سے رخصت اپنے فودو گاہ کو چلا گیا۔ اور نگاہ یہ ایسی باتیں خدا سے چاہتا تھا۔ اس وقت کو ایسا ٹال گیا گو ایک تاجی سمجھا ہی نہیں۔ کہا تو یہ کہہ کہ خیر جس سنگہ نے جو اس سے وعدہ کر کے ہیں بہین معلوم نہیں۔ اُس سے دریافت کیا جائیگا۔ مگر اسکی فودو گاہ پر پر ہی بیٹھ جائیں

سیوا جی سمجھ کر قید نہ ہونے لگے مگر اب اس پھندی کے سطح نکلتا جا رہا ہے۔ چنانچہ اسکا رتہ یہ نکلا کہ پہلے پتو ساتھیوں کو بجاڑا لا اور ہوا کی مافوق کا بہانہ کر کے اس کے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ میدان بادشاہ چوکا اور اسکی جمعیت گھٹنی غنیمت سمجھا خوشی خوشی منظور کر لیا۔ وہ لوگ یہاں سے نکلے مگر کچھ تو بھیس بد لکڑ شہری میں گئے۔ اور کچھ ان کے وطن تک پھیل کر بیٹھ گئے۔ بعد اسکے خود سیوا جی ہی بستر بیماری پر پڑ گیا۔ عالمگیر نے یہ حکیم بھیجے۔ انکا علاج شروع ہوا۔ روز نسخے لکھی جاتے اور دوا میں تیار ہوتے تھے۔ مگر عالمگیر کا بھی تداوت تھا اسنے روپیہ کی جاٹ پر لگا کر حکیموں کو گناہ ٹھہرا لیا۔ اور شہسائی وغیرہ کہانے پینے کی چیزیں غریب فقروں کو بانٹنے کے لئے منگانی شروع کیں۔ شہسائی کو بڑی بڑی ٹوکروں میں کھلا کر سنون میں سکر آنے لگیں۔ چنانچہ اول اول بہری دارون کر دیا۔ مگر جب دیکھا کہ اس میں کھانے کے سوا کچھ نہیں تو انہوں نے وہی کو لوگ موقوف کر دی۔ تاجی ایک دن شہسائی سے منہ لیٹ کر لیٹ رہا جب کچھ بات گئی



تو ایک نوکر کو اپنی جگہ سلا دیا۔ اور ایک نوکر سے میں آپ بیٹھ کر دوسری میں بیٹھے کو  
 بٹھایا۔ راز و راز نک حلال موجود تھی۔ بے تکلف سر پر دھڑ پھرہ دارون کو منے  
 سے لئے چلے گئے۔ یک کو خبر ہوئی۔ باہر جان نثار منتظر بیٹھے تھے اور گھوڑا تیار  
 تھا۔ یوسف سوار ہوا اس طرح نکل گیا گویا یہاں تھا ہی نہیں اور کچھ میرے بعد  
 پھرہ دارون کو کھٹکا گزرا۔ دیکھا تو بستر پر نوکر پڑا پایا۔ دارون نے بچا ابھٹ گھبرا یا۔ اوپر  
 اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ اتنے بادشاہ کو خبر ہو۔ اور حکم احکام جاری ہوں سننے وہ ایک  
 بے خطر رستہ لیکر متہرا کو میدان ہوا اور پل کے پل میں کہیں کا کہیں نکل گیا۔  
 متہرا میں بواجی کے سیکوک و زرات بیٹھے انکی سیوا کر رہے تھے جہاں چہ وہاں پہنچا ڈاڑھ  
 موچہ کو صفائی بنائی۔ سادہ ہون کی صورت بنائی۔ بدنیہر ہو بت راہی اور ابیو رستہ  
 سے وکن کو نکل گئے جہاں سے کیسے وہم و گمان کا ہی گزر رہا۔ بیٹے کو ایک ہرج کے  
 ہر در گئے کہ خاطر جمع سے ہمارے باس پہنچا دینا۔ وکن میں پہنچتے ہی سیدھی ہی تھے  
 اور انکے ہتھ اندھی وہی تھے۔ وہاں جا کر خوب دل کا بھاریکا لا اور تمام صلاح کو زیر  
 زبر کر کے قیامت برپا کر دی۔

اور جب عالمگیر کو خبر ہوئی تو بہت سچ و تاب کہا یا۔ اور ولیم بادشاہ کو مع دو اور  
 جنگ آزمودہ سرداروں کے فوجیں دیکر بڑی ہوم و هام سے روانہ کیا۔ اور سوجھی  
 ہی ایک آفت تھے انہوں نے ولیم بادشاہ و سرداروں کو کور سے سائنس کرنی شروع کر دی  
 اُدھر عالمگیر ہی قیامت نہی انہوں نے پہلے ہی پٹی بڑھا دی تھی کہ سپاہیاں بیچوں  
 میں بیٹھ کر دیرینہ نکرنا بیشک لجانا۔ مگر جو وقت موقع پر چڑھے تو خود فیہ خواہ قتل کشت  
 ہر نہ کہ از خاک حارہ اُٹالے نہ سے قتل نہ اسکا حکم نہ

سیلوچی کا وار پورا پورا کہ عالمگیر اپنے بیٹوں اور سرداروں کی جانب سے ہنگمان ہو گیا۔ اور انہیں  
لے اور سرداروں کو پیچیدیا۔ مگر سیلوچی کی خوش نصیبی یہ کہ بادشاہ خود پنجاب کی سرحد پر  
مانون کو دوبارہ تھا۔ چنانچہ وہ نوکری برس تک اوہر مصروف ہوا۔ ورنہ کچ فساد و ہر  
طریق سے پرورش باتار ہوا۔ اور جو سپاہی لارو ہن تھا اسکا بہہ حال ہو گیا کہ خود حملہ کرنا  
الامی طاق غنیمت کا روکنا ہی اسی مشکل ہو گیا۔

یوچی اب اپنی جی کے راجہ ہو گئے جب چاہتے اُٹھتے اور کوئی نہ کوئی قلعہ مار لیتے  
ان صد میں انکی سالگرہ کا دن آیا۔ انہوں نے راج تلک جشن کیا۔ اور تمام راجگانہ  
بنی تکر وہ رزق و برقی کہا می کہ بکرا جیت اور راجہ یوچ کے دربار گز ہو گئے۔ لیکن  
بیکانہ لادان کیا رسوا رو پا جو ہر ات چھا ور گئے۔ سرداروں کو خلعت منصب۔ بڑی  
کے انعام اور جاگیرین عطا کیں۔ فارسی خطابوں کی جگہ منسکرت لفظوں سے  
ما ب ہو۔ اور وہ حکمتین بن جس سے نہ چنی ش اور قومی خروش ملکا یا عجیب ہو لاکھڑا ہو گیا  
جی اس صد میں اپنی ملک پہیلانا اور ملکی زور کو بڑھاتا رہا۔ چند روز کے بعد عالمگیر بادشاہ  
یوچ کنیر کے ساتھ ایک سپاہی کو لکندہ پر چڑھایا اور پیچھے اسکے ولیعہد کو بھیجا کہ  
پور کا محاصرہ کرے۔ بیجا پور کا مسند نشین تو خرو سال تھا۔ اسکے وزیر نے گھبرا کر  
راجی سے مدد مانگی اسنے غنیمت سمجھ کر اسی وقت سوار کا حکم دیا۔ ہزاروں پرچہ تیار  
لے اور پرچہ سنبھال سنبھال لکھ لکھ لے آیا۔ اور یہ انس تیار وان کو لیکر روانہ ہوا  
سے جا ہی تھا۔ اپنی بازوؤں میں عالمگیر کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی۔ اسلئے  
سے بچ کر علاقہ قنبر آن گرا۔ اور چھان لے لے ہوا تمام ملک کو مستیا ناس کر دیا۔ عالمگیر بھی  
نام نہ۔ لکھا اور دست کا لکھا تھا۔ ہمارو نطف احکام جار مہ کئے اور سر میر کر

ایسی جگہ لٹا لٹا ہوا سبوا جی جاؤ نطفہ سو گھر گئے۔ ادھر یہی نعل عالمگیر کے پہاڑی  
 چڑھا تھا۔ اس طرح وہ ایک کرکٹ گیا کہ اہل لشکر دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔ عالمگیر نو اہل کار گزار و سپر  
 غصہ اور غنا کے وہاں جاری کرتے رہے۔ بہہ چند ہی روز کے بعد نکلا۔ اور ایسی کرکٹ ایک  
 سے لٹکے کہ پہلے سے وہ چند زیادہ۔ اس صدمہ بن عالمگیری فوج نے سبجا پور کو نہایت  
 تنگ کر کہا تھا چنانچہ ایک دفعہ فریر پچا رہے سبوا جی کو بڑی سختی سے سزا دیا اور پھر  
 یہ لکھا کہ زیادہ تحریر کی گنجائش نہیں لیکن آنا ہے تو اس وقت سے پہلے کام آؤ کہ بعد میں آنا ہیگا  
 بہادر کو پہر سبجا ہر کل جوش گیا۔ اس وقت لشکر جبار زیادہ اور سوار کا لیکر کئی گھوڑے  
 کی باگ اٹھائی بنا کر جاتا تھا جو ستہ میں برج لگا کہ سبھا جی یعنی راج کٹو ایک چا سپلا  
 عالمگیر سے جانا۔ سبوا جی سختی ہی گھر گیا مگر پھر یہی ہوش و حواس قائم رکھ کر فوج کشی کے  
 کاروبار بہتو جاری رکھے۔ ادھر سبھا جی جب سپہ سالار کو پاس آیا تو بڑی آؤ بھگت سے  
 اسکا استقبال ہوا اور خمیہ گاہ میں پہنچا تو سپہ سالار سے وفد کھڑا ہو گیا۔ نہایت نپاک سہا تہ  
 کہو لگو بنگلہ ہوا۔ اور اعزاز و انحراف و خیموں اور سرایروں میں آنا۔ سپہ سالار نے  
 تبسیر یہ سوچی تھی کہ جب بیٹے کو فوج و ختم او طبل و علم سے ساتھ لیکر آگے بڑھائیں گے تو بابا  
 کی جمعیت خاندانی میں نفرت پڑ جائیگا۔ مگر سبوا جی کا تاراج فوج پر تھا۔ اول توڑ کے نے  
 باپ کے اطوار و خصائل میں خود سری اور سرشوری کے سوا کچھ نہ لیا تھا۔ دوسرے یہ  
 پیچ پڑا کہ سپہ سالار نے جو عالمگیر کو یہ سارا عرض حال کہا تو وہ اس حکم آکا کہ اسے فوراً قید  
 کر لو اور باز پھر کر کے ہماری پاس بھیج دے۔ سپہ سالار نے ایسی طاعت کو عہد و مروت کو برخلاف بلکہ  
 اسی چھو دیا۔ اور وہ چھوٹی ہی سیدھا باپ کے پاس پہنچا۔ اب سبوا جی نے لشکر شامی دہلی  
 دہلی کر کے اور جابجا سپہ سالار کو پہر چاہے مار کے ایسا تنگ کیا کہ سپہ سالار کو کو سبجا پور سے

ملک اٹھالینو کو سو لکھ تہ بن آیا۔ بہہ مدوجو عین فتحیابی کا ج تہی اُسکے صلہ میں بارہیچا پور  
سیو جی کے بڑے شکر دیے ہوئے بلکہ مہارکباو کے خلعت اور تحفوں کے ساتھ ہاسکے سار جی  
ضابت ہوئے۔ انبیاں شوکت کے سالان اور زور شور کے نشان ایک نہار ہو گئے۔ اور  
وقت آگیا کہ جو آرزو بن ل کی ہیں انہیں جی کہو لکھو پر کر کے۔ یعنی اپنی حریفوں سے  
میںہہ ہینہہ مقابلے کر کے ملک کو خاطر خواہ پہلے لائی۔ بہہ ان فکر و نہیں تھا جو وقتہ پیام  
جل آیا اور اسی یکا یک طبیعت بگڑی کہ ۳۵ برس کی عمر میں ساری اراکین سینہ میں ہوئے  
سے چلا گیا

## محمد شاہ کی تہیہ سلطنت

ہاورد شاہ یعنی عالمگیر کے بیٹے نے باپ کے بعد سوا بائیس برس بادشاہت کی۔ مگر اسکے  
مدیر کو کئی جھگڑے ہو گئے۔ اور تخت کے وارثوں میں ایسی تلوار چلی کہ برسوں میں کئی  
لوہار شہزادی مارے گئے۔ آخر فرخ سیر تخت پر بیٹھا۔ مگر وہ عیش و عشرت میں ایست  
رہوش ہوا کہ تاج شاہی کو سر پر نہ بھال سکا۔ بلکہ وزیر اور سپاہیوں کو جو اسکی باعث تقویت  
ہوئے تھے۔ انہی کے مارنے کے درباری ہوا۔ چنانچہ سستی کا دار تو پورا نہ پڑا۔ ہتھیاری اہل کام  
ہوئے۔ انہوں نے ۴ مہینے میں پچھ درپے دو اور شہزادی ہوئے ہمالے ڈھونڈ کر تخت پر بٹھائے  
ماہرادی تو بہت سی نظر بند پڑے تھے مگر انہیں ایسا عقل کا بورا چاہی تھا جو کٹ بنی کی طرح انکو  
ناروی پر چلے۔ کہ ایک شہزادہ بہاورد شاہ کا پوتا۔ سلیم گڑھ میں قید تھا۔ اسکے نام پر بھرت  
مہ پڑا۔ دربار اور اہل دربار اسوقت گڑھ میں تھے چنانچہ چند امیر اسکے لینو کو روانہ ہوئے اور  
محمد شاہ کا زمانہ اور زمانہ اور شاہ کا آنا  
رشن اختر شاہزادہ اگرچہ قید خانہ میں تھا۔ لیکن دنیا کی آفتوں سے محفوظ

بار سکے پہلو میں تخت بیٹھا تھا۔ دفعۃً ستارہ اقبال اوج برآیا۔ چننا سیرتین  
 اگر مجھ کو کیا۔ اور دستاب سے عرض کی کہ تخت عاصی ہے جہاں اپنے قدم سے رونق دیکھ  
 شاہزادہ تولڑکا تھا اور ہر سون سے قید خانہ میں آنکھیں بند پڑا تھا۔ مگر دیکھ ہی تھی کہ جو باؤ  
 ہوتا ہی وہی تخت کی قربانی ہوتا ہی۔ اس لئے ہاتھ جوڑتی پردہ سوکھ لائی کہ ہر خدا شہ  
 راج نہیں جانتے۔ اس یلیم کا سر سلامت رہی وراویں ملنے سے معاف کہو۔ امیر وں ہر طرح عہد  
 چونکہ اسکی شفقی کی۔ بعد اسکے خود جہنم کا کشتا نہ جھٹکے لیکر۔ اور راج سر پر کہہ محمد شاہ  
 بادشاہ عازمی بنادیا۔ شاہزادہ یا قید خانہ کی کٹھڑی میں بند پڑا تھا۔ یا دفعۃً تمام ہندوستان  
 کا شہنشاہ ہو گیا۔ اکبری اور جہانگیری دربار میں امیرون زیر وں کو سامنے ہاتھ باندھا  
 دیکھا۔ آنکھیں کھل گئیں۔ گرد ملین حیران تھا کہ عجیب بادشاہت ہی۔ محل سے کھنا ہے  
 تخت پر آٹھ ہنا ہے۔ تخت سے اٹھنا ہی اندر چلا جانا ہے۔ معلوم نہیں دربار کیا ہے؟ اور ملک  
 میں کیا ہو رہی ہے؟۔ کے سو کوئی اپنا لفظ نہ آتا تھا جس سے دل کا حال کہے۔ اور کچھ شور  
 کر۔ وزیر اور سپہ سالار دونوں دربار کو مالک تھے۔ جو چاہتی تھے سو کرتے ہی۔ اور انہی کے بہائی بند  
 سامی کا وبار میں پہیلے ہوئے تھے باقی سب امیر کے نام تھے

محمد شاہ تولڑکا ہی تھا۔ ما۔ نے پھر ہی زبان سے دیکھی ہوئے تھے۔ وہ بھی کہ وزیر اور سپہ سالار  
 کے پنجہ سے رہائی ممکن نہیں گاتنی بات ہی کہ یہ تید ہیں۔ اور باقی جو دربار کے امیرون  
 اکثر ترک ہیں۔ اور ہر چند وہ ہی بڑی بڑے حوصلہ والے ہیں۔ مگر اتفاق وقت سے وہ بگڑ  
 ہیں۔ اور ان دونوں قیوں کا آپس میں بگاڑ ہے۔ بلکہ مذہب میں ہی اختلاف ہے۔ غرض مانے  
 بیٹے کو سمجھا یا کہ ترکوں سے جوڑ کر سیدوں کو توڑ دو تو بات بجاتی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی  
 بہات کا خیال شروع کیا۔ ساتھ ہی زور طالع یہ ہوا کہ وزیر و سپہ سالار کو بعض کاموں کے

لئے و بار سے دور ہونا پڑتا تھا۔ کاروبار میں بادشاہ کسی گفتگو کرنے کے لئے اور امر کو  
 ی سے ملنے لگے۔ اگرچہ ان دونوں کو معتبر آدمی ہر وقت موجود رہتا تھا۔ مگر بڑی بات  
 یہ ہوئی کہ محمد شاہ۔ ترکی زبان جانتا تھا۔ چنانچہ اسے اسی زبان میں بانی کیا کیا۔ او  
 میں پروین جو نکتے مطلب کے ہوتے وہ بھی ہو گیا۔ رقیبون کے آدمی کھڑی دیکھا کرتے  
 بچہ سمجھتے کہ کچھ کہہ سکتے تھے

وقتہ رفتہ بادشاہ کی حمایت سے ترکوں نے زور پایا۔ اور اسکے زور سے بادشاہ کی  
 و شاہت بنی و آیا۔ چنانچہ وزیر اور سپہ سالار ماری گئے اور انکی قوم کا نام دربار سے مٹ گیا  
 چہ صوبوں میں اب بھی فساد ہو کر جب دربار سے صاف ہوا تو بادشاہ کی رنگین طبیعت  
 نے اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کیا۔ چنانچہ ملک کا انتظام امیرون و بیرون پر چھوڑا  
 بخود باج رنگ شراب کھا بے ایسا عیش کے دریا میں ڈبو کر کسی بات کی خبر نہ رہی عیت  
 شیون سے امن چین کے ساتھ انعام و اکرام سے مالا مال ہوتی چلی آتی تھی۔ گھر گھر عیش و  
 سرور و عید رات شب برات ہو گئی۔ ایسی قدردان اور عالی شان سلطنتوں میں علماء و  
 مراد و عام اہل کمال کا کیا ہکا ماتھا۔ نہروں آدمی جمع ہو کر بادشاہ کی طبیعت کو نگینے پر  
 ل دیکھ کر سب نگین گئے۔ موزون طبع۔ لطیفہ گو۔ نوجوان اگر مصاحبت میں داخل ہوئے۔ بلکہ  
 نے پرانے بڑے سر سے ہانوں تک خضاب گئے۔ اسی عالم میں بادشاہ خود بھی شعر  
 ہتے تھے۔ چنانچہ فارسی کا شعر ہے ۛ یار در بر صبح بر سفر کبر جایش کنید و عاشقان  
 سب میر و زنجیر و پایش کنید و اور اردو کا شعر ہے ۛ بیری میں نہ کس طرح کروں  
 ہر جان کی و دن ڈھلتی ہی ہوتا ہے تماشا گری کا ڈر

ۛ الملک نواب امیر خان ایک قدیم خدمت اور خاندانی امیر زادہ تھا کہ دلیل نہ تھمت

اور امیرانہ دماغ رکھتا تھا۔ ساتھ اسکے لطیفہ گوئی اور ہندلہ سچی کا یہ عالم تھا  
 کہ بھلہ بھرنی کی طرح منہ سے بھول چھڑتے تھے۔ خلوت و دربار میں ایسی گل افشانیان  
 کرتا تھا کہ تمام دربار لوٹ جاتا تھا لطیفہ ایک دن بادشاہ نے پوچھا کہ  
 امیرخان یہ جو۔ پوت۔ سہوت۔ کہوت۔ گوگون بن زبان زد چلے آتے ہیں اب بھی  
 سمجھ لگی اصل ہے ؟ عرض کی کہ حضور اسی دربار میں سب موجود ہیں۔ بادشاہ  
 نے کہا کیونکر ؟ کہا۔ پوت تو یہی جیسے حضور یعنی سلطان ابن السلطان  
 ابن سلطان اور سہوت برہان الملک کہ محمد امین نام ایک مغل ایران سے آیا۔ بہان  
 حضور کے قصد سے وہ مرتبہ پایا کہ باپ دادا کا فخر ہو گیا۔ اور کہوت یہہ خانہ زاد  
 کہ باپ دادا۔ حضور کے بزرگوں کی جان نثاری میں اعلیٰ اعلیٰ عہد و نیر ممتاز رہے  
 اور فردوسی اس حالت میں گرفتار ہے لطیفہ ایک دن امیرخان حضور میں اپنے  
 بزرگوں کی جان نثاریان۔ اور شاہجہان اور عالمگیر کی قدر و انبیان بیان کرنا  
 تھا۔ اُس میں یہی کہا کہ میرا باپ کابل میں ناظم تھا۔ اور اپنی عقل و تدبیر سے اس قدر مورد  
 غایت تھا کہ کئی مہین و گن میں فتح ہوئیں۔ اور عالمگیر نے انکی فتح اسکے نام پر لکھی۔  
 یہہ تنگ خاندان اس حال میں حضور کو سامنے حاضر ہے برہان الملک نے کہا کہ  
 ۵ پسر نوح باہان ثبت و خاندان ہو قش گم شد و امیرخان نے کہا کہ دوسرا  
 شعبہ ہی تو پڑ ہے کہ ۵ سک اصحاب کہف روزی چند و پے نیکان گرفت و  
 مردم شد لطیفہ جب امیرخان۔ صوبہ الہ آباد سے آئے تو بادشاہ نے پوچھا کہ  
 امیرخان ہمارے لئے کیا لائے ؟ عرض کی کہ۔ دو نہرا حلق۔ بعد اسکے اپنے باوقفا  
 سپاہیوں کو جو وہاں سے ساتھ آئے تھے موجودات کے لئے حاضر کیا بادشاہ

جب وہ بچہ جواں اور اعلیٰ و روزبان اور سامان دیکھ کر تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ انہی لوگوں کو تم احق کہتے ہو؟ عرض کی کہ حضور۔ نہ میری پاس خزانہ۔ نہ ملک فقط زبانی بات پر میں سو کوں چلے آؤں۔ یہہ احق نہیں تو اور کون ہیں۔ بادشاہ کہا کہ خیر۔ انکو اپنی رفاقت میں کہو۔ تنخواہ خصوصاً سے مجرا ہو کر گی۔

عرض کیے یہی لوگوں کی صحبتیں تھیں اور عیش و عشرت سے بچوم تھے۔ مہتاب باغ اور حیات بخش کے باغوں کو سجا کر طاسات کا نمونہ کر دیا۔ نہروں میں نواری بڑی رہتے۔ بادشاہ اطمین بیٹھے۔ ناچ رنگ کے جلسے جمتے۔ اور شراب کے دور چلتے۔ جب برسات آتی تو اُسکے بان بہا آتی قطب صاحب کے جنگل بھری سے ہری بھری ہو جاتے یہہ شہر کو چوڑ کر ان جا رہتے۔ حکم نہا کہ ابرسیا ہ ہارا قیاب ہے جب گرجنے کی آواز آیا گرمی اسبوقت کم بندی ہو جا یا کرے تو

تمام اُمرا ایک ایک ملک اور علاقہ پر تعینات تھے۔ مگر بہار و بار کی لطف اُٹھانے کو نائب پٹروان چھوڑی اور خود دربار میں چلے آئے۔ ظاہر ہے کہ جہان اہل دربار اسوے خیالات میں ہوں ان ملک کے انتظام کا کیا ٹھکانا۔ گزرا زہ گل یہہ کہلا کہ وزیر اور سیال کے توڑنے کے لئے سبے تجویز کی کہ نظام الملک آصفجاہ کو وکن سے بلانا جائے۔ چنانچہ وہ آیا۔ گل کا دربار اسکے بہرہ ہو گئی اور ہر مقدمہ اسی کی صلاح سوسلے ہوئے لگا۔ مگر اس دیرینہ سال نے عالمگیر کے عالم دیکھ کر ہوئے تھے۔ دربار کے رنگ دیکھ کر بہت گھبرایا اور بادشاہ کو صلاحیت پر لانا چاہا۔ یہاں کے رنگین مصلح ہی اس سے گھبرائی۔ اور اپنے ٹوڑ جوڑ مارنے لگے۔ لیکن چونکہ آصفجاہ ایک تہہ کا شخص تھا۔ اسکے دار اسکے مقابلہ کے قابل نہ ہو تو تھے البتہ وق کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن بادشاہ نے اسی بل بوتے



خاص خلعت اور وزارت کا عہدہ دیا۔ اہل دربار کو سہات کا دلغ ہوا۔ چنانچہ توڑ  
اسکا یہ کہ کیا کہ اسی ات کو نواح کے جلسہ میں ایک بہانہ دے باؤشاہ کو بہت خوش کیا  
بارونجے اسی ہی لباس خاص خلعت دلوا دیا۔ اس پر ہی اس دل شکستہ فرج طریقہ اور  
آئین باؤشاہی دربار و کپڑے جاری کرنے شروع کر خلوت اور خلوت میں باؤشاہ کی  
وقتوں کی تقسیم کی اور کاروبار ملک کے پیش کرنے لگا۔ رنگین فراجون نے اس کی  
سنسی رازنی شروع کر دی۔ رنگیلے باؤشاہ کو کچھ تو خود بیہ کام و بال معلوم ہوتے تھے  
کچھ میروں نے بہکایا۔ چنانچہ آصفجاہ کی عرض معروض پر باؤشاہ کی یہی وہ توجہ  
نہی۔ ایک ایسے نے اپنی جگہ یہ بھی کہا کہ کیسا بندہ کی طرح باؤشاہ کے سامنے اچھلتا  
بہرتا ہے۔ آصفجاہ کو یہی دم دم کی خبر لگتی تھی۔ سنکر کہا کہ اگر یہی حال ہے تو دیکھو گے کہ  
فصیل قلعہ کو ایک ایک کنگرہ پر بند راجیگا۔ آخر تنگ ہو کر کسی بہانہ سے اپنی علاقہ پر چلا  
کہ ایسے سندھ و مین ہر وزیر ہندوستان کہلائی سے حیدرآباد کی صوبہ داری بہتر ہے۔ اتفاقاً  
اسی دنوں میں باؤشاہ افغانوں کو ایران سے کالتا ہوا قندھار تک آیا تھا۔ اور  
افغان اودھو سرنگھڑا تمام کو بہت مان کاہل میں پہل گئے تھے۔ چونکہ کابل میں دربار دہلی کی  
طرف سے صوبہ ہوتا تھا۔ اس لئے باؤشاہ نے محمد شاہ کے پاس اپنا ایچھے بھجا کتبہ بھی  
اپنے صوبہ کے نام حکم بھیج دیا کہ دو طرف سے دبا کر اس فرقہ کو واراؤ اسی کو کشتاوی میں  
یہاں اُن نو مین جیش عشرت کے غل سے آواز ملک نہیں سنائی دیتی تھی۔ چنانچہ ایچی  
راہ میں بارے گئے اور کسی نے خبر ہی نہ لی۔ کہتے ہیں کہ آصفجاہ خود دود گن کو گیا تھا۔ مگر  
باؤشاہ کو خفیہ ایچی ہیچ کر سکا گیا کہ آپ بے تکلف چلے آئیں۔ یہاں دلی تک میں  
صاف ہے۔ چنانچہ چند روز کے بعد باؤشاہ نے ایچیوں کی تباہی سنکر بھر پور لکھا

اور اخیر کو خطون کی سچوابی نے خود اسے ہی ہندوستان کی طرف کہینچا۔ مگر بہان بہان  
 حال تھا کہ عام خبروں کے علاوہ کابل لاہور وغیرہ کے حاکمون کی عرضیان  
 یہی آتی تھیں۔ اور کوئی خبر نہ ہوتا۔ بلکہ جب لوگ نادر شاہ کے آنے کی خبریں دیتے  
 تو امرایو دربار سنکر کھڑا ہوتے اور کہتے کہ لوگوں کے گہر بہت بلند ہیں۔ دور سے  
 نادر شاہ کا لشکر دکھائی دیتا ہے۔ جب ناچار ہو کر نادر شاہ نے کابل کو آن گھیرا  
 تو وہاں کے حاکم نے نہایت اضطراب سے عرضی لکھی۔ چنانچہ جوقت خریطہ پہنچا تو  
 بادشاہ ہتھاب باغ میں عالم آب کا تماشا دیکھتے ہوئے تھے۔ اور سامنے باج ہو رہا تھا  
 چونکہ اس وقت نہایت سرور کا عالم تھا۔ عرضی کو لیکر گوشہ اسکا شراب میں ڈبو یا اور  
 یہ مصرعہ پڑھا کہ عجب ابنِ فقر پیچھے غرق مئی ناب اولیٰ ہو چونکہ آصفیاء کی واناہی اور  
 تجربہ کاری کو اس کے حریف بھی مانتے تھے۔ اسلئے نادر شاہ کی آمد آمد سنکر اسو بھی کن سے  
 بلوایا۔ اور نادر شاہ نے کابل کو فتح کر کے پھر نامہ لکھا اور اپنا دوسرا ایلیچی دربار قلی میں  
 مرکا ہوا تھا اسے طلب کیا۔ یہاں دربار میں یہ مقدمہ لکھتے تھے کہ کسی خطا اور کئی ایلیچی اسے  
 اور دوسرے جواب بھی نہیں گیا۔ اب جواب کیا لکھیں؟ اور لکھیں تو اس میں القاب کیا  
 لکھیں؟ کیونکہ وہ اصل میں نادر قلی سے کوئی خاندانی بادشاہ نہیں ہے۔ اتنی میں خبر آئی  
 کہ اسکا لشکر الٹ اتر آیا۔ یہاں ہی کوچ کی نیاریاں ہوئے لیکن۔ اور چلتے چلتے دو چھینے  
 میں گرفتار پہنچے۔ سب گھر کے کنارہ برات کی طرح پڑے تھے اور جرحطج لوگ شہر سے عید گاہ  
 کو جاتے ہیں اس طرح آتے تھے اور لشکر کشی میں ملے ہوئے جاتے تھے۔ بران الملک کا انتظار  
 ہو رہا تھا۔ کیونکہ اسکی فوج تو چنانہ کی پشت گرمی سے اندون بہت نامور تھی۔ اتفاقاً جسد  
 وہ اگر لشکر کشی میں ملے ہوا اسدن نادر شاہ ہی پاس پہنچ گیا تھا۔ اور یہاں سیکو خبر بھی نہ تھی

برہان الملک نے دربار کی بے پرواہی کی شکایتیں کر کر کوچ کی تاکہ شروع کی ہو  
 اسی دن چند کھسار جو کچھ نچی کچھ بدحواس دوسری آئے کہ ہم جنگل میں گھاس اکھودنے  
 گئے تھے نادری فراوانوں نے کئی آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور سہنے بہاگ کر  
 اپنے تین بہان پہنچایا ہے۔ ادرائے جمعہ ذکر پھر گفتگو شروع کی۔ اتنے میں خبر پئی  
 کہ چند فرلباش نادری برہان الملک کے ڈیروں پر ساتھ مار گئے برہان الملک تلوار  
 ٹیکو لڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ صاحب اب کونسی بات باقی ہے جسکا انتظار کیا جا  
 اسی وقت فوج لے لڑنے کو روانہ ہوا مگر خان دوران نے بادشاہ کو اطلاع دی۔  
 انہوں نے آصفجاہ کو خبر کی۔ آصفجاہ بولا کہ پھر دن باقی ہے۔ برہان الملک کو روکنا  
 چاہئے کیونکہ لشکر انکا مندر لینا رہتا ہوا آیا ہے۔ اس وقت بموقع جرات کرنی سب نہیں  
 مکمل ہو چکا نہ سامنے رکھ کر اور سب لشکر کو ترتیب یکنہ و بست سے لڑیں مناسب ہے۔ بادشاہ  
 نے یہی بات خان دوران کو کہلا بھیجی خان نے رات سستی ہی بگڑ کر اٹھ کھڑا ہوا کہ کہہ کر  
 حیف کی بات ہو ایسا جو اندر سردار آقا کے نکاح پر نشانہ ہونے جائے اور ہم پہلو میں بیٹھ  
 اسکے مرنے کا ماتشا دیکھیں۔ چنانچہ بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ برہان الملک اب مقابلہ میں  
 جا پڑی ہو گئے اسے واپس بلانا مصلحت نہیں۔ ساتھ ہی خود ماتھی پر بیٹھ۔ فوج کو لے۔  
 روانہ ہوا۔ اور آدھ کوں کا فاصلہ دیکر برہان الملک کے پہلو میں فوج جمادی فر

نادشاہ ہی سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور فوج کے تین حصے کر کے ایک اپنے ساتھ کہہ  
 دو کو دونوں کے مقابلہ میں ڈالا۔ فرلباشوں نے برابر حملہ پر حملہ کرنا شروع کیا تو پڑی ہی دیر

ملہ فلول چند سردار دن کا مجروح ہوئے جو فوج سے آگے بڑھ کر کئی کئی کوس تک گھوڑی مارا پھر رہا ہو  
 تاکہ دشمن کی فوج کی اور گرد و پیش کے حالات کی خبر رہے۔ اور موقع پانے سے نو دست بردہی کر جانا ہے

۴۰  
 بین عیش پروردہ فوجین پریشان ہو گئیں۔ بہت سے سردار مارے گئے اور خانہ دربار  
 زخمی ہو کر میدان سے بھرے۔ یہاں شکست کی ہوا اڑتے ہی جان ویران کے خمیہ ڈیرے  
 لشکر کا خانوں کی خاک اڑ گئی تھی۔ اتنا ہی نہ تھا کہ نیم جان لاشہ کو سایہ میں  
 رکھیں بغرض ایک بیچہ بکھین سے لیکر اسمین اتارا۔ اتنے میں بادشاہ کی طرف سے  
 چند خواجہ سرا آئے اور آصف جاہ وغیرہ بھی حیات کو پہنچے۔ تھوڑی دیر میں اس  
 پارسو نے درانگہ کہولی اور آہستہ سے اتنا کہا کہ خیر رہنے تو اپنا کام کر لیا اب بچہ کو  
 ورتہارا کام جانے۔ مگر اتنا کہتے ہیں کہ بادشاہ کو نادر کے پاس اور نادر کو تھہر  
 میں نہ لیجانا۔ جسطرح ہو سکے اس بلا کو ہین سے ٹال دینا۔

نادر برائے الملک اور اس کے چند رفیق میدان میں رہ گئے تھوڑے عرصہ میں  
 بیٹھا تیرا رہا تھا کہ قزلباش چاروں طرف سے گھر آئے۔ ایک جوان نیشاپوری اسکا ہم وطن  
 ہوٹا اڑا کر پہنچا۔ اور آواز دی کہ۔ اسی محمد امین جوان شدہ۔ بلکہ جنگ میں  
 جنگ میں؟ برائے الملک نے اتھارو رک لیا۔ قزلباش نے نیزہ زمین پر گاڑ کر ہوسری کی  
 باگ ڈور اس سے باندھی اور جھپٹ کر تباہ کر دیا۔ برائے الملک ایران کے  
 ستوروں کے واقف تھا۔ کمان ہاتھ سے رکھ دی اور اپنے تئیں بچہ تقدیر کے حوالہ کیا  
 قزلباش ہاتھی کو گھیر کر اپنے لشکر میں لے گئے۔ نادر شاہ نے جرم بخشی کر کے غیبت و ہاسی  
 اور چونکہ شام ہو گئی تھی فوج لیکر اپنی جگہ گاہ کی طرف پہرا۔ برہان الملک کو اپنے تھم و تھوڑا  
 پر بٹھا یا چنانچہ اسنے مصلحت آمیز باتیں کر کے نادر شاہ کو سہات پر راضی کر لیا کہ  
 خصوصاً ایک معقول نذرانہ لین اور یہیں سے واپس تشریف لیجاؤں۔ نادر شاہ سہات پر  
 راضی ہو گا۔ برائے الملک نے ایک عرضیہ میں یہ سب حال اپنے بادشاہ کو لکھا اور رقعہ

آصفجاہ کو بھیجا کہ تم آؤ اور اس امر کا فیصلہ کرو۔ یہاں سب درباری حیرت میں غرق  
 بیٹھے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے ! اور حیران تھے کہ کیا کرنا چاہئے ؟ یہ خبر سنتے  
 ہی خوش ہو گئے۔ محمد شاہ نے فوراً آصفجاہ کو روانہ کیا۔ اس نے برطان الملک کے ذریعہ  
 سے ماور کی ملازمت چل کی اور بعد گفتگو کے یہ بھیج دیا کہ دو گروڑ روپیہ نعل بہا لیجئے  
 اور یہیں سے تشریف لیجائے۔ ماور نے یہ بات منظور کی اور آصفجاہ عہد و پیمان  
 کر کے وہاں سے رخصت ہوا۔ مگر محمد شاہ کے سامنے جا کر ان کاموں کو اپنی نظر گزاری  
 اور دو تھو اسی کے لباس میں ظاہر کیا یعنی برطان الملک کی حسن خدمت کو اڑا دیا  
 خصوصاً خان دوران اور امیر الامرائی کا خطاب اور غلعت بیش بہا آصفجاہ کو  
 عطا کیا ہوا۔ برطان الملک کا ذکر یہی کہنے نہ کیا۔ دوسری دن محمد شاہ کی ملاقات  
 ٹھیری۔ بادشاہ ادھر سے بڑی توڑک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ادھر سے  
 ماور نے اپنے بیٹے کو استقبال کے لئے بھیجا۔ وہ رستہ میں آکر ملا۔ بادشاہ فرشتے کی  
 زمین پر رکھ کر ملاقات کی اس نے فوراً نہ طور سے معاف کیا۔ اور ہمراہ ہو کر آؤ  
 کے پاس لیگیا۔ ماور شاہ لب و لہجہ نکستہ استقبال کو آیا اپنی مسند پر نہایت تعظیم سے  
 بٹھایا۔ بعد اسکے برادرانہ اور دردمندانہ باتیں شروع کیں چائے آئی اُسکا دور چلنے لگا۔  
 ماور شاہ اس وقت برگ کی قبا۔ اسپر و اقلی پہنے سیاہ پوست برہ کا ختنان۔ اسپر ایک  
 برکی خم پہنی تھا سپر کلاہ پانچ تہی۔ ادھر محمد شاہ شینم کار تہ ڈاکہ کی لیل کا جامہ پہنی  
 تھے۔ اور سپر جو ستار تہی اُس سے بھی گہرا تے تھے۔ برابر بیکھا ہوتا تھا۔ ماور شاہ سے  
 کہا کہ رخت شام بیا گرم است بر تن گرانی نمیکند ؟ ماور شاہ نے آہ سرد بھر کر کہا۔ کہ برادر

لے مصارف جنگ اور چہ راہ سے روپیہ کو نفل بہا۔ یا خلیفہ کی کار دہیہ پہنتے ہیں ۱۲۵۰ عہ یہ لہجہ ٹوپی ہی  
 پوست برہ پہنے سیاہ دہیہ کی کہاں کی ہوتی ہے ۱۲

جان من ! ہمیں رختِ گم بہت کہ مارا از ایران تا بایجا رسانید۔ لطافتِ لباس نہا ستم  
کہ نگزشت از وہلی تا بایجا حرکت کنید۔ غرض بادشاہ نے مہنسی خوشی یہاں سے مرجعت  
برائے الملک و ان امیر الامرائی کے منصب کو اپنا حق سمجھ کر بیٹھا تھا اس نے جب آصف  
کے خلعت و خطاب کا حال سنا تو بہت بگڑا۔ اور بادشاہ سے کہا کہ حضور نے کیا غرض  
کیا جو ہندوستان کے فارونی خزانے چوڑ کر دو کر وڑ روپیہ پر رضا مند ہو  
یہ تم تو فقط غلام ادا کر سکتا ہے۔ اور بادشاہی خزانے اور مال اور مہاجنوں  
گھرانوں کے کیا ٹھکانے ہیں۔ البتہ شہر یہاں سے چالیس کوس سے حضور کو اتنا تکلیف  
و زائین۔ نادر شاہ خوش ہو گیا اور اس وقت آصف جاہ کو بلا ہیجا وہ خوشی خوشی پھر  
حاضر ہوا۔ اسے حکم ملا کہ تم ٹھیرو اور اپنے بادشاہ کو بلاؤ۔ آصف جاہ نے کہا کہ جہاں  
میں ہیں نہیں ٹھیرا تھا۔ نادر نے کہا کہ ملک و سلطنت اور بادشاہ کی عزت و آبرو سے  
ہمیں کچھ تعرض نہیں ہم فقط ایک ملاقات اور کرنی چاہتے ہیں آصف جاہ نے ناجار بادشاہ  
کو کہا۔ بہت سے امرا اور نوکر چاکر اور سر سے ساتھ چلنے کو تیار ہوئے۔ مگر وہ فقط حمزہ الملک  
وغیرہ چند امروں اور چند خواجہ سراؤں کو لیکر آئے۔ نادر شاہ نے عزت و احترام کیساتھ  
الگ خیمہ میں اتر دیا۔ اور کہا کہ یہاں ہی محمد شاہ سلطنت اور دربار کا سامان مع حرم سرا  
کے منگواوا اور خاطر جمع سے یہیں ہو۔ لشکر میں بھی حکم پہنچا کہ جو چاہے ہمارے لشکر میں  
آجائے۔ اور جو چاہے وہی جلا جائے۔ بعد اسکے اپنا فرمان اور بادشاہ کا شفقہ ایک  
اپنے سردار کو دیکر تہہ کو روانہ کیا۔ اس نے جاتے ہی قلعہ دار سے کنجیان لین اور  
کا خانو پر قبضہ کر لیا۔ لشکر کے لوگ پریشان ہو کر بہاگے۔ بہتوں کو ولایتیوں نے  
لوٹ کر باندھ لیا۔ جو اسے بچے وہ رستہ کے گوجروں نے ماری۔ جیتے بچے تو بچے

کچھ کچھ پہنچے۔ دوسری دن نادر شاہ بھی شاہ کو لیکر چلے اور ولی بن اعلیٰ ہو کر  
 پانچ چار دن کے بعد بعد قربان آئی مسجد میں خطبہ نادر شاہ کو نام سے پڑھا گیا۔ اور چونکہ دوسرا دربار  
 تھا۔ اسلئے بڑی ہوم کا نورک و ختام ہوا۔ مگر قربانی اس عید کی عجیب غریب تھی۔ یعنی عصر کے  
 وقت تک تمام شہرین امن و امان سے عیش عشرت ہو رہی تھی جو دفعہ ہنگیر خانے میں  
 بیٹھے بیٹھے ایک ہنگر بولا کہ واہ محمد شاہ رگنیلے!۔ آخر بادشاہی بیچ کھیل ہی گیا  
 دوسرا بولا۔ کیا؟ اسنے کہا کہ حرم سرا میں موقع ناک کر ایک قلمانی سے نعلے کو  
 مروا دیا۔ یہہ ہوا۔ دفعہ اڑی اور ہوا کی طرح تمام شہرین پھیل گئی غضب یہہ ہوا  
 کہ نادر بھی سپاہی جو ایک ایک دود و گلی کو چون میں بے تکلف پھرتے تھے انہیں لوگوں نے  
 بے واہانہ جھک کر قتل کرنا شروع کر دیا رات کو نادر کو خبر پہنچی۔ اسنے فوج کو حکم دیا کہ اپنی  
 جگہ پر قائم رہو اگر تم پر چڑھ کر آئیں تو جواب دو نہیں تو جب چاہے بیٹھے رہو۔ رات بھر  
 برابر تلوار چلتی رہی۔ اور صبح تک سات سو ولایتی شہرین کٹ گیا۔ افسوس یہہ کہ ان  
 دربار چکے تماشاً دیکھا کئے۔ بلکہ چند اشخاص کہ جنکو نادر شاہ سے کہہ کر اپنی گھر لینگے  
 نہ وہ بھی مار دی گئے۔ نادر نے صبح کو اٹھ کر پوچھا تو وہی سنا۔ حیران ہوا کہ کز مال  
 کے معرکہ جنگ میں کل تین ولایتی مرین اور بیس آدمی خمی ہوں! اور شہر میں میرا  
 صد ہا سپاہی سطح ضایع ہو جائے؟ دنیا انکو نہیں اندھیر معلوم ہونے لگے اسوقت  
 بکلا اور گھوڑی پر سوار ہو کر شہر کو دیکھتا ہوا چلا کہ شاید مجھے زندہ و سلامت دیکھ کر  
 یہہ طوفان ہم جاسو اور دہلی کے قتل عام کا دہشتا میری نام پر نہ آئے مگر شہر کے لوگوں

لہ قلماق لگ کر ہر کون میں ایک ذکا نام ہو مگر ہندستان میں قلماقی اور اردو ایگنی ان عورتوں کو کہتے تھے جو اولہ ہتک

سچی تھی تہیں اور حرم سرا میں پہنچ کر پھر دیکھ کر کام کرتی تہیں عہ یعنی نادر شاہ کو مروا ڈالا ۱۲

نے آپس ہی پتھر پھینکنے شروع کر دیے بلکہ بند و قین ہی مارین یہاں تک کہ ایک صاحب کا بہلو زخمی ہوا۔ ساتھ ہی دیکھا کہ جاجا ایرانی غریب الوطنوں کے لاشیں پڑے ہیں یہ ہم دیکھ کر اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا اور قتل عام کا حکم دیکر کہہ دیا کہ جہاں تک کوئی تو لباس مرا ہوا نظر آئے ایک آدمی جیتا نہ رہے۔ یہ کہہ کر تر بولے تک آیا اور روشن الدولہ کی مسجد میں آکر قتل عام کی علامت ظاہر کی یعنی نلوار کینچن مسجد میں بیٹھ گیا۔ کوچوں میں خون کے لمبے بہ گئے۔ اور گھروں میں آگ لگ کر زمین آسمان تک ہوان مڑ ہو گیا۔ نادر شاہ کا غصہ خدا کا قہر۔ بادشاہ اور امیر بے بہتر تھے اور دم نہ مار سکتے تھے۔ ایک بڑا خانوہ سر محمد شاہ کی پاس قتل ہوا آیا اور کہا کہ حضور کے باپ دادا کی عیت سب قتل ہو گئی بادشاہ ہی آبدیدہ ہوئی اور اتنا کہا کہ **ویدہ** عبرت کشا قدرت حق را بین و شامت اعمال تا صورت نادر گرفت و دوپہر کے قریب جب عالم میں کہرام مچ گیا تو بھرنے آصفیہ سے رجوع کی۔ وہ تلوار گلہری مٹی لے کر برہنہ کئے خاموش نادر کے سامنے جا کھڑا ہوا اور رونے لگا۔ نادر شاہ کے دل میں بھی خدا نے رحم ڈالا۔ پوچھا کہ چٹھو اہی؟ اسے یہ شعر پڑھا کسی نماز کہ دیگر بہ تیغ باز کشی نہ کر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی و نادر نے نمر کا سر چڑھایا۔ تلوار میان میں کی اور کہا کہ بریش سفید بخشیدم۔ اسی وقت شہر میں ایرانی نقیب اور جاؤش امان بان کہتے ہوئے دوڑے اور پل کے پل میں امن ہو گیا۔ سلطان کے کاروبار کے ساتھ دونو بادشاہوں کی صحبتیں بھر بدستور جاری ہو گئیں۔ ایک دن بادشاہ فرما دی دعوت کی۔ ایک ایک خدمت ایک ایک امیر کے سپرد ہوئی۔ کہانے کے بعد جب جامی اسی نوحہ المکے پیالی جامی کی بھری۔ مگر جب نیو لگا تو سوچا کہ اگر پہلے اپنی آقا کو دونو آدھرا نادر رہے۔ ایسا ہوا ہی سر اڑاؤ



اور اگر نادر کو پہلے دون تو آئندہ ہی اپنی دربار میں منہ دکھانا ہو۔ یہاں سکی تیزی طبع کا جو ہر کام آیا۔ یعنی محمد شاہ کے سامنے پیالی کر کے کہا۔ کہ شاہانِ بشارت میں ہند یعنی فدوی کی بیافت نہیں کہ اس عالیجاہ بادشاہ کو چائو دے۔ آپ اپنی دست مبارک سے دیجئے۔ چنانچہ دونو بادشاہ خوش ہوئے اور دونو کے اہل دربار نے اس انداز خوشنما تجسین و آفرین کی و

**لطیفہ** ایک دن نادر شاہ کو پیٹ میں گرانی معلوم ہوئی۔ محمد شاہ سے حال بیان کیا۔ اسی وقت علو بخان حکیم آبا اور نصیر دیکھ کر دو خانہ کے دروغہ کو اشارہ کیا۔ چنانچہ کشتی مرصع پر زنگار خان پوش ٹپا ہوا آیا خان پوش اٹھایا تو ایک مرصع مرتبان بن گلقد۔ الماس کا چمچ برابر دھرا۔ گنگا جمنی کا ٹٹا رتی مائے سمیت وزن کے انداز سے لئے ساتھ موجود تھا۔ اور حکیم سوچتا تھا کہ کقدر گلقد اس میں سے نکالے اور وزن کر کے کہانے کو دی۔ نادر شاہ نے خود مرتبان کو اٹھایا اور کہو لکھ دیکھا۔ بعد اسکے دو انگلیان اندر ڈال کر چاروا لون میں تباں خالی کر دیا۔ چونکہ اس میں خوشبودار این بھی ملی ہوئی تھیں۔ اچھا معلوم ہوا اور کہا کہ۔ حلوائی خوبست دیکھ بیا ریڈو

**لطیفہ** ایک دن نادر شاہ ہو اکھانے کو سوار ہوا محمد شاہ سنے کہا کہ ایران میں اتنی نہیں ہوتا آج انہیں اتنی پر سوار کرو۔ جب ہوج میں جا کر بیٹھا تو اگویں بان کو دیکھا۔ پوچھا۔ ایران کیت؟ تو کون نے کہا کہ۔ فیلباست یاں میرا زید فیلبان سے کہا کہ عنانش میں بڑ۔ اسنے عرض کی کہ قبلہ عالم خیل غنائد و باشا سپر ایم راہ میر و نا کچر بولا۔ بنشاند کہ و ایم مرکب کہ عنانش بدست غیر باشد سوار میرا نشاید و

**ط** محمد شاہ کے اہل نشاط میں ایک کنجی تھی نور بانئی اسکا نام تھا۔ رنچ گاتے کے علاوہ حاضر جوابی اور لطیفہ گوئی کا بہہ عالم تھا کہ گویا منہ سے دل جھڑتے تھے۔ ایک دن نور شاہ نے بھی اسکا گانا سنا۔ چنانچہ بہت محظوظ رہے کچھ انعام دیا اور کہا۔ کہ نور بانئی روئی ہند رہا یہاں کن بیا کہ بایر انت ہم۔ یہہ سنتے ہی بانئی جی کا دم بند ہو گیا۔ اور ساری لطیفہ گوئی ان بہول میں۔ دل میں ڈیریں۔ کہ خوش ہو کر ساتھ لیچلا ہے۔ اگر ذرا خفا ہوا تو خدا جاکا ل کاٹ لے۔ آنکہہ نکال لے۔ پیٹ چاک کر ڈالے۔ غرض اسبوقت یہہ غفلت ہی میں شمع جاگدازم نوصبح دلکشائی ہو سوزم گرت نہ بنہم میرم چرخ نہائی۔ یوکت اینچسینم دور آنچنا نگہ گفتم و نہ تاب وصل دارم نہ طاقت جدائی و نہ آشاہ بت خوش ہوا اور اسکا مطلب سمجھ کر اپنی ارادی سے درگزر کر

ہی عرصہ میں نصیر الد میرزا اپنے بیٹے کی ایک شاہزادی سے شادی کی وہ پہلے وہاں ہکر خاطر خواہ نقد و جنس اور جواہر جقدہ سمیٹ سکا۔ یہاں تک کہ نت طاؤس تک بھی اٹھایا اور سونے چاندی کے چکی کے پاٹ ڈھوا کر نہ ٹونپر لہ وادئے۔ غرض کل تیس کڑوڑ روپیہ کا اثاثہ لیکر روانہ ہوا۔ اور یرہ جات۔ کابل۔ اور پنجاب کے ان علاقوں کو جنکا زوپیہ کابل کی فوج میں تھا ہوا تھا انہیں ہندستان سے نکال کر ایران کی سلطنت میں داخل کیا۔ محمد شاہ دو لہا بھر یہاں رنگ لیان کرنے لگے اور چند سال کے بعد اسی میں و عشرت سے ۳۰ برس سلطنت کر کے عالم بقا کو روانہ ہوئے فقط

## بابا نانک صاحب

سکھوں کا فرقہ اگرچہ بابر بادشاہ کے عہد سے پیدا ہوا مگر مدت دراز تک یہ لوگ فقیرانہ وضع اور صلح کل کے لباس میں نشوونما پاتے رہے عالمگیر کے عہد میں وضع انکی بدلتی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ فرخ سیر اور محمد شاہ کو عہد میں ملک گیری کے ماتھے پر نو دھکا لکھ کر تلوار سنبھالی۔ چونکہ صلح بانی اس فرقہ کے گرو نانک صاحب ہوا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ انکا حال یہی اس کتاب میں درج کیا جائے تو

تو ٹوٹی گانوں میں گانوں نام ایک کہتری تھا کہ حساب کتاب گانوں کا لکھا کرتا تھا اسکے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ کانو بہت خوش ہوا اور لڑکے کا نام نانک رکھا اسکی دانی کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جوقت وہ پیدا ہوا تو ایسا غل اور شور معلوم ہوا جیسے کسی بڑی امیر ویر کی سواری کی آمد آمد میں ہوتا ہے۔ غرض جب لڑکا بڑا ہوا تو اسے فارسی زبان اور رسم حساب کتاب سکھا کر شروع کیا۔ سن بہت جلد سیکھ لیا لیکن باوجود اسکے دنیاوی کاروبار کی طرف اسکی طبیعت اصلاً راغب نہ تھی تو

کانو چاہتا تھا کہ بیٹے کو بیچارے کام میں لگائے۔ چنانچہ اس خیال سے ایک دن اسے بلایا اور چارلسن و بے ویکر ایک جٹ کے ساتھ کسی گانوں کی طرف روانہ کیا۔ رستہ میں اسے چند فقیر ملے۔ نانک نے انہیں کہانے پینے سے مخدج دیکھ کر افسوس کیا اور کچھ روپے دینے چاہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ بابا فقیر ہی ہمارے کلام

کی۔ ہم تو ہو گئے ہیں چین کچھ کہانے کو دی۔ نانک خود شہر میں گیا جالیں وہ یہ کا  
 آنا لا کر وٹیاں پکوائیں اور بفقیروں کو کھلائیں۔ جب اس ضیافت سے  
 فارغ ہوا تو گھر کو چھرا۔ گھر کے پاس ایک درخت تھا باپ کے ڈر سے جا کر اسکی  
 ہٹینوئیں چپ رہا۔ باپ کو جب خبر ہوئی تو ڈھونڈ کر نکالا اور پوچھا کہ تو کیونکر  
 واپس آیا اور جو روپے بیٹے دے تھے وہ کیا کئے۔ اسی نے سب حال بیان کیا  
 اور کہا کہ تم نے روپے نفع کمانے کو دی تھے سو میں نے آخرت کا نفع کمالیا گا تو  
 کو کیا خبر تھی کہ یہ خدا پرست لڑکا ایک سو حد کامل ہو کر دنیا کے خافلون کو آخرت کے  
 نفع کا رستہ بتا لگا۔ بیٹے کی ترقی سے فکر بہت تھا ہوا اور نہ سچا نہ مارنے کو تیار  
 ہوا۔ اتنا غنا ایک مینہ اسے ملان و مان، اٹکا اٹھنے پہلے ہی کچھ کچھ حالات  
 نانک کے سننے ہوئی تھے چنانچہ کان کو روکا اور اسے بھڑا لیا۔ آخر باپ کو جب  
 معلوم ہوا کہ اسکی طبیعت دنیا کے کاموں کے ڈھب کی بالکل نہیں تو اسے بڑی رنج  
 ہوا۔ چنانچہ اکثر اُس پر غصہ ہوا کرتا۔ مگر اُس کی محبت اور پیار سے باپ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا  
 کرتی تھی۔ ناچار ہو کر سلطان پر علاقہ قبوترہ میں آئی ہیں، یہاں ہی ہوئی تھی وہاں  
 ہی مسجد با۔ وہاں نواب وولخان ذات کا ٹھکانا ابراہیم لدھی بادشاہ دہلی  
 کا رشتہ دار تھا اور نانک کا بیٹھائی اسکی سرکار میں نوکر تھا اسنے نانک کو وہاں  
 پہنچایا چنانچہ وہ بابا نانک جنہیں فقر کی گدی پر بیٹھ کر راج کرنا تھا چند روز کے  
 لئے مودھی بنکر بیٹھ گئے۔ اب انکی سخاوت نے دلی آرزو نکالنے کے  
 لئے اس سے بہتر موقع نہ پایا۔ دن ہی کا دروازہ کھول کر رات دن رہا رت جاری  
 کر دیا۔ انجام اسکا یہ ہوا کہ چند روز میں انہیں فتن کا الزام لگا اور محاسبہ طلب ہوا

لیکن شخص خدا کی راہ میں خرچ کرے اس کے حساب میں کمی کب آتی ہے! جب حساب ہوا تو ان کا کچھ نہ وہیہ نواب کے فاضل نکلا اور

انہی دنوں میں انکی شاہی علاقہ بٹالہ میں ایک کھتری کے گھر ہو گئی تھی۔ اگرچہ انہیں دنیا داروں کی طرح خانہ داری اور گھر بار بٹانے کا شوق تھا۔ مگر جو کچھ خدا کو نسل بڑانی تھی۔ اسی حال میں سری چند اور پچھمن دو بیٹے ہی ہو گئے۔ مگر بابا نانک کے دلپر نقش تھا کہ دنیا نقش بر آب ہو اور زندگی کا کچھ بہرہ و سوا نہیں اس لئے ہمیشہ سبکی میں رہتے اور سفر کے پردی میں ترکہ نیا کر کے یاد الہی کے لطف اٹھاتے۔ اور چونکہ دنیا عقیدہ کی توحید کے ساتھ صلح کل پر تھی اس لئے ان میں ایسی نشیں اور خاطر بندہ تھیں کہ سب سن سکے خوش ہوئے تھے اور ہر مذہب کے لوگ فطر عطر سے دیکھ کر صحبت کو نصیحت سمجھتے تھے اسی حال میں فقیرانہ ریخت میں ہی کہیں چنانچہ ایک دفعہ سکھا پور کے پاس بیاس میں تین فرات برابر پانی میں کھڑے رہے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جھگو (ان کی پسپا کرتے رہی غرض اس طرح رفتہ رفتہ بالکل نیا سے قطع تعلق ہو گیا۔ اور کھربار سب چھوٹ گیا۔ جب یہ حال ان کے سسر نے دیکھا تو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ وہ نواب دولت خان کے پاس آیا اور اس سے کہہ سکے بابا نانک کو بلوایا۔ مگر وہ ایسے اپنی دہن کے پتے ہو گئے تھے کہ ہر چند نواب کے آدمی گئے وہ ہاتھوں ہی میں لٹو رہے۔ نواب کے دربار تک ہی نہ آئے تو

کہتے ہیں کہ ایک دن بابا نانک کو نواب اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے نواب تو نماز میں مصروف ہوئے بابا نانک الگ بیٹھے رہے۔ جب نواب نماز سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ

ابھی کہہ اس مقام کو تبرک قرار دیتے ہیں اور اس کا نام نہت گھاٹ رکھا ہے کھاسی یا کی پڑی کہتے ہیں ۱۷

ناتک تم خدا کی نماز میں ہماری ساتھ شریک نہ ہو سکو! ناتک نے کہا کہ تمہارا دل تو قوت  
میں گھوڑوں کی خریداری کر رہا تھا نماز کے ساتھ پڑھتا ہے۔ نواب بھی نصیحت  
اومی تھا اُسے صاف کہہ دیا کہ فی الواقع یہ (خیال) ٹھکانا تھا تو

ایک دن قاضی جی نے انہیں بلا کر نماز کے لئے مجبور کیا اور جب نماز سے فارغ ہوئے  
تو دیکھا کہ یہ الگ کھڑی رہے نماز نہیں پڑھی۔ قاضی جی بہت خفا ہوئے۔ اور کہا  
کہ بابا تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ انہوں نے ہنس کر کہا کہ قاضی جی آپ لوگوں  
میں کھڑی ہوئے نماز پڑھتے ہیں اور دل میں کہی یہ خیال ہے کہ بیٹا بیمار ہے۔ کبھی  
یہ فکر ہے کہ بچہ اکھلا چھوڑا یا ہوں وہ کوئین میں نہ گر پڑوں۔ یہ سن کر قاضی جی خاموش ہو گئے  
غرض بابا ناتک نے بالکل دنیا سے کنارہ کر کے فقیر سی اختیار کی جو روٹھے اسکے پاس  
گھر جا رہے۔ اور یہ ملک ملک میں بدیں پھر نہ گئے۔ خدا کی یاد کیا کرتے اور انہیں  
بند کئے دل کے دروازے کو بے بیشی رہتے۔ اس عالم میں دو آدمی انکے رفیق تھے ایک تو  
بالا نام شخص تھا کہ بچپن سے اسکے ساتھ تھا۔ یہ ہند و وھم تھا اور دوسرا مردانہ نام  
ایک سامان تھا کہ فات کا ڈوم تھا۔ اور جب بابا ناتک یاوالہی میں بیٹھے تھے تو مردانہ  
باب بجاکر اور نصوف اور معرفت کی بھجی گا کر دل روشن کیا کرتا۔ مردانہ ہی عجب ہتیار دانا تھا  
انکی فاقہ میں ہو کوئی تا۔ جو روٹھو نکو یا کر کے ٹرچتا اور اکثر ملاؤں میں ہی مبتلا رہتا  
ظاہر میں بہت گھبراتا مگر انکا ساتھ نہ چھوڑتا۔ اور گرو ناتک اور بھائی بالاکو اپنی باتوں  
خوش کر کے دل بہلا یا کرتا۔ بابا ناتک اپنی سیاحی کے عالم میں آئین آباد میں ہی چند روز  
آکر ہوسٹ یہاں بھی انکی خد پرستی اور صفائی ملی نے بہت سی حقیقت جمع کر لے۔ اتفاقاً اسی  
یہاں جس پرانی میں گرو ناتک صاحب میسر سے بے دان اور کوسر سے ایک نہر برآمد جن کے درمیان  
ہوا رح جاسے چنانچہ اس جگہ کو مکہ روٹھی کہتے ہیں ۱۱

دو نوین بابر بادشاہ بھی ہندوستان میں آیا۔ جب ہنگو لشکر کا گزرا میں آباو میں ہوا تو شہر خوب لٹا اور گرواناگ مع اپنی معتقدوں کو بیکار میں بکھڑی گئے۔ اس عالم میں بھی انکی موصدانہ کلاموں نے اپنے نور کا جلوہ دکھایا۔ یعنی سپاہیوں کو جب حال معلوم ہوا تو بادشاہ مذکور کے سامنے لیگے۔ بابر ان سے اچھی طرح پیش آیا اور انکی باتیں سنکر بہت محظوظ ہوا۔ کہتے ہیں کہ اسوقت بابر بادشاہ اپنی مصاحبان خاص کے ساتھ بیٹھا تھا اور شراب کا دور چل رہا تھا۔ بادشاہ مذکور نے کہا کہ بابا کو بھی شراب دو۔ بابا ناگ نے کہا کہ اسکا نشہ عارضی ہے تھوڑی دیر کے بعد اتر جانا ہے مجھے ایک ایسا نشہ آتا ہے گلیا ہی کہ کبھی اترتا نہیں۔ مجھ کو اس سے معاف رکھئے بابر اس وظیفہ کو سنکر بہت خوش ہوا۔ کہتے ہیں کہ اسی بابا ناگ نے دعا بھی دی تھی اور کہا تھا کہ سات پشت تک تیری اولاد کی بادشاہت اسملاک میں قائم رہیگی اور جب اس طرح پھرتے پھرتے دنیا کے سفر کی مدت تمام ہوئی۔ اور سفر آخری کا وقت آیا تو ضلع گوردھپورہ بن ایک مقام پر آئے۔ وہاں ایک دھرم سالہ بنوایا اور اُسکا نام کرتا رپور رکھا یہاں بیٹھکر اپنی بال بچوں کو بھی بلایا۔ اور جو چیلر جا بجا تھے انہیں بھی جمع کیا۔ چند روز ان کو اپنے نپد و نضایج سے فیض بخشی کی تھی کہ پیام اجل کا آیا اور شتر برس کی عمر میں دنیا سے انتقال کیا۔ بابا ناگ کی خدمت مناسی اور وحدت پرستی کی باتیں جو خاص مقام میں ہونے میں نہایت دلچسپ اور پر تاثیر ہیں۔ ایک دفعہ بابا ناگ ہرودار کے میلہ میں پھر رہے تھے۔ چند برہمنوں کو دیکھا کہ اپنی رسم مذہبی کے بموجب مشرق کو منہ کر کے درختوں کو پانی دی رہے ہیں کہ پتروں کو اسکا ثواب پہنچے۔ بابا جی اُنکے سامنے

جا کر کھڑی ہوئی اور مغرب کو منہ نہ کر کے اسی طرح بانی اچھا لئے گئی۔ وہ لوگ انہیں  
 پہچانتے تھے سو سمجھے کہ یہ کوئی گنوار فقیر جو چاٹ کے طریقہ سے بالکل بخیر رہے چنانچہ  
 ہنسکد کہا کہ بابا یہ کیا کرتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کرتا تو پورین میری کہتے ہیں  
 انہیں بانی دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بھلا یہ کیا عقل ہے؟ یہاں سے  
 وہ اتناک صد ہا کوں کا فاصلہ ہے یہ بانی اتنی دور کیونکر پہنچ سکتا ہے؟  
 بابا جی نے ہنسکد کہا کہ اگر اتنی دور یہی بانی نہیں پہنچ سکتا تو بھلا کیونکر تلوار میں  
 کہ یہ چار چلو بانی جو یہاں جھڑک رہے ہو دوسری دنیا میں تمہاری پشرون کو  
 پہنچ جائیگا۔ بعد اسی چند دہری معرفت الہی کے ایسی پڑ رہے کہ عام سننے والوں کی  
 دل بانی بانی ہو گئی۔ اور سب نے اگر قدم لئے تو

بابا صاحب کے معقد انکی سیاحی اور صفائی باطنی کی بانی اس طرح بیان کرتے  
 ہیں کہ جو لوگ تاریخ اور علوم ظاہری کے پابند ہیں۔ انہیں سنکر حیران رہ جاتے  
 ہیں چنانچہ انکا بیان ہے کہ وہ اکثر عالم ہوا میں پرواز کرتے تھے اور جس  
 مقام پر جاتے تھے دم کے دم میں جا پہنچتے تھے۔ بلکہ جس مقام کو چاہتے تھے  
 اپنے پاس بلا لیتے تھے۔ یہاں تک کہ عربستان کی ہی سیر کی اور مکہ میں  
 ہی گئے۔ کہتے ہیں کہ گرو صاحب ایک دن حرم کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سو رہے  
 وہاں کے لوگوں نے جب یہ حال دیکھا تو بہت غصے ہوئے اور انہیں جگاکر  
 خفت ملامت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا ایسا کیا گناہ مجھ سے ہوا جو تم اتنا  
 نفا ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا اے بے عقل! تو خدا کے گھر کی طرف پاؤں کر کے  
 سوتا ہے اور پھر پوچھتا ہے۔ کہ گناہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ میں جہ صحر



خیال کرتا ہوں خدا ہی کا گہر معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری نزدیکی جدھر خدا کا گھر ہو اودھر میری یاد نو کر دو۔ یہ نہ کہ تہہ شکوہ خاموش ہو گئی ہو۔

اس خوش شناس نے اپنی اولاد میں سے کسی کو گتہ سی پر نہ بٹھایا۔ بلکہ اپنی چیلون میں سے میان اپنا کہتری کو اپنا جانشین کیا۔ اور انکا نام انگلہ گرد رکھا یعنی ذات ایک اور حسب جان ایک۔ انکی بی بی نے جب بہہ حال دیکھا تو انہیں بہت سنج ہوا۔ اور آخر کو اصرار کر کے کہا کہ اپنے فرزندوں سے ہوتی غیر شخص کو جانشین کرنے سے کیا حاصل ہے؟ جو کچھ تم کہتے ہو یہ تمہاری اطاعت کریگے۔ اتفاقاً انہی دنوں میں ایک دفعہ فرش پر جو ہانیم جان پڑا تھا۔ انہوں نے بیٹوں سے کہا کہ اسے اٹھا کر پھینک دو۔ بیٹوں میں سے کسی نے اسے ہاتھ نہ لگایا اگر صاحب نے اپنا کو اشارہ کیا اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور چوبے کو اٹھا کر پھینک دیا اگر صاحب بہت خوش ہوئے اور اسے دعائیں دیں۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ میرا اصلی بیٹا ہی ہے جس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ — سیطح ایک دن کا ذکر ہے کہ جنگل میں چلے جاتے تھے۔ دیکھا کہ ایک مردار لاشہ پڑا ہے۔ باباجی نے کہا کہ جو میرا صدق دل سے چیلہ ہے وہ اس مردار کو کھالے۔ چنانچہ او سب کو نفرت آئی کہ میان اپنا اسی وقت جھک کر منہ مارنے لگے۔ پھر دیکھا تو وہ فقط سوہن ہوگ یعنی ترصوا تھا لاشہ مردار کچھ نہھا اثر

چونکہ بابا ناما کے خیالات توحید مطلق کے نور سے نورانی اور صلاح کل کے عطر سے معطر تھے۔ اسلئے ہندو مسلمان ہر مذہب کے لوگ انکی ساتھ محبت اور اعتقاد رکھتے تھے

۵۸۔ کرغزی لوگوں نے مسٹر شا صاحب کو مکر اپنے ملک میں  
آیا ہوا دیکھ کر مبارک باد دی جس سے ہلکوبہی نہایت خوشی ہوئی  
اور دو تین دن تو کرغزی سردار کے خیمہ میں چاؤ پیتے اور مرنے  
اوڑاتے ہی گذرے \*

۵۹۔ کل شد سے ایک دن کے کوچ میں ہم مقام بلکچی پہنچ  
گئے جو قلعہ شادولاکے نزدیک ہے اور جہان مرزا شادی وکیل اور  
قاضی محمد یعقوب ہمارے استقبال کے لئے خیمہ زن تھے چند روزوں  
سے دریا نہایت طغیانی پر تھا جسکے عبور کرنے میں ہلکوبہی وقت ہوئی  
مقام بلکچی میں ہمارے پہونچنے پر وکیل نے ایک خیمہ ہمارے واسطے  
بیچ دیا تاکہ باقی تمام کپ کے آنے تک ہم اُس میں آرام کریں اور  
تھوڑی دیر بعد وہ کشمکش اور خربوزہ اور روس کی مصری وغیرہ  
لیکر ہمارے لینے کو آیا اُس نے ہمیں علاقہ یار قند میں پہونچنے کا  
مبارک باد دیا اور کہا کہ اتالیق غازی تمہاری ملاقات کے شوق  
میں کمال پتھرار ہے پھر اُس نے یہ خیر ظاہر کی کہ میں نے کل سنا ہے  
کہ اتالیق غازی، جہینے سے اوٹری کی طرف مہم کرنے گیا تھا  
جہان سخت ہنگامہ کارزار گرم ہوا اور آخر کار دشمن کو مغلوب  
کر کے تمام ملک مابین کلڈجہ اور مسرتی فتح کر لیا اور اوس نے  
طرح خوجہ نام شخص کو کلڈجہ اور قلمستان کا حاکم مقرر کیا تھا  
اور اب وہ ایک ہزار قیدی اور خزانہ کثیر ہراہ لئے کاشغر کو واپس  
چلا آتا ہے۔ وکیل نے ہماری تسلی کی کہ اتالیق غازی کے ملک  
میں یہہ جہت امن و امان ہے \*

انہوں نے جمیعت بہت سی بہم پہنچالی تھی اور عالمگیر کا عہد تھا بادشاہ مذکور  
 نے انہیں قید کیا۔ اور مرواڑ والا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے گرو گو بند مسند  
 نشین ہوئے۔ لیکن چونکہ گروتیج بہادر نے معتقد بہت پیدا کر لئے تھے  
 اس کے علاوہ گرو گو بند کے دل میں خیالات ملک گیری کے سامنے  
 ہوئے تھے۔ اور دلی کی سلطنت نہایت ضعف پر تھی۔ انہوں نے  
 بڑا اقتدار بہم پہنچایا۔ ہزاروں سکھوں کی فوج پیدا دہ اور سوارانکی  
 رکاب میں رہنے لگے اور بادشاہی لشکر سے بھی مقابلے ہوئے  
 لگے۔ اس کے بعد گرو بنداجی جانشین ہوئے چنانچہ انہوں نے  
 گروتیج بہادر اور گرو گو بند کے خیالات کو زیادہ تر تقویت دی اور  
 بادشاہی صوبوں کو بھی نہایت تنگ کیا یہ محمد شاہ کا زمانہ تھا  
 دربار سے لاہور اور کشمیر کے صوبوں کو حکم پہنچا۔ اور اکثر مقاموں پر  
 لڑائیاں ہوئیں مگر انجام یہ ہوا کہ گرو بنداجی بہت سے ہمراہوں  
 کے ساتھ قید ہو کر دلی گئے اور وہاں سب کے سب مارے گئے  
 یہ تینوں گرو اپنے معتقدوں کے دلوں میں ایسا جوش و خروش  
 پیدا کر گئے کہ وہ فرقہ جسکی بنیاد فقط فقرا اور صلح کل پر رکھی گئی تھی  
 ایک بہادر ملک گیر گروہ ہو گیا اور ایک دن وہ ہوا کہ کل ملک  
 پنجاب ساہا سال کے لئے اس فرقہ کے قبض و تسلط میں آگیا فقط

صفحہ	فہرست مطالب	نمبر صفحہ	فہرست مطالب
	غزنوی خاندان کی بنیاد بیکتگین بادشاہ اسلام اور جیپال مہاراجہ ہندوستان بہادر جو ہر دکھاتی ہیں بہاسی سی لڑکر محمود فیستقلال پایا۔ سومناٹ کا افسانہ محمود کا فتح پایا۔ دولت بقیاس کا ہاتھ آنا۔ محمود کے مرنے کی حالت یاس واللہ نعم دنیا دار کو حضرت دلائی ہے		بادشاہ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ بند یون مین رانی کو لا دی جی حاضر ہے۔ بادشاہ دیکھتی غاشق ہو گیا۔ رانی محل میں داخل ہو گئی تو بادشاہ مذکور کی فوج کشی شہر چور پور رانی پدمنی کا شہرہ سنگھ۔ پدمنی علی اک مین جھکے خاندان کی لاج چران قربان کرتی ہے۔ راجہ اور راجہ جھکے خاندان کس ولاوری سے اپنے نام یادگار چھوڑتے ہیں تو بادشاہ مذکور کے ولیعهد یعنی خضر خان کا عشق دیول دیوی رانی سے نہایت سنجیدہ طور پر۔ رانی آئی مگر کس مشکل سے آئی و
۱۸	شہاب الدین غوری اور راجہ چھوڑا کا جنگنامہ میدان کا رزار کی تصویر کشی پہلے جنگ میں غور نے شکست کھائی دوسری میدان میں فتح پائی۔ ان سب سرکون کی حالت اسلام کی تازہ گرمجہنگی ساتھ ترکون کی جہنی اور بہادری دکھاتی ہے و	۳۷	بابر کا ابتدا اسی حال۔ اسکا حملہ ہندوستان پر۔ بابر اور ابراہیم کی جہا بہارت لڑائی پانی پت کو
۲۸	علامہ الدین کی فوج گجرات و کرن فتح کرتی ہے۔ خولنے اور اجناس تاراجی	۴۳	

نمبر صفحہ	فہرست مطالب	نمبر صفحہ	فہرست مطالب
	میدان مین - قضا نے قربانی مین خود ابراہیم کی جان لی لہذا تم کے یتیم فقیاب کے سامنے حاضر ہیں - ابراہیم کی ماں بڑی بے سال کچھ عرض کرتی ہے - بابر کے جہاوردانہ معرکوں کے علاوہ ایسی ایسی باتیں جس سے اسکی ذاتی یہاں قیقین ظاہر ہوتی ہیں ۴۹	۴۹	آیا اور پھر ہندوستان پر قبضہ پایا اکبر تخت نشین ہوتا ہے - دیکھو اقبال کے آثار ظاہر ہوتے ہیں - ہیمو بقال کی بہادری دیکھو - اکبر گجرات وکن پر یلغار کرتا ہے ۴۷ دن کا رستہ ہفتہ مین طر کیا - اکبر کی ذاتی خوبیاں - حالات و حکایات جس سے اسکی صلح کل اور علم پروری کے اوصاف ظاہر ہوتی ہیں ۴۸
۹۱	ہمایون کی تخت نشینی - ہمایون کی بدنیتی - شیر شاہ کی دغا سو پہلے مقابلہ مین ہمایون کی شکست کہانی ایسی حالت کی پریشانی دیکھو - دوسرے حملہ مین دوبارہ شکست اور انصصیت کی سرگردانی دیکھو ہمایون راجپوتانہ کے ریگستانوں مین تباہ پھرتا ہے - اکبر پیدا ہوا - ہمایون ایران جاتا ہے - مدد لیکر	۹۲	بھاگپور اور نور جہان کا افسانہ صاحب جمال بیگم کے جوہر کمال کیا حاضر جواب اور روز و طبعیت پائی تھی - جسطح گہر کی آرائش کے سلیقے اور انتظام ملک کی یہاں رکتی تھی سہی طرح بہادری

نمبر صفحہ	فہرست مطالب	نمبر صفحہ	فہرست مطالب
۱۰۳	کے جوہر سے بھی خالی نہیں شاہجہانی سلطنت کی دہوم دہم قلعہ دہلی کی تعمیر اور حشون کا جاہ و جلال - تخت طاووس کی نشانہ نشان	۱۱۹	تانا شاہ کی گرفتاری کی حالت دیکھی نہیں جاتی - عالمگیر کی حکایتیں جن سے اس کے طبعی حالات ظاہر ہوتے ہیں
۱۱۰	اورنگ زیب کی عالمگیری شروع ہوتی ہے - بہائیوں کے ساتھ لڑائیاں اور فتحیابیاں - باب کی قید اور بہائیوں کا قتل در و انگیزہ و کن پر لشکر جانا دیکھو دولت اور سلطنت کی کثرت نے ترکون کی چستی و چالاکی کو کتنا بہتہ کر دیا ہے - بیجا پور اور گوکنڈہ کے محاصرے نے بڑا طول کہیںچا - بادشاہ کی سخت سخت تدبیریں کاروبار کو ضعیف کرو دیتی ہیں - لشکر عالمگیری فتحیاب	۱۳۶	سیوا جی کی دستاویز - کس عالی ہستی سے ترقی کی ہے
		۱۶۵	بابا نانک کا فقیرانہ افسانہ



# سفرنامہ

جناب فی دئی فریاد صاحب بجاوری بی

کشتن سابق جالندھر

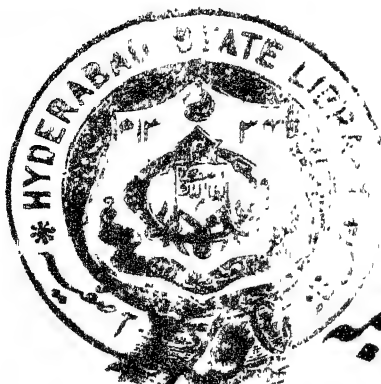
بیت

سفریہ قد

حسب خواست صاحبان اکبر و

السلام

طبع کوہ نور دار میں طبع حکیم عبدالرشید



# ترجمہ رپوٹ سٹرنی وی فورسیاہ صاحبہا کشریابہ یاب سفر یارقند

مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۸۷ء

جبکہ مرزا محمد شاہی وکیل اتالیق غازی فرمانروا کا شہر و ملک مشرقی ترکستان  
۲۸ مارچ ۱۹۸۷ء کو جناب ویسرای صاحب بہادر ہند کے حضور میں بمقام گلگتہ  
باریاب ملازمت ہوا۔ اُس نے اپنے آفاقی طرف سے جناب مدوح کی خدمت میں یہ  
درخواست کی کہ میرے ہمراہ ایک انگریزی افسر بھی اتالیق غازی کے دربار میں  
ملاقات کرنے کو بھیجیں تاکہ فیما بین سلطنت کا شہر اور ہندوستان کے سلسلہ  
ارتباط و اتحاد مضبوط ہو جاوے۔

۲۔ بموجب اسکی سٹرنی یو ایچ سن صاحب بھادرسی ایس آئی خان  
سکرٹری گورنمنٹ ہند نے اپنی چھٹی نمبری ایف مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۸۷ء  
میں آپکو اطلاع دی کہ ہنر اکسلنس جناب ویسرای صاحب بھادور ہند نے اس درخواست  
کو منظور فرمایا اور اس مہم کے واسطے مجھ کو مقرر فرمایا اور بموجب اون ہدایات کے



جو مجھے ہوسنی تھیں میں اب اپنی کارروائی کی یہہ رپوٹ لکھتا ہوں \*  
 ۳۔ - مجھکو ہدایت صرف یہہ ہوسنی تھی کہ میں یار قند میں جا کر اتالیق غازی سے ملاقات دوستانہ کروں اور اُس ملک کی تجارت کے اجراء اور ترقی میں کوشش کیجاوے۔ یہہ ملاقات بطور پیغام کے نہ تھی اور نہ اس سے کوئی ملکی کام مد نظر تھا۔ صرف مجھکو حکم ہوا تھا کہ اُس ملک میں جانی آئینکا ایسا بندوبست کروں کہ موسم سرما میں برف سے راستے بند ہو جانے کے باعث سال آئندہ کو فٹن اٹھیں نہ پڑے اور باوجود اسکے مجھکو یہہ ہدایت بھی تھی کہ میں تجارت کا حال دیکھوں اور معلوم کروں کہ کونسی چیزیں ہندوستان کی ملک یار قند میں زیادہ مطلوب ہوتے ہیں اور ملک یار قند و نیز ممالک گردنواح کے حالات مفید مثل آئینا نہایت گذشتہ و حال کے تواریخ اور دیگر مفید امورات کیا ہیں اور اُنکے دریافت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو میں کامل اور معتبر تحقیقات کروں۔

۴۔ - مراتب مذکور بالا میں کامیاب ہونے کے لئے اور تحریری باتوں میں ادا دینے کے واسطے میرے ماتحت ایک عملہ بھی افسران دیسی و انگریزی کا کر دیا گیا تھا اور ۱۷۵۰۔ روپا بھی اس مہم کے واسطے منظور فرمایا گیا تھا جسکا خرچ کرنا اور حساب رکھنا اور بروقت واپسی وہ حساب منظور ہی اور اطلاع کو واسطہ گورنمنٹ میں پیش کرنا میرے ذمہ لگایا گیا تھا \*

۵۔ - جو اشخاص اس مہم میں میرے شامل تھے تفصیل انکی یہ ہے  
 مسٹر آربی شا صاحب یہہ یورپین صاحب سب سے اول یار قند کو بھی گئے تھے اور اس سبب سے بانی مانی تجارت مابین ہندوستان و وسط ایشیا کا انھیں صاحب کو سمجھنا چاہئے \*

ڈاکٹر مندرسن صاحب ڈیکل افسر جنکے ماتحت اشخاص ذیل تھے۔ محمد حسین

نیموڈ اکثر ایک شخص پر مذبح کر دیا۔ ایک شخص پوہے اور درخت جمع کر دیا۔  
میر اکبر علی خان بہادر سی ایس آئی بڑے مشہور و معروف شخص مہم ایسی سینیا  
کے جو نیموڈ سکری کے طور پر کام کرتے تھے \*

تاریخ نامہ - یہ شخص بڑا با حوصلہ اور ہوشیار سو اگر پنجاب کا ہے سب سے پہلے  
یار قذ کو بھی شہنشاہ کیا تھا اور وہ ان کے لوگوں سے اور ملک سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا  
اس شخص نے میرے ساتھ میری اپنی دو بھائیوں کے جانے کے درخواست خود کی  
اور میں نے اُس کو اپنا توشیح خانہ اور صندوق خزانہ سپرد کیا ۔

ملک قطب الدین جسکو محلاراجہ صاحب بہاوردوالی جہون و کشمیر نے بروقت گذر میری کپ کے اُنکے ملک میں کو کپ کی خبردارمی اور گنجبانی و آرام و آسائش ہوئے پچانے کو مقرر فرمایا تھا :

ابراہیم خان ڈپٹی انسپکٹر پولس معاً آئہ پولس مین کے جبین سے صرف چار آدمی کشمیر کی سرحد سے باہر تک ہمارے ساتھ گئے تھے۔

دیوان بخش نیلور ایئر جو سفر پار قذمین پیشتر بھی مسٹر صاحب کے ساتھ رہا تھا :

میجرنگر بیاحب آرسی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پیمائش علم مثلث نے مہربانی فرما کر اپنے ایک بڑے پنڈت کو میرے سپرد کیا جو ہمارے ساتھ تھیمیل یا گونگت شمول ہوا اور انھوں نے مجھ کو بڑے مفید نکتے اور آلات بھی دیے ۔

ہری چند ولد ٹھاکر تارا چند سردار لاہول جو بمقام لدخ ہمارے کپ میس شامل ہوا  
درمشی فیض بخش جو براہ افغانستان و بدخشان گذر پامسر پر روانہ ہوئے تاکہ یا چند  
مین بھسے شامل ہو جاویں \*

۲۔ - جنگو پرايت تمہی کہ ایلمپی یار قند کے ساتھ بمقام ایسے متعلقہ لداخ انجروں تک

شمول ہو جاؤں چونکہ سٹرٹا صاحب ۲۰ مئی تک انگلستان میں ہی تھے اور اُس سبب سے وہ ہم سے شروع جولائی سے پیشتر شمول نہ ہو سکتے تھے اسلئے لکھنؤ میں پہونچنے تک ہم پنجابی جاری نہیں ہوئی تھی اور اس مقام تک اس سڑک کو اور سیاحوں نے بھی اکثر دیکھا ہے اور حال بھانگا بیان کیا ہے اسلئے صرف چند حالات خرابی سفر کے قابل بیان ہیں \*

۷-۲۶- اپریل کو میں جالندھر سے روانہ ہو کر جموں کو گیا اور وہاں اپنا کپ تیار کیا۔ اور سامان بار برداری اور رسد وغیرہ بوصول قیمت جہا کرانا ہمارا جہ صاحب نے اپنے ذمہ لیا اور اُس مطلب کے واسطے ہمارا جہ صاحب نے ملک قطب الدین کو ہمارے کپ کے ساتھ مقرر فرما دیا جو مجھے ہمیشہ ایک ستر اشیا و مطلوبہ کی لے لیا کرتا تھا اور اُسکا انڈنٹ اخضران لوکل کے نام کر دیا کرتا تھا۔ اور چونکہ لہیہ سے اُس طرف کے ملک کی مجھ کو خبر تھی کہ وہ بہت دشوار گزار ہے اور وہاں کے لوگ بھی مہمان نواز نہیں ہیں اسلئے میں نے وزیر لداخ کو پہلے سے مطلع کر دیا تھا کہ گھائی چنگ چمو کے آگے سڑک پر گھاس لکڑی اناج وغیرہ اشیا و ضروری قبل از پہونچے ہمارے کے موجود کر دیا جاوے اور اگر کورم کے راستہ پر بھی سامان مذکور معہ یا بوٹا سے بار بردار تیار رہیں جسکے جواب میں وزیر مذکور نے یہ لکھ بھیجا تھا کہ ہر ایک شئی مطلوبہ ہم پہونچائی جائیگی \*

۸- جموں سے ہمارا کپ براہ بانہال گذر کشمیر کو روانہ ہوا اور ۲۸ مئی کو سری نگر میں پہونچ گیا یہاں میں کچھ عرصہ تک وکیل یار قند کے انتظار میں مقیم رہا کیونکہ وکیل مذکور بموجب اپنے قصد کے اس سبب سے لہیہ میں نہ پہونچ سکا تھا اور لاہور میں مقیم رہا کہ کچھ بذوقین جو اس سے گلگت سے اپنے آقا کے واسطے

منگانی تھیں اونکو ہمراہ لیکر روانہ ہووے ۛ

۹۔ جب میں سری نگر کے مقام میں تھا صاحب فارن سکریٹری گورنمنٹ ہند کی ایک چٹھی مورخہ ۷ جون میرے پاس اس مضمون سے پہونچی کہ یہاں افواہ یہ خبر پہونچی ہے کہ اتالیق غازی کی حکمت میں اندون کچھ فساد برپا ہو گیا ہے تمکو ہدایت کیجاتی ہے کہ تاجران یار قند سے جو تمکو راستہ میں ضرور ملیں گے اور بدیعہ خطوط وغیرہ کے خواہ ہمسہ میں یا اور کہیں جا کر یار قند کے حالات سے بخوبی واقفیت حاصل کرو اور بعد ازان مجکو یہ ہدایات اور ملین کہ اگر یار قند میں امن نہیں تو تم وہاں کا جانیک سخت ترک کرو اور بحالت یار قند میں فساد برپا ہونے کے تم ہندوستان کو واپس آنے کی طیارہی کرو ۛ

۱۰۔ بموجب ان ہدایتونکے خبر صحیح حاصل کرنیکے لئے میں نے مندرجہ ذیل تدبیریں کیں۔  
۱۱۔ ہندوستان سے یار قند کو تین راستہ جاتے ہیں ایک افغانستان، بدخشان میں ہو کر دوسرا کشمیر سے گلگٹ و یاسین کو گذر پامیر پر ہو کر۔ تیسرا لدخ میں سے کوہ کراکورم پر ہو کر۔ اول راستہ کو فیض بخش روانہ ہو چکا تھا اور مجھے امید تھی کہ کوئی خبر جو اوس سڑک پر اُسکو ملیگی وہ میرے پاس بھیجیگا۔ اور ابراہیم خان کو میں نے براہ گلگٹ روانہ کیا اور اُسکو ہدایت کر دی کہ بہت جلد یار قند کو جاوے اور وہاں سے سنجو اور تاولا میں سے گذر کر سرحد یار قند پر میرے کیمپ میں شامل ہو اور خوش اتفاقی سے جو مسٹر ہیورڈ صاحب سیاح وسط ایشیا بھی مجکو آئے تھے اور اُن سے بڑے مفید حالات مجکو معلوم ہوئے تھے ایک آدمی میں نے اُنکے ہمراہ کر دیا کہ وہ اُنکے ساتھ یاسین ہو کر یار قند کو جاوے جو مسٹر ہیورڈ کے ساتھ مارا گیا۔ کرنیل گارڈن صاحب سے گفتگو کرنا بھی موقع ہوا جنکے نیک مشورہ کا میں نہایت احسان مند ہوں انہوں نے بہت

بائیں اور حالات مفید تجربہ کئے ہوئے مجھ کو بتائے۔ آخر کار تارا چند نے دلیری اور بہمت کر کے تنہا لہیہ کو جانے کا اور دوانے سے ہمراہی بری چند شاہ و لالین پہونچنے کا قصد کیا کہ دوان ہندوستان کے کاروانوں اور نیز اقوام کرغزو جو گھاٹی کر کش میں آوارہ پھرتے ہیں یارقند کے فساد کے صدق کذب دیکھ کرے اور چونکہ ظاہر اصح خبر یارقند کی اول ہے اول لہیہ میں پہونچتے ہی اسلئے میں نے قطعی منصوبہ کر لیا کہ اب الچی یارقند کا استفادہ منقول ہے اور میں یکخت لہیہ کو روانہ ہو جاؤں چنانچہ میر اکبر علیخان بہادر کو شرک جموں پر بھیج دیا کہ جسدہ جلد ممکن ہو وہ میرزا محمد شاہی وکیل کو اپنے ساتھ لاوین اور تا پنج ۴۴ جون کو میں معہ ڈاکٹر ہندو سن صاحب کے سرہی نگر سے لہیہ کو روانہ ہو گیا

۱۲۔ اس سفر میں دو آدمی ہم کو اور مل گئے جنسے ہم کو بڑی تعوتیت ہوئی اور ہم نے خیال کیا کہ یہ اشخاص خوش قسمتی سے ہماری آئندہ کارروائی یارقند میں بڑے مددگار تصور ہیں یعنی قاضی سید محمد یعقوب براہزادہ اٹالیتی غازی و خلیل عربی ہمراہی قاضی موصوف کیفیت جبکی یہ ہے کہ کچھ سال گذرے قاضی سید محمد یعقوب موصوف قوقند سے قسطنطنیہ کو اس غرض سے گئے تھے کہ اپنے وطن کے حالات نیک شاہ روم سردار دین و ایمان کے سامنے پیش کریں

۱۳۔ لیکن قسطنطنیہ میں پہونچ کر جب انہوں نے یہ سنا کہ اُسکے ملک میں فساد پھیل گیا ہے وہ بائیں ارادہ کہتا ہوں نے اس کے تین چار سال تک صبر کرنا چاہو وہیں ٹھہر رہے کہ اسی اثناء میں اُسکو خبر پہونچی کہ اُسکے چچا نے ترکستان میں کامیابی حاصل کی ہے جس پر وہ فی الفور اپنی قسمت آزمائی کرنے کو اس ارادہ سے راہ ہر کو روانہ ہوئے کہ براہ ہندوستان و کشمیر کا سفر میں پہونچ کر یعقوب بیگ اٹالیتی غازی سے ملاقات کریں

۱۴۔ یہ قاضی سید محمد یعقوب تھا چونکہ ذات سید اور حاجی تھے اور اپنے پرہیزگاری اور ایمانداری میں شہور و معروف اور عقل بھی صائب اور سلیم رکھتے تھے اسلئے وہ بڑے اعلیٰ درجہ کے ایمانداروں میں شمار کئے جاتے تھے اور تمام مسلمان اور بڑے بڑے مولوی انکی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ میں نے انکو مہاراجہ صاحب کشمیر کے ہاں بھی بہانہ پایا تھا اور وہ گورنمنٹ انگریزی میں بھی بڑی تعظیم و تکریم پائے تھے۔ اور کشمیر میں وہ خواجہ غفور شاہ نقشبندی کے مکان پر قیام پذیر تھے کہ یہہ خواجہ صاحب بھی کشمیر میں پیر غفر زریںس ہیں جنکا حال شاید آگے اور بھی لکھا جائیگا۔ اور قاضی موصوف خود بھی اپنے آپکو بڑا ایماندار اور صنف کتب بڑے افتخار کے ساتھ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک روز بارش ہو رہی تھی اور ہم سب ایک گنجان درختوں کے سایہ میں قالین بچھا کر بیٹھ گئے تھے اسوقت انہوں نے اپنے نوکروں سے دو بڑی خوبصورت کتابیں مجلد بہت عمدہ صفائی سے لکھی ہوئیں منگائیں اور بیان کیا کہ میں نے بوقت قیام سری نگر تصنیف کیں ہیں اور خلیل عربی ایک عربی مولوی تھا جو دینہ سے بغرض سیر یار قند قاضی محمد یعقوب کے ساتھ آیا تھا یہہ شخص فارسی زبان کا ایک حرف نہیں بول سکتا تھا اور ہندوستان کی مروجہ زبانوں میں تو محض غمی تھا۔ وہ عرب سے بسواری جھارواگن بوٹ وریار انڈس لاہور میں پہنچا تھا اور دہانے سے متزل بہنزل سری نگر میں پہنچا تھا اور یہاں قاضی سید محمد یعقوب کے ساتھ ہو گیا تھا اسکی ہمراہیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ کاشغر کو اتالیق غازی سے ملنے کو اس غرض سے جاتا تھا کہ اُسے دینہ میں اتالیق غازی کی ایک کاروان سرائے بنوائی ہوئی دیکھ کر اور شہرت فیاضی اتالیق غازی کی سنکر یہہ امید کی تھی کہ حاکم مذکور سے بہت سا روپیہ حاصل کر کے دینہ میں ایک مدرسہ بنواؤں گا

اسلئے کچھ عجائب صفحات عربی کتب کے اور قرآن وغیرہ بطور پیشکش اپنے  
ساتھ لایا تھا لیکن چونکہ ان کی امیدیں اور تجویزین ناپائدار ہوتی ہیں  
اُسکی بدقسمتی اور برکشتنگی سے وہ ٹوٹا سکا جو ان قیمتی کتابوں سے لدا ہوا تھا  
لدنخ کی سڑک پر دریائے ڈیاس کے کمزور پہلے پر سے عبور کرتا ہوا چانچک  
دریائے مین پہلے پڑا اور بہ گیا ہم نے دیکھا کہ اسوقت خلیل عربی کندرہ دریائے  
ان کتب کے ضائع ہو جانے سے بحالت مایوسی بت سنا ہوا کھڑا تھا

۱۵- لہیہ تک ہم بڑی آسائش اور آرام کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے گئے  
خاص کر کارداران ریاست کشمیر ہماری خبر گیری میں خوب متوجہ ہوئے  
دویم جولائی کو ہم دارالسلطنت لدنخ میں پہنچ گئے اور مرزا محمد شادی  
الطیعی یار قند بھی ہم سے راستہ میں ہی آئے ملا۔

۱۶- یہ شخص مثل اپنے آقا کے پکات ضلع قوئد کا متوطن ہے اور  
روسیوں کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی کرنے میں اور مشرقی ترکستان  
کی فتح میں اپنے آقا کا ہوا خواہ رہا ہے اُسکا عہدہ اپنے آقا کے دربار  
میں منشی یا سکریٹری کا ہے اور اسی مرتبہ پر وہ ایک مراسلہ لیکر دو سال  
ہوئے کہ روسی جنرل کے پاس تاشقند میں گیا تھا اور بعد ازاں سینٹ  
پیترز برگ دارالسلطنت روس میں پہنچا اور وہاں سے کاشغر میں واپس  
آئے ہی کلکتہ کو بھیجا گیا ایک اُسکا مطلب ہندوستان میں خرید کرنے  
اسلحہ کا بھی تھا جسکے ہم پہنچانے کے لئے وہ لاہور میں زیادہ مقیم رہا اور  
اُسکے اس جہیل کے باعث اس ہم میں ایک مشکل بھی پیش آئی جسکا ذکر  
آگے کیا جائیگا۔ وہ اپنے ہمراہ پنجاب سے ہا کارگیر بھی اس وعدہ سے  
لایا کہ اپنے آقا انا لیق غازی سے حکومت سارو پیابصلہ ہماری کاریگری کی دلایا جائیگا

۷۱۔ ایہیہ میں پہنچکر اول بجکویہہ فکر ہوا کہ جو افواہ یارقندین فساد برپا ہونے کی اور ڈی سے اسکی تحقیقات کامل کروں مگر موسم سرما میں یعنی جنوری سے جون تک ممکن نہیں کہ کوئی بیوپاری اور مسافر یارقند اور لھئیہ کے مابین بر فانی راستوں میں ہو کر آمد و رفت کر سکے اسلئے خبر بھی بالکل نہیں آنے جانے پاتی تھی جیسے می اور جون میں دو تین قاصد بھی کشمیر سے ترکستان کی طرف بھیجے گئے تھے ان اُسوقت لھئیہ میں ترکستان سے صرف ایک شخص ملا باقی نام خواہ وزیر یارقند کا قاصد ڈاکٹر کیلی صاحب کے نام ایک خط لیکر آیا تھا جو یارقند سے پانچ یا اپریل میں روانہ ہوا تھا اور راستے کے کہلنے تک دو مہینے تک مقام سنجو میں ٹھہرا رہا تھا۔ ملا باقی سے خوب کہج کہج دریافت کیا گیا اور اُسے کھا کہ ترکستان میں سب طرح خیر و عافیت ہے اُسے قطعی انکار کیا کہ اتالیق غازی کے علاقہ میں کہیں نام کو بھی شہر و فساد نہیں ہے اور سوو اگر پھاڑو کئے ہا رہا پتا مال و اسباب بھیجے کی طیاری کر رہے تھے انہوں نے بھی یارقند کے فساد کے ماجرے کو ایک جھوٹی داستان ظاہر کی تھی۔ ڈاکٹر کیلی صاحب جو پنجاب سے براہ کھو دلا ہول آئے تھے اُنکی بھی ان لوگوں سے اسے متفق ہوئی۔

۱۸۔ افسران انگریزی کے ملک یارقند میں لیجانے کی ذمہ داری اور جوابدہی ایچی یارقند پنجوبی ظاہر کرنے کے واسطے میںے اُسکو ایک چٹھی زبان فارسی اسی مضمون کی لکھی جیسے گورنمنٹ ہند سے آئی تھی اور کھا کہ جب تک تم میرا یہ اطمینان نہ کرو گے کہ علاقہ اتالیق غازی میں بہر صورت امن و امان ہے تب تک میں گو قدم نہ بڑھاؤں گا اور میرا یہ بھی یقین کرنا ضرور ہے کہ سیر یارقند کے وقت اور واپسی کے موقع پر میں بالکل آزاد رہوں گا یہہ اخیر شرط میں نے اس واسطے کی کہ میں جانتا تھا کہ سٹریٹا صاحب اور میور ڈ صاحب کو اُنکے سفر یارقند کے



وقت بطور قیدیون کھایا گیا تھا۔ مرزا شادی ہمارے اس خیال پر کہ ہماری ساتھ بھی مثل صاحبان مسطورہ بالا سلوک نہو نہایت ہنسنا اور تنہا سیاحوں و فرماںروایان عالی کے فریستہوں کے بائین تفرظاہر کی اور درباب ہماری واپسی کے اکثر دفعہ کہا کہ جب تم چاہو گے فوراً ہمارا آقا تمکو واپس آئینگی اجازت دیدیگا۔ میری درخواست پر اسنے ایک چھٹی فحش سکرٹری گورنمنٹ ہند کے نام ان تمام باتوں کی نسبت اطمینان کافی کے لئے بھیج دی۔

۱۹ ستمبر صاحب ۲۰ می کو انگلستان سے روانہ ہو کر ۳ جولائی کو اس مہم میں شامل ہوئے اور ہمارا فریضہ اسطرح مکمل ہو گیا اور چونکہ ہکورد انگلی یا قند میں کچھ دیر بھی ہو گئی بلحاظ اسکے کہ ہکورد اسی موسم میں واپس آنا تھا ہم نے مناسب نہ خیال کیا کہ اب تاراجد اور رہی چند کے نشا و کسے واپس آنے تک انکا انتظار کریں اور اسے تازہ خبر یا رقت کی سنیں کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ ہکورد استہ میں بلجائیٹنگے :

۲۰ ہمارے آئندہ سفر میں بڑی خبر داری درکار تھی۔ لہیہ سے یا رقت کو جو جدید راہ چنک چمو ہو کر ہے اس میں ۲۴ منزل ایسی ہیں کہ آبادی انہیں کہیں نام کو بھی نہیں ملتی اور ۲۴ منزل تو ایسی سخت اور دشوار گزار ہیں کہ ایندھن کے نام ایک ٹنکا اور سبزہ کے بجائے ایک خار بھی نہیں دکھلائی دیتا اسلئے تمام کمپ کے واسطے دانہ چارہ اور خوراک ہکورد لہیہ میں سے لا کر لے چلنے کی ضرورت ہوتی ہمارے کمپ میں کل ۴۰ آدمی مع خدمتگار وغیرہ کے شامل تھے اور ۱۳۰۔ جانور باربرواری کے واسطے ہمراہ تھے اور ایلچی یا رقت کا ایک قافلہ جدا تھا جسکے ساتھ ۴۰۰ ہندو مع باروت گولی وغیرہ سامان کی تھیں جو چوبلی صندرقون میں فی صندوق چار چالیس پانچ رکھی ہوئی تھیں اور

چونکہ وہ صندوق بڑے لمبے اور بہاری زیادہ تھے ٹٹو نہر اٹھا جانا محال تھا لہذا  
 قلی مہیا کئے گئے اور ایک ایک صندوق کو دو دو آدمی اٹھا کر لے چلے تھے ٹٹو نہر  
 آدمیوں کی بڑی بھیڑ بھاڑ ساتھ میں ہو گئی لیکن جب قدر رسد ہمو درکار تھی اسکی  
 اطلاع پیشتر سے وزیر علی اکبر کو کہ مہا ایج صاحب بہادر کشمیر کی طرف سے لدخ میز  
 اعلیٰ افسر تھا دیدی گئی تھی اور اسنو ہمارا اطمینان کرویا کہ ہر ایک قسم کا انتظام کر دیا گیا  
 ہے جسکی شہادت ٹٹو نہر اوچروں کے رسالوں سے ہوتی تھی کہ جب بالکل سامان رسد ہو  
 لے ہوئے تھے اور جو ہمارے کپ کے ساتھ کئے گئے تھے :

۲۱۔ جبکہ باربرواری کے ٹٹو نہر ہمارے اور ایچی یار قند کے قافلہ کے ساتھ تھا  
 تجویز کئے گئے تھے لا دے کے واسطے ہمارے سامنے لائے گئے تو انکو نہایت  
 ضعیف دیکھ کر ہکو تشویش ہوئی وزیر لدخ نے ہمارا اطمینان کر دیا تھا کہ میں سب بوز  
 باربرواری کے بہت قوی اور تندرست جمع کئے ہیں اور چونکہ قعدا و مطلوبہ سے بہت  
 زیادہ ٹٹو نہر وغیرہ وزیر مذکور نے اکٹھے کر لئے تھے اور دوسرا انتظام کر نیکا  
 وقت نہایتھامین انکو بھی ساتھ لیکر روانہ ہو گیا اور انجام کار تکلیف اور مصیبت کو  
 آثار نمایان ہونے لگے اس ملک کے تجاروں میں دستور ہے کہ وہ اپنا مال  
 یہیہ سے شاہ و لاکت کہ ۲۰۔ منزل ہے بنجارو نیکے ہاتھ بھجبا فی ۳ سن یا  
 ۲۴۰۔ پونڈیر پیسہ یا ۳ پونڈہ شنگ کے حساب سے کرایہ ادا کر کے  
 بھیج دیتے ہیں :

۳۳۔ چونکہ ایک یار قندی ٹٹو نہر ۳۰ من بوجہ بہ آسانی اٹھا لیجاتا ہے اور چالیس  
 پچاس روپیہ قیمت پر خریدیا جاسکتا ہے اسلئے بنجارو نیکو اسباب کرایہ پر لیجاتے ہیں  
 فائدہ ہوتا ہے اسی لالچ سے وہ مال لا دے کے وقت ہر ایک قسم کی غریبی  
 اپنے اوپر لیتے ہیں اور اپنے آرام و بیوی باری کے مال حلیہ پہنچنے کی غرض سے

میں یا چار پُر بارٹھون کے ساتھ ایک خالی ٹیٹو زیادہ بھی رکھتے ہیں  
۲۳۔ یہہ نظام میں بھی وزیر لداخ کے ساتھ کر لیا لیکن چونکہ اسکے جانور  
دبیلے تھے اور ضعیف تھے اسلئے میں نے حکم دیدیا کہ فی ٹیٹو دو من سے زیادہ بوجھ  
نہ لاوا جاوے۔ اور اس پر بھی بہت سے ٹیٹو پر صرف ڈیڑھ من ہی بوجھ  
لا دیا گیا۔

۲۴۔ ہر ایک قسم کی طیاری کر کے ہمارا قافلہ ۷ جولائی کو لہیہ سے روانہ  
ہوا اول دو کوچ میں شرک برابر واسنے کنارہ دریا سندھ کے واقع ہو  
اخیر میں جسکے حجرے نام گانو ہے جہاں نہایت عمدہ اور قدیم عبادت خانہ بودھا  
کا موجود ہے۔ یہاں میجر شنگری صاحب کانڈٹ ہمارے کمپ میں شمول ہوا  
گرا اسکا قیام ہمارے ساتھ بہت تھوڑے عرصہ کے واسطے تھا۔ لیکن اتالیق  
غازی کیسا ہی شتاق دوستی گورنمنٹ برطانیہ کا کیوں نہو اور وہ بذات  
خاص کتابی شائستہ ہوتا ہم سلطنت یارقند میں خیالات اور دستورات  
فرنگستان جیسے چاہئیں ویسے نوہن نشین نہیں ہوتے تاکہ اگر کبھی کوئی  
انگریز وہاں چلا جاوے تو وہ لوگ اسکا خوف نہ کریں اور یہہ یقین کر لیں کہ  
یہہ لوگ جو پیمائش ملک اور تحقیقات ہر ایک قسم کرتے پرتے ہیں صرف  
ترقی علوم و فنون کی نظر سے کرتے ہیں نہ کہ اُس ملک پر فوج کشی کی غرض سے  
۔ چنانچہ جب پنڈت مذکور کے آنے کی خبر اُسکے ہمراہی کی زبانی جو سرکار  
پوشک میں رہا تھا ایچی یارقند کے قافلہ میں پہنچی تھی اور یہہ اُنہوں نے  
بھی سنا تھا کہ ایک انگریز کل ملک مشرقی ترکستان کی پیمائش کرنے کو  
پیچھے چلا آتا ہے تو تمام یارقندی بیک ایک چونک پڑے ہیں یہہ حال دیکھکر  
لاچار میں نے تمام امیدیں علم جغرافیہ کی تحقیقات کی ترک کر دی ہیں اور

جو کچھ دقائق علم جغرافیہ کے مار کو پلو صاحب نے حل کرنے کو پیش کئے تھے وہ سب بدستور بے حل رہ گئے اور پنڈت مذکور کی ملاقات بھی موقع اور موسم مناسب پر منحصر کر دی گئی تھی :

۲۵- دریائے انڈس کا کنارہ موضع چمرے تک چھوڑ کر ایک پہاڑ کی گھاٹی تک ایک دن میں بخیر و عافیت کوچ کیا اور عام درختوں کی خشک لکڑیاں بھی جلانے کو ملین اور چنگلا نام گذر شمالی تک ۱۲ میل کے فاصلہ میں گھاس اور سبزہ زار بھی بکثرت تھا۔ اور یہاں جو پہاڑ کی چوٹی ۱۷۰۰ فٹ بلند تھی اُس پر بھی اچھی آسانی سے چڑھ گئے تھے اور چونکہ سڑک کی مرمت پہلے سے ہو گئی تھی اسلئے تمام حیوانات بھی وٹانے بغیر مشکل سے گذر گئے۔ بلندی پہاڑ کی یہاں بذریعہ اعتدال جو شش کھاتی ہوئی پانی اور ہوا کے تحقیق کی گئی تھے اور امتحان حرکت نبض انسان کا بھی کیا گیا تھا جب کو کار آمد سمجھ کر درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر مینڈرسن صاحب جو چوٹی پہاڑ تک پا پیا وہ گئے فی منٹ ۸۰۔ حرکت  
مسٹر شا صاحب جو سوار ہو کر چلے ————— ایضاً ۹۴ حرکت  
مائین صاحب ————— ایضاً ۱۰۰۔ ایضاً

ملک قطب الدین متوطن پنجاب جو سوار ہو کر چلے — ایضاً ۹۲۔ ایضاً  
ایک بہوٹ خدمتگار ساکن لدراخ جو پا پیا وہ گیا — ایضاً ۷۸۔ ایضاً  
۲۶- شمالی طرف اُس گذر گاہ کے سڑک کسی قدر نامہوار تھی لیکن پہلے سو  
بڑے بڑے پتھر سڑک پر سے ہٹا دئے گئے تھے اور غائب ہوئے گئے تھے اسلئے  
تمام راستہ میں کہیں ذرہ سی وقت بھی نہونے پائی اور یہاں میں یہ بھی بیان کرتا ہوں  
کہ میرے وہ اس آئے پر یہ سب سبب بھی زیادہ صاف ہو گیا تھا جسے کہ لکھی ہوئے

اونٹ بھی باسانی تمام آمدورفت کر سکتے تھے چونکہ اس سے آگے گزرگاہ  
لدخ اور سادولا کے بائیں اگرچہ نہایت بلند نہیں مگر دشوار گزار ہے اسلئے  
میں اسکا بیان تفصیل و مناسب سمجھتا ہوں :-

۲۷۔ بعد از ان ۴ میل بہ آسانی اتر کر گانودرگاہ میں پہنچے جو شعبہ دریائے  
شامنوک کے کنارہ پر واقع ہے گہاس بانی ایندھن یہاں بکثرت ملا -  
یہاں جن جانوروں کے اوپر بوجہ ہلکا ہوا اور جو چالاک اور تندرست نہ تھے اور کٹا  
خارج کر دینا شروع کیا چنانچہ ۴۰ شوا اس جگہ چوڑے گئے - درگاہ  
سے آگے سڑک ایک بڑی سبزہ زار گھاٹی میں ہو کر گذرتی ہے ٹانکٹس  
اور مگب نام دو گانواں رستہ میں ملتے ہیں اخیر گانواں ٹانکٹس نام ہے - جو  
لدخ اور یارتند کے بائیں ملتا ہے - اسکے سوا اور کوئی گانواں دیکھنے کو کیسا سنے کو  
بھی نہیں دو تین منزل تک ایسے چوڑے دیکھے کہ جنہیں چھت بالکل نہ تھی  
دو تین بڑے بڑے پتھر و نئے سادہ دیوار بنائی ہوئی تھی اور بعد از ان  
تین ہفتہ تک سوائے ویرانہ اور ریگستان اور پہاڑ کے اور کچھ رستہ میں  
نظر نہ آیا :-

۲۸۔ وہ مگب سے آگے ۱۰ میل طے کر کے ہم بینگ گونگ نام جھیل پر  
پہنچے جسکا ڈاکٹر ہنڈرسن صاحب نے خاکا اوتاڑا - اس جھیل کے مغربی کنارے  
سے جدید سڑک یارتند کی براہ گھاٹی چنگ چھو پہنچی ہے اور شمالی طرف کو جا  
تا ہے اور ۸ میل تک ایسی گہائیاں پہاڑ کی آتی ہیں جو گھاس اور سبزہ سے  
بالکل سبز ہیں اور تھاراسک وغیرہ درختوں کی لکڑیاں ایندھن کے واسطے  
ملتی ہیں :-

۱۵ جولائی کی صبح کو گذر مارسمک پر چڑھائی شروع ہوئی جسکو مسٹر مہوڑ صاحب

نے اپنے نقشہ میں ۱۸۴۵ء فٹ بلند لکھا ہے اگرچہ بروقت ہمارے واسطے  
 کے ڈاکٹر ہینڈرسن صاحب نے اُسکو اس تعداد سے بہت کم بلند تحقیق کیا ڈاکٹر  
 صاحب مذکور نے اسکی بلندی بھی بذریعہ اعتدال اُلتے ہوئے پانی اور آلہ ہوا کے  
 دریافت کی تھی چڑائی جنوبی طرف سے درجہ بدرجہ اور آسان ہے اور گہوڑے  
 کی سواری میں اُسکو طے کرتے ہوئے ذرا بھی ٹکان نہیں ہوا لیکن جب ہم دروازہ  
 فیٹ کی بلندی کے قریب پہنچے تو البتہ سبکدوش میں تکلیف معلوم ہوئی  
 ۲۹۔ براہِ ران سہل جٹ ویٹ غم نے بڑی بلندی کے تجربوں کا نتیجہ اس طرح  
 لکھا ہے کہ اثر بلندی کا جو کچھ انسان کے بدن پر ہوتا ہے وہ بموجب اختلاف  
 طبیعت ہر شخص کے مختلف ہوتا ہے۔ دو آدمی بہت بہت سندرست ہوتا ہے وہ  
 اُس اثر سے تکلیف کم اٹھاتا ہے اور فرق نسل کا بھی اُس میں کچھ کام نہیں آتا  
 ہمارے ہندو خد متکاروں نے بہ نسبت تبت والوں کے سردی سے زیادہ  
 تکلیف اٹھائی اگرچہ ہوا کا دباؤ کم ہونے سے کچھ بے آرامی نہ ہوئی عموماً بلندی  
 کا اثر انسان کے جسم پر ۱۶۵۰۰ فیٹ پر جا کر ہوتا ہے اور یہ بلندی اون  
 بلند چراگا ہونے کے مطابق ہوتی ہے جہاں تک چرواہے یا گڈریئے اپنے گلوں  
 کو چرانے لیجاتے ہیں۔

اور ہوا کی ایک کم ہونے سے جسم پر یہ تکلیف پیدا ہوئی تھیں۔ سرد و ضیق  
 النفس۔ کھانسی۔ اور یہ مرض ایسا زور پکڑ جاتا ہے کہ خون تھوکنے تک کی  
 نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بد ہضمی۔ و کمی اشتہا۔ سستی۔ رگ و پٹھوں کا ضعیف  
 ہونا اور عموماً روجوں کا ضایع ہونا اور وب جانا۔ نکسیر ہوئے کی بیماری میں  
 خود بھی اگرچہ خون بہت کم اور ضعیف نکلتا تھا مگر لبون اور کان میں سے خون  
 تو میرے نکلا اور نہ کبھی ہمارے ہی کے برآمد ہوا۔

مگر بولڈ صاحب اپنے سفر نامہ میں بیان کرتے ہیں کہ ایٹس نام پہاڑ  
پر ۱۸۴۱ء غیٹ کی بلندی پر اونکے ہمراہی ڈن کارلوس مونٹوفر صاحب  
کی لبون سے بکثرت خون جاری ہوا اور چیمپورازو نام پہاڑ کی چڑھائی میں ہر ایک  
شخص کے مسوڑوں اور لبون سے خون نکلا تھا +

جو اثر بلندی کے یہاں بیان کئے گئے تندرست آدمی کے بدن سے نیچو  
اُترنے کے بعد فوراً دفع ہو جاتے ہیں اور ان پر زیادتی بسبب سردی  
کے نہیں ہوتی بلکہ یہ سب خرابیاں ہو اسے پیدا ہوتی ہیں جسکا اثر  
تنفس پر زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ یہہ ایسا ماجر تھا کہ محققان سابق اسکو  
بیان نہیں کیا اسلئے ہمیں اس پر خاص توجہ کی اور معلوم کیا کہ نکان سواسو بالکل متعلق نہ تھا۔  
مگر اکو روم کے میدان میں یہہ بات عموماً تھی کہ خیمہ کی چوبین جو ہوا سے  
محفوظ تھیں ایک دفعہ ہوا کے بہاری اثر سے ترخ اُٹھیں ایسی کہ اونپر  
دباؤ ہوا کا صاف ظاہر ہوتا تھا اور یہہ سب فساد ایک ہوا کا معلوم ہوا  
جو آرام کے وقت رات کو چل پڑی تھی۔

ہوائی دباؤ کی کمی کا اثر نکان کے باعث ہمارا حال اور یہی زیادہ  
خراب کر دیتا تھا اور تعجب یہہ ہے کہ دم اسقدر رکتا تھا کہ بولنا اور بات  
کرنا بھی ایک محنت سخت میں داخل تھا اور جب طرح ایک آدمی بہت سے  
خوف سہکندہ ہو جاتا ہے اسی طرح بیان آدمی کو آرام کی پرواہ نہیں  
رہی تھی +

۳۰۔ بیرن اوٹنن سیکن صاحب نے جو ٹرنیس مارن ملک میں  
سفر کیا اور اُس حال کو شہ ہے جاگر یفل سوسائٹی نے مشہر کیا اسکی  
ایک انتخاب میں مہری نظر سے گذرا تھا کہ کوسک اور کرغزی لوگ

جو کپتان چال ڈی اف صاحب کے ساتھ گذر گاہ سنک کو سلسلہ کوہ کش گردمان میں گئے تھے اُنکو صرف ۱۲۴۴۰ فٹ پر پہنچے ہو اکی سبکی سے بڑی بے آرامی ہوئی تھی۔

۳۱۔ مجھے اپنے ہی تجربہ سے بہہ واضح ہوا کہ ۱۶۰۰۰ فٹ سے اوپر گو جسم آرام میں بھی ہو مگر تنفس کا ایک دم بھی بفرغت لے لینا نعمت غیر سترقبہ میں داخل ہے البتہ اُس بلند سی سے نیچے صرف کسی قدر بے آرامی معلوم ہوتی ہے تاہم واپس آتے ہوئے یہ تمام بد علامتیں بہت کم رونما ہوئی تھیں ۵

۳۲۔ اس راستہ میں ہم کو برف کا ایک ذرہ بھی کہیں دیکھنے میں نہیں آیا اور تمام پہاڑ ایک عجیب سفید ویرانہ دکھلائی دیتا تھا میں نے اس ملک میں بالکل نہیں رہتا اس لئے پہاڑ کٹ کر غار و کھڈ نہیں بنے مگر تمام پہاڑ گنبد کی طرح اوپر سے گول اور نیچے کو دھوان ہیں جس پر سے کبھی کبھار پگھل کر چوٹے چوٹے نائے بننے لگتے ہیں اور چونکہ اس وقت برف نہ پڑتی تھی سبب یہہ نالیان خالی پڑی تھیں انہیں ہوڑا تھوڑا سبز جہان تھا ان اُگا ہوا تھا اور وہ بھی زرد رنگ کا تھا باقی ہر طرف سو اسے ویرانہ کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہمارے پیچھے اور اُس چوٹی کے پار جس پر جیل باگ گونگ تھی ایک عظیم الشان دیوار پہاڑوں کی ہمارے سامنے اُسی جلیں چوٹیاں برف سے سپید تھیں اور ہر ایک کھڈ میں پانی جاری تھا۔ ان ویران گہائیوں سے شمالی طرف کو درجہ بدرجہ نشیب میں اُن کو ہم ایک پتھر پلے غار میں داخل ہوئے اور آگے اُسکے وسیع گہائی چٹک چو نام آئے جو سمندر کے سطح سے ۱۶ ہزار فٹ بلند ہے



۳۳ - چنگ چموا ایک بڑی عریض و طویل گھاٹی بالکل ویران اور پتھری  
ہے اور اُس پر کئی میدان سلسلہ دار ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی  
زمانہ میں یہاں ایک بڑی بھاری جھیل ہو گئی جو اب غائب ہو گئی ہے  
اور کوہ گراکاش میں بھی ایک ایسی ہی گھاٹی مگر ذرا چھوٹی ہے اُسکی  
صورت دیکھ کر میری رائے میں یوں آیا کہ اس میدان میں کسی زمانہ  
میں بڑے بڑے ڈھیر برف کے ہونگے جو درجہ بدرجہ گھل گئے یہاں  
جہاں سے تہ کے بڑے بڑے عمیق نالے جاری ہیں اور اس موسم میں  
اس دریا کو حیوانات بہنکل تمام عبور کرنے بلکہ نہیں کر سکتے۔

ہر چار طرف جب اوپر کو نگاہ جاتی ہے تو ۱۹ ہزار فٹ تک بلند پہاڑ برف  
سے ڈبکے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہی گول صورت کا ویرانہ عام ہے  
- اگر آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھو تو اوپر اوپر نظر دوڑانا بیفاائدہ معلوم ہوتا ہے  
کیونکہ کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ کونسی اور کس پہاڑ کی چوٹی نہایت بلند ہے  
اور نظر اوپر جا کر چاہتی ہے کہ کچھ سب سے تر و تازگی ہو مگر ان پہاڑوں پر سبز  
کہاں خار بھی نہیں اور گھاؤں کے کنارے پر سوا سے چند درخت  
تار اس کے اور کوئی سبز نمودار نہ تھا اور ان ویرانوں کو دیکھ کر  
پرغواہ خواہ سستی چھا جاتی تھی

۳۴ - یہ مقام سب سے آگے ہے جہاں تک ہمارا جہ صاحب کثیر نے  
اپنی حکومت کی مدد کا ڈھنگ جایا ہوا ہے یعنی اُنھوں نے چھوٹے چھوٹے  
گو دام غلہ رکھنے کے اس گھاٹی میں مقام گوگر اٹک بنائے ہوئے ہیں  
جنہیں مسافریں کے واسطے غلہ جمع رہتا ہے -

تمام کھنڈرات اور عمارات بوقت کی مروجہ ہیں جن پر لا مار ڈونے یہ محل لفظ کہلاتا ہے

ہوئے بہین (اوم مانی پادی ہن) یہین گذر مار سہک کے جنوبی سمت ختم ہو گئی ۴

۳۵۔ یہاں ہم نے اپنے کبک کا انتظام کرنے کو ایک دن مقام کیا اور اس میدان وحشت نشان سے گزرنے کی طیارہ کی جو حقیقت میں تمام دنیا کی چوٹی پر ہے اور وسط ایشیا سے ہندوستان کو جدا کرتا ہے ۴

۳۶۔ جبکہ بابر واری کے حیوانات کی گنتی لی گئی اور انکا ملاحظہ کیا گیا تو ہیکو اول یہ مشکل پیش آئی کہ آئندہ سخت سفر کے واسطے ہر ایک جانور ناقابل تھا اور بڑے رنج کی بات یہ تھی کہ اور نئے جانور وہاں بہم نہیں پہنچ سکتے تھے ۴

۳۷۔ اب چونکہ اور نئے جانور و لٹکا بہم پہنچنا ناممکن تھا اور اگر ہم وہاں نئے جانور و لٹکا بہم سے منگانی کا انتظار کرتے تو ہیکو وہاں پندرہ روز ٹھہرنا پڑتا اور ہمارا تمام ذخیرہ خوراک کا ختم ہو جاتا اسلئے لاچار ہم نے ایسے جانور جو نہایت خراب تعداد میں تھے۔ تھے چوڑ دئے۔ اور تھوڑی دیر بعد ہیکو معلوم ہوا کہ لدخ کے کارپردازان نے آپس میں سازش کر کے کچھ روپیہ خورو برد کر کے اپنی جبین خوب پُر کر لی تھیں جس سبب سے ہیکو اچھو جانور بابر واری کے میسر نہیں ہوئے تھے۔

۳۸۔ تمام بیگار ہماری اور کشمیر کے گارویحان چوڑ دئے گئے اور کبک کی مطلوبہ خوراک اور سامان رسد کو جنوبی کافی شمار کر کے وزیر لدخ کو اپنی ضرورت سے مطلع کیا جسے جواب دیا کہ ہر ایک چیز طیارہ ہے اور اسے اپنا بہم مقصد بھی ظاہر کیا کہ کبک کے دریائے کرکش پر پہنچنے تک میں بھی گھائی جنگل میں ہونگا اور اگر کچھ زیادہ سامان رسد وغیرہ کی ضرورت ہوگی تو فوراً

امداد پہونچا ٹونگا \*

۳۹ - ۱۹ جولائی کو ہم وزیر علی اکبر سے جدا ہوئے اور اپنا نہایت سخت سفر شروع کیا باربر داری کے جانوروں کا دانہ ۶۰ پھر دیر لدا ہوا تھا اور وزیر لدخ کے ماتحتوں کو سپرد تھا جو روز بروز ہمارے اور وزیر کے قافلہ کو قسم کیا کرتے تھے ۸ میل تک ہمارا رستہ ایک گھاٹی میں گویا جسکی زمین بالکل سرخ مٹی کی سی تھی اور وہ گھاٹی ایک سوڈا کے چشمہ پر ختم ہوتی تھی یہ چشمہ ایک بڑی ندی کی تہ سے جاری تھا بڑے بڑے ڈھیر محروطی شکل سوڈا کے بنے ہوئے ہیں جنہیں سے چشمہ گرم پانی کا نکلتا ہے ۴۰ - ڈاکٹر کیلی صاحب جو ہمارے کمپ کے ہمراہ لہید سے آئے تھے گھاٹی چینگ چمو سے آگے آگے ہمارے نادمی بنے اور ہیکو اس راہ سے نئے گئے جو کار پر داران کشمیر کے بنائی ہوئی راہ سے آسان تھا حقیقت اگرچہ کوہ چینگ لینگ لا سمندر کے سطح سے ۱۹ ہزار فٹ بلند ہے مگر اسکو چڑھائی ایسی سلامی وار ہے کہ کہیں دیکھنے میں ٹھین آئی - اس جگہ سے شمالی طرف وہ بلند سطح زمین جو کراکورم کو سلسلہ کوہ کیون کیون سے شامل کرتی ہے شروع ہوتی ہے کوہ پامرا بک بام دنیا کے نام سے مشہور ہے جو ایک بڑا میدان سمندر کے سطح سے ۵ ہزار فٹ بلند ہے اس پر تمام سبزہ زار اور گھاس جھی ہوئی ہے اور گرمیوں کے موسم میں وہاں گڈریئے اپنے گتے لیکر آتے ہیں - لیکن کسی جن - جو دشت سفید چین بھی کہتے ہیں اور جگہ جگہ سنہری تہنگ و ڈپ زمی کول اور تھالڈ نام ۱۶ ہزار سے ۱۹ ہزار فٹ تک بلند ہیں اور چونکہ سبزہ کی قسم سے اس پر کچھ بھی نہیں پیدا ہوتا وہ بمقابلہ پامرا کے مثل بام سینٹ پال کے معلوم ہوتا ہے

۱۴۱۔ مگر چرخ خوش قسمتی سے بکواس آسان رستہ جیسا میں بیان کیا  
مل گیا تھا مگر تاہم آدمی اور جانور مقام قیام نشین نام پر پہونچ کر  
نہایت ہی تھک گئے تھے یہاں بہت چھوٹی چھوٹی جڑیں بورس  
نام درخت کے جلانے کے واسطے ملین اور سوائے اسکے ایک ہٹا  
گھاس کا کہیں دیکھنے کو بھی جانورونکے لئے نہ ملتا تھا اور ہم بڑے  
تفکر میں اُس غلہ کے آنے کی انتظار میں تھے جو ہم نے ایک دن  
پہلے خجرون پر آتا ہوا دیکھا تھا یہ ایک بڑی عجائب اور معنی دار  
بات تھی کہ اگرچہ ہر ایک مال و اسباب بخیر و عافیت اور وقت پر آہونچا  
مگر دانہ کا ایک بوجہ بھی نہ آیا تھا۔ ضروری پیغامات اوچھٹیاں فوراً وزیر لداخ  
کے نام دانہ کے واسطے بھیجی گئیں لیکن دوسرے دن صرف پانچ بوجہ  
آئے اور وزیر صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ چونکہ اس کار و بار کا بدلہ چلن علیحدہ  
خط و کتابت کا مضمون ہے اور وہ اپنے تصور کے واسطے درخواست ہو چکا ہے  
اسلئے میں یہاں صرف اس قدر لکھتا ہوں کہ یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ وزیر علی اکبر  
بخوبی جانتا تھا کہ تمام ہمارا غلہ پیچہ رکھ لیا گیا اور ہمارے پیغام پہونچنے پر امداد  
پہونچانے کی بجائی وہ بجلہ ہی تمام چینک چموسی لیہ کو چلا گیا اور پھر غدر کیا کہ  
سبب فاصلہ دور و دراز کے میں امداد نہیں دے سکتا

۱۴۲۔ اس طرح ہم اپنے قیام مقام نشین میں ایک بڑے گرداب بلا میں  
پہنس گئے وہاں یعنی نشین میں ہم مقام نہ کر سکتے تھے کیونکہ نہ وہاں  
ایندہن تھانہ چارہ اگر ہم چینک چمکو کو واپس جاتے تو یہ خوف تھا کہ  
آیا ہمارے کم زور جانور فائدہ زدہ کوہ چینک لینگ لاکو کو مکرر سہ کر سٹے  
کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر ہم گوگرا میں مقام کرتے اس غرض سے کلیہ سہ

نئے جانور باربر واری کے واسطے منگاوین تو یہہ ڈرتھا کہ موسم سفر کا گذر جائیگا اور ہم ناکامیاب رہ جائیگی اگر ہم آگے چلے جاوین تو ایک کوچ تک ہمارے جانور بغیر دانہ اور چارہ کے رہیں گے اور چراگا ہکو تیرے روز لیگا اسلئے یہہ تجوئہ ہوئی کہ جو کچھ ہو سو ہو آگے کو ہی چل دیجئے ۛ

۴۴- نسجہ سے شروع میدان لٹری تہنگ تک شرک ایک دریا کے کنارے جاتی ہے اور پھر ایک بلند چوٹی تین میل لمبی طے کرنی پڑتی ہے جسکے غما پر ہم ایک اوگھٹ اترائی، ۵- فٹ کے اوپر پہونچے اس اُترائی کے کنارہ سے چاروں طرف دور دور تک نظر پہونچتی ہے بائیں طرف لینے مغرب میں نظر کی حد پر ایک سلسلہ قلعہ ہاے کوہ کا آسمان تک پہونچا ہوا تھا جسکو سلسلہ کراکورم بولتے ہیں اور وہاں سے ہمارے بائیں طرف شمال میں ایک قطار سب کوہستان کی تھی جو آسمان سے باتین کرتی تھی گول گول ٹیلے اور تیز تیز چوٹیاں پہاڑ کی دیوار کی مانند پہاڑ جا بجا ٹوٹے ہوئے لٹری تہنگ میدان کی حد تھی اور شمال میں فاصلہ دور و دراز پرفرت سے باہر سلسلہ کوہ کیون کیون تھا جسکی برفانی چوٹیاں بندی اور رفت میں کراکورم کی بلند چوٹیوں سے مقابلہ کرتی تھیں ۛ

ہمارے قدموں میں ایک سخت بنجر یا ریگستانی دشت دشت خنجا کی مانند واقع تھا جو سلسلہ کوہ کراکورم سے مشرق میں تہی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ظاہر اس دشت کا عرض چند میل کا معلوم ہوتا تھا مگر حقیقت میں ۵۰ میل سے کم نہ تھا اور شمالی حد پر اسکی چوٹی چوٹی پہاڑیاں گنبد اور برج اور مینار کی صورت کے واقع تھیں جہاں کہیں آنکھ اٹھا کر دیکھتے تھے تو نظر سرسراٹھنے

قیامت نشانہ میں ہی آوارہ ہوتی تھے اور ایک بڑا خوفناک یا رکیک شہ معلوم ہوتا تھا۔  
 ۴۴- ہم اُس میدان میں اترے اور دو گھنٹے کے سخت کوچ میں پڑاؤ پر پہنچے  
 جو ایک خشک وریاکی تہ میں تھا۔ یہاں ایندھن بورٹس نام درخت کی جڑیں چن  
 چنکر اکٹھا کیا گیا مگر گھوڑوں کے واسطے کوئی چارہ میسر نہ آیا اور وریاکی زمین کو کھوڑوں  
 سے گدلا پانی استعمال کے لئے دستیاب ہوا

۴۵- دوسرے دن کے کوچ میں ہم وہ گنبد کی صورت پھایان طے کر کے  
 لوک زینک نام گھاٹی میں پہنچے جہاں کچھ توڑی سی خراب گھاس ملی جسکو  
 ہمارے تین دن کے بہو کے جانور فوراً کھا گئے بہت جانور بار برداری کے سبب  
 فاقہ کشی میں مر گئے تھے اور رہے سبے ہی نہایت تھکے ہوئے تھے یہ بہت  
 بے آسانی معلوم کیجا سکتی ہے کہ یہاں ہم بڑے اتر حال میں تھے۔ وزیر لراخ سے آئندہ  
 اعداد ملنے کا تو کچھ ذکر ہی نہ تھا کیونکہ وہ اول ہی رفو چکر ہو گیا تھا۔ جہاں انسان آباد  
 پہنچا اسکے ایسے موقع سے ہم ۱۰ میل دور تھے اور دنیا کے سر پر پہنچکر ہم طیش سے  
 جل ہنسنے لگے ہوئے جاتے تھے۔ یہ نہ ناممکن تھا کہ ہم دو ایک دن مقام کرتے  
 کیونکہ وہ دو ایک دن کی دیر تمام کپ کے حق میں مہلک ہو جاتی جسکے کہانے  
 پیتے کا سامان ہمارے پاس صرف چند روز کے واسطے باقی رہ گیا تھا اسلئے لاچار  
 ہونے اسقدر جانور بار برداری کے منتخب کر لئے جو دو تین دن کی چرائی کے بعد  
 رہ طے کرنے کے قابل معلوم ہوئی اور یہ قدر ڈیرہ خیمہ وغیرہ اسباب اپنے ساتھ  
 لیا جتنا وہ جانور اور ہمارے ہمراہی قلی لیجا سکتے تھے۔ باقی اسباب میرا کہ غنیمت  
 اور ملک قطب الدین کو سپرد کیا جنکو سامان رسد و خوراک وغیرہ دیکر کہا گیا کہ  
 تاوقتیکہ لراخ سے اور تازہ جانور بار برداری کے آجاؤین تم یہاں قیام کرو اور وہ  
 ایک ہفتہ بعد ہمارے تعاقب میں شاہ دولا کو آئے

۴۶۔ مرزا شادی اور قاضی محمد یعقوب اپنے خاص مال و اسباب اور گہرا بار و اہل خانہ وغیرہ عورات کو پیچھے چھوڑ کر ڈیل کوچ کرتے ہوئے آگے شاد و لگاؤ گئے جہاں سے انہوں نے ہر ایک قسم کا سامان بیچنے کا وعدہ کیا

۴۷۔ جبکہ ہم لوگ نینک مین ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ہم سے تارہ شکر اور ہری چند بھی شاد و لاسے واپس آکر مل گئے شاد و لاسے انہوں نے کمر غزنی گڈریوں اور نیز سپاہیان یا رقصہ سے جو قلعہ کنگہان کے محافظ تھے خیر لمبی کہ تابق غازی کی سلطنت میں سب طرح امن و امان ہے۔ یہ خبر ملنے پر تاقی کے بیان سے ایسی مطابق ہوئی کہ ہم کو آئندہ سفر کر نیکی جرات تازہ حاصل ہو گئی۔

۴۸۔ ۲۵ جولائی کو ہم نے اپنا سفر بہر شروع کیا مگر بد قسمتی سے ایک اور شکر بیٹا آئی یعنی تھوڑے سے ٹو جو ہم نے سخت کر کے اچھے اچھے رکھ لئے تھے اور بھوٹ کپتان کو جو ہمارے کپ مین تھا سپرد کر دئے تھے بھلا اوکے ۲۴ ٹھو رات کے وقت جاتے رہے غرض بڑی تکلیف اور دیر کے بعد ہم ایک بار پھر شکر پر روانہ ہوئے اور میدان ٹالڈ مین پہنچے اُس روز ۲۶ تاریخ تھی اور یہاں ایک دریا کی خشک زمین میں ایک بر فانی جگہ کے نزدیک قیام کیا دن میں ان میدانوں میں گرمی بشت تھی اور ہوا کے زیادہ شمال اور سبک ہو جانے سے آفتاب کی شعاع بڑے زور سے ہمارے بدن کو تپاتی تھیں مگر رات کے وقت تھرمائیٹر درجہ پر آگیا یعنی بڑی سردی پڑی۔ برف کے نزدیک ناہموار میدان میں ایک قسم کے شک زبرد کے ڈھیر کے ڈھیر سے جو آفتاب کی روشنی میں مثل سرے کی چمکتے تھے اور فاصلہ دور دراز سے ہماری نظر انکی طرف متوجہ تھی۔

۴۹۔ مقام تالڈٹ سے چھ گھنٹہ شمال مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور ایک بڑا شیب دار درہ طے کر کے سوڈا یعنی شورے کے میدان میں پہنچے۔ راستہ میں ایک جگہ مرجھائی ہوئی سی ناقص گھاس ملی جسکو ہمارے جانور بہو کون مرتے ہوئے نعمت عظمیٰ کی طرح جھٹ پٹ چٹ کر گئے یہ میدان خشک تہل مثل نکلیں زمین یا شورے کی چیل کی جی جھکا پانی کو یا زمین میں غرق اور خشک ہو کر شورے یا نمک کے سی بلور بن ڈھیر چھوڑ گیا ہے اور تمام زمین ایک بڑی نہ گلابر کے نمک کی ہے۔ اس تہہ پر اس نمک کا ۶۔ ۷ انچہ موٹا تختہ جما ہوا تھا اس جگہ میں ٹٹو ٹکی پیر زمین ترخ ترخ کر اندر گھس گھس جاتی تھی گو یا وہ برف پر چل رہے تھے :

۵۰۔ چمک اس شورے کی بھی ایسی خراب نکلتی تھی جیسے برف سے اور اس کے چھوٹے چھوٹے دزے جو اوڑا اوڑا کر انکھ اور نہتوں اور مونہہ میں جا کر گرتی تھی نہایت بزمزہ تھی۔ خوش اتفاق سے ہم چند اس میدان کو قبل از وہ پہر طے کر گئے مگر اسی اثنا میں کئی جانور بار بار درسی کے ضلیع ہو گئے۔ ہمکو معلوم ہوا کہ وہ پر کے بعد تیسرے پر جب ہوا اور تیز اور تند چلتی ہے تو وہ ان ایک بڑا بھاری غبار یا بولا اس شورے کی خاک کا بلند ہوتا ہے اگر اس وقت ہم اس میدان میں ہوتے تو جا فوراً کی زندگی کے لئے نہایت معز و چمک ہوتا۔

چنانچہ یہاں ہمکو کچھ بڑی پسیدان اور پنچر کسی پہلے قافیہ کے پڑے ملے جو کہیں یہاں اس گرد و غبار کے صدر مہ طوفان میں غارت ہو گئے ہونگے۔

۲۷ تاریخ کو ہم اس گھاٹی کے شمالی انجام پر قیام پذیر ہوئے جہاں موٹی گھاس بکثرت ملی۔ پانی اس جگہ بھی معمولی سیادہ رنگت کا گدلا ملا اور وہ بھی جا بجا زمین میں چھوٹے چھوٹے گڈے کہو دسنے سے



۵۱۔ اب ہم اُس بڑے ویرانہ میدان کو طے کر چکے تھے اور دریا سے کراکاش سے ایک کوچ کے فاصلہ پر تھے۔ ہمارے مقابل میں برفانی دیوار کوہ کیون کیون کی تھی جسکے جنوبی دامن میں دریا کو کراکاش روں سے ۱۰ میل کوچ کر کے ہم اس دریا کے پانی پر پہونچے جو اگرچہ سیاہ رنگت کا تھا مگر صاف اور بکثرت تھا اور اُس گدے پانی سے جسپر ہم نے تھما ہفتہ گزشتہ میں گزران کی تھی بیچھا چوٹا۔ اس دریا کے کنارہ کنارہ ۱۵ میل طے کر کے اور ایسے ہی سخت اور دشوار گزار تنگ درہ میں جبکا ذکر اوپر ہوا سفر کر کے ہم ایسے ملک میں پہونچے جہاں سبزہ اور درخت تاراسک بکثرت موجود تھا

۵۲۔ یہاں ایک واردات بھی وقوع میں آئی جس سے یارقندی اور لداجی ٹٹو لگا فرق اور کچھہ اور بات بھی دریافت ہوتی ہے یعنی ٹھیک جوقت ہم اپنے قیام کے پڑاؤ پر پہونچے اور ہمارے جانور تمام لمبی لمبی متر لون سے تھک کر ضعیف ہو رہے تھے ہم نے ایک گروہ جنگلی سہان کو چھیڑ دیا جو ہماری آمد سے بے خبر حیرت میں مصروف تھے۔ اتنے میں وہ عورتیں جنگو قاضی سید محمد یعقوب پیچھے چھوڑ آئے تھے اور جنگا ذکر ہم ابھی کر چکے ہیں اپنے یارقندی گھوڑوں پر سوار ہواونکے تعاقب میں گئیں اور ایک لمحہ میں تمام یارقندی کمپ ایچی یارقند کا دھڑم دھوپ میں مشغول ہو گیا جبکہ ہم اپنے تھکے ماندے دیلے لداجی ٹٹون پر اوٹکا تاش دیکھ کر ہی خوش ہوتے رہے۔ یہاں ہکو ڈاکٹر کیلی صاحب نے انہوں نے لنکرنی تھنک نام میدان واقع مغربی سمت دریا کراکاش کی راہ اختیار کی ہوئی تھی اس دریا کے کنارہ کنارہ جنگل وہ بڑی دھار دریا پر آپہونچے اور ہمارے کمپ سے آئے :

۵۳۔ بعد ازان ہم نے کراکاش گہاٹی تک متقی کوچ کیا اس گہاٹی کے دو نو طرف بڑی بلند چوٹیاں برف سے سفید برق ہوئی ہوئیں بوج کی مانند آسمان سے باتین کرتی تھیں اور بہت سے شکاف اور نالوں سے پانی کی موٹی موٹی دھار نکل کر بڑی دھار میں جاتی تھیں جسکا پانی ہر دم جلد جلد طغیانی پر تھا اور عبور کرنے کو مشکل پیدا کرتا جاتا تھا دور دراز فاصلہ میں تو بالکل بجز زمین ہی تھی اخیر میں کچھ گہاس کے موٹے دکھائی دئے آسمان پر اسوقت نہایت باریک غبار چھایا ہوا تھا جو کوہ کی مانند معلوم ہوتا تھا اور دن میں گرمی بشت تھی۔ کراکاش دیا سے آگے پانچ دن تک جیسا سفر دشوار ہے ایسا طے کرنا بھی نہایت محال ہے

۵۴۔ تیسرے روز کے سفر میں ہمارے پاس ایک خطہ منرا شاوی اور محمد یعقوب کاشا دو لڑے لکھا ہوا پہونچا جسکا یہہ مضمون تھا کہ قریب دو سو خچر گھوڑے اور بہتر ماسواے میوہ جات و خربوزہ و دیگر اشیاء ہمارے واسطے روانہ کر دئے گئے۔ اور یہہ بھی لکھا کہ اتالیق غازی کا شعر میں بڑی خوشی سے ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ تھوڑے عرصہ بعد ہم خچر بعضی جنہیں کئی ناج سے لدی ہوئی تھیں ہمارے سامنے مبارک قدم رکھتی ہوئی آئیں۔ اگر ایک دن اور یہہ نہ آتیں تو ہمارا حال بڑا ابتر ہوتا کیونکہ ہمارا سامان تمام ختم ہو چکا تھا جو ہمارے کمپ کے ہی صرف میں نہ آیا بلکہ اوکلی میں بھی جنکو اپنا اپنے ساتھ لانا چاہئے تھا اور جنکا سامان بہت روز پیشتر ختم ہو چکا تھا۔ علاوہ اسکے بہوٹ لوگ اُس قبیل خوراک پر نہ قناعت کر کے جو ایک ان ہاتھ سے ہر ایک کو تقسیم کیجاتی تھی ہمارا غلہ سڑک پر آنکھیں پکڑ چورایا کرتے تھے ۛ

۵۵ کراکاش سے چار منزل گھل بشہ میں ہم بد سوار یا رو سیہ نام  
ایک قیمتی پتھر کی کان پر پہونچے جہاں سے چینی لوگ اسکو لیجا یا کرتے تھے لیکن  
جیسے کہ وہ ترکستان سے نکال دئے گئے کان مذکور بند ہو گئی ہو۔ ایک اور  
کان اس پتھر کی یورانگش نام گہائی میں ہے جہاں سے ہوڑا تھوڑا بہہ پتھر  
نکلتا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ کسی اور جگہ بد سوار پتھر نہیں پایا جاتا۔ اس کان کا  
گہائی میں چینی لوگ اپنی جائدا ہونے کا کہی دعویٰ کرتے تھے اگرچہ اس  
بیش قیمت پتھر کی کان اول انہوں نے ہی دریافت کی تھی اور چونکہ وہ یاقوت  
اور ختن پر مشتمل عین قابض ہوئے تھے اسلئے اس پتھر کی ہستی ایک صدی  
سے پیشتر ان کو ظاہر نہ ہوئی ہوگی۔ یہ خبر میں اوس طرح ہمیشہ لکھتا  
ہوں جیسے مجکو معلوم ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی شخص اسکی  
تحقیقات میں تردد کرے تو میری بہ نسبت زیادہ حال دریافت کر لے  
میں جانتا ہوں کہ بہت سی مقدار سانپ کی صورت بد سوار پتھر کی اور دیگر قیمتی  
اسکی مقدار کثیر ملک برہما سے آتی ہے

۵۶ یہاں قوم کرغز سے ہماری واقفیت ہوئی جسکا سردار اور بزرگ سلام بیگ  
نام ہماری تعلیم و تکریم کے واسطے آیا یہہ کرغزی ایک بڑے قزاق نام قوم کی  
شاخ میں سے ہیں جو قوم اس سلسلہ کو بہستان پر آوارہ پرتی رہتی ہیں  
جو مقامات الائی کوتیان شان سے گذر با مسرت بہیلنا ہے۔ یہ خاص  
شاخ قوم مذکور کی اپنے گلے مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کے پامراور  
ریکال پر چرایا کرتی تھیں لیکن ۷۰ سال ہوئے کہ مشرقی طرف نقل مکان  
کے جلی گئیں اب وہ سلسلہ کو بہستان واقع علاقہ سجو میں آباد ہیں اور  
ہوں کی بہار میں کراکاش گہائی میں آتے ہیں ایک شاخ وہ بھی قوم

کی جو اصل میں بموجب اپنے نام کے دکھان سے آئی بالفعل کو ہستان کلیتا  
واقع غریب سنجو میں آباد ہیں اس قوم کا بزرگ سردار بھی موہ اپنے ہجر ہیون اور  
چچر وغیرہ کے ہمارے پاس آیا ان دو نو قوم کی صورت میں ظاہر افرق  
معلوم ہوتا تھا کہ غرضی لوگوں کا چہرہ چوڑا اور چٹا مونگو لین وضع کا  
ہوتا ہے اور دکھئی قوم کے لوگوں کی اونچی ناک اور تمام خط و خال  
تیز اور نکا تعلق ایرین قسم کے انسانوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ مگر  
ان دو نو قوم کے شبہات کی بہ نسبت رواج و رسم میں  
زیادہ فرق تھا۔

۵۷۔ کرغزی لوگ بڑے کشادہ رویہک مزاج دوست  
اور مہمان نواز ہیں اور آپس میں بڑا سلوک رکھتے ہیں اور  
باوجود مشکل بات چیت کرنے کے کہ وہ لوگ ہماری زبان بالکل  
نہیں سمجھتے ہمارے خدنگار اور ہمارے بیان کمپ کرغزیوں کے دلی  
دوست بن گئے یہ لوگ ترک کی میٹاس زبان بولتے ہیں انا لیت  
غازی اپنے حاکم کی اطاعت اور خوشی کے لئے ہر ایک طرح کی  
اداد پہنچانے پر مستعد ہوتے ہیں برخلاف انکے دکھئی قوم کے  
لوگ بڑے بد مزاج بد صورت ہیں اور انکا سردار بھی اسی  
تھا یہ لوگ بدعت پیدا کرنے کو چالاک و جت اور کوئی نیک کام  
کرنے کو نہایت سست ہوتے ہیں انکی نسبت لاچار ہونے یہ  
سچ لیا کہ اگر ہماری واپسی کے وقت کوئی مشکل انکی بدعت سے  
پیدا ہوئی تو بہ نسبت ان پر جو نیک مائتہ میں پڑنے کے ہمارے لئے  
بہتر ہوگا کہ رجم اور مہمان نواز کرغزیوں کے سایہ میں پناہ لیتے۔

۵۸۔ کرغزی لوگوں نے مسٹر شا صاحب کو مکر اپنے ملک میں آیا ہوا دیکھ کر مبارک باد دی جس سے ہلکوبہی نہایت خوشی ہوئی اور دو تین دن تو کرغزی سردار کے خیمہ میں چاؤ پیتے اور مرنے اور ڈالتے ہی گذرے ۔

۵۹۔ کل بشر سے ایک دن کے کوچ میں ہم مقام بلکچی پہنچ گئے جو قلعہ شاہ ولہ کے نزدیک ہے اور جہان مرزا شاہی وکیل اور قاضی محمد یعقوب ہمارے استقبال کے لئے خیمہ زن تھے چند روزوں سے وریا نہایت طغیانی پر تھا جسکے عبور کرنے میں ہلکوبہی دقت ہوئی مقام بلکچی میں ہمارے پہونچنے پر وکیل نے ایک خیمہ ہمارے واسطے بیچ دیا تاکہ باقی تمام کپ کے آنے تک ہم اُس میں آرام کریں اور تھوڑی دیر بعد وہ کشمش اور خربوزہ اور روس کی مصری وغیرہ لیکر ہمارے لینے کو آیا اُس نے ہمیں علاقہ یار قند میں پہونچنے کا مبارک باد دیا اور کہا کہ اتالیق غازی تمہاری ملاقات کے شوق میں کمال بیقرار ہے چہر اُس نے یہ خبر ظاہر کی کہ میں نے کل سنا ہے کہ اتالیق غازی ، جیلنے سے اوٹرنی کی طرف مہم کرنے گیا تھا جہاں سخت ہنگامہ کا رزار گرم ہوا اور آخر کار دشمن کو مغلوب کر کے تمام ملک مابین کلڈجا اور منترجی فتح کر لیا اور اس نے طرح طرح نام شخص کو کلڈجا اور قلعہ تان کا حاکم مقرر کیا تھا اور اب وہ ایک ہزار قیدی اور خزانہ کثیر ہمراہ لئے کاشغر کو واپس چلا آتا ہے ۔ وکیل نے ہماری تسلی کی کہ اتالیق غازی کے ملک میں ہمہ جہت امن و امان ہے ۔

۶۰۔ اس خبر کو سنکر بہین بڑی تشویش ہوئی کیونکہ اگر یہ خبر سچ ہوئی تو دوسرے صاحب بہادر کو جو خبر مفید یا رقت کی گوشزد ہوئی تھی اس سے مطابق ہو گئی پھر بھی یہ یقین نہیں آتا تھا کہ ملا با جکو ہم نے لیہہ میں دیکھا تھا اتالیق غازی کی غیر حاضری سے بالکل غبر تھا۔ اور یہہ اور عجب بہ تھا کہ نہ تو تارا سنگھ نہ ہری چند جبکہ شاہ دولہ سے آئے کیا اس خبر میں تحقیقات کر کے نہ آتے لیکن یہ بھی ناممکن تھا کہ وکیل کے بیان کی صداقت دریافت کرتے کیونکہ اب تک ہکو یا رقت کا کوئی سبب نہ ملا تھا اور یہ بھی امکان سے باہر تھا کہ ہم اس خبر کی صداقت دریافت کرنے کو وہاں کئی روز بٹے رہتے کیونکہ خوراک ہکو جو کچھ وکیل ہیا کر کے دیتا تھا اُسی پر گزارن تھا اور جو نہایت دلچسپی ہوتے تھے۔ شاہ دولہ وہ مقام ہے جہاں کہ قدیم شرک کر اکورم کی جدید شرک سے ملتی ہے اور مملکت یا رقت کی سرحد ہے اس جگہ ہم نے تمام قلی اور ٹوٹو پھر وغیرہ لدراخ کے چھوٹے جنکو وکیل نے اپنے پاس سے کافی دوائی سامان رسد دیکر واپس رخصت کر دیا۔ ڈاکٹر کیلی حسب نے بھی اس جگہ ہم سے جدا ہو کر انتظام کیا اور جدید راہ چینک چھو سے بہ نظر تحقیقات ملک کے واپس گئے چونکہ مقام سنجو سے جو یا رقت کے نزدیک کا لگاؤ بھی تک ہم سات منزل پر بھی تھے اسلئے وکیل کو مقدور نہ تھا کہ ان تمام مطالب کا ایک سخت بندوبست کرے کیونکہ اُسکے پاس غلہ کا ذخیرہ گہٹا جاتا تھا اسلئے اُسے کہا کہ جہانت جلد ملن ہو ورنہ زیادہ آٹا ملک میں نکل چلو

۶۱۔ مارچ سے ہم اتالیق غازی کے ملک میں بطور مہانوں کے کوچ کر رہے

ہمارا راستہ ابھی تک کراکاش دریا کے کنارہ کنارہ تھا جبکہ ہم ایک پہاڑ  
دوبارہ عبور کر چکے تھے اور پانی کی بلندی اور طغیانی کے سبب اسکا عبور کرنا  
بھی بڑا خطرناک تھا :

۴۲۔ یامین کنارے دریا سے قلعہ شاہ دولہا میں کو گزرسے جو ایک چھوٹا سا  
اجالہ پتھر ونگا چند سال سے بنا ہوا تھا اور کشمیر کے سپاہی اُس میں رہتے تھے  
مگر اب بالکل متروک تھارت کو ہم پہاڑی ندی کے کنارہ پہرے جسکو سوا  
صبح کے وقت کے اور وقت میں عبور کرنا ناممکن تھا کیونکہ برف اسقدر گھلتی  
تھی کہ دریا بانسوں بند ہونا تھا یہ گھاٹی بڑی وحشت ناک ہے نا ہمارے  
پہاڑی ٹیلے اور انکی بلندی سے خواہ مخواہ نظر خوف کھاتی ہے ہمارا راستہ  
تو گہرا سو گائیر عافیت ختم ہو گیا اگرچہ مشکلات سخت پیش آئیں بسبب اسکے کہ  
ندی نہایت تیز و تند روان تھی اور دریا کی نہ تمام پہاڑی تھی۔ یہاں پہرے دار قند  
عورتوں نے خود کو بڑا ہوشیار اور چابک سوار ظاہر کیا :

۴۳۔ اُس روز دوسرے دن کے سفر میں ہم چند یار قندی سوداگروں سے  
ملے انہوں نے بھی تالیق غازی کی نسبت وہی داستان بیان کی جو دکیل نے  
سنائی تھی مگر پیچھے سے ہم کو ایک پنجابی سوداگر ملاح کی زبانی معلوم ہوا کہ یار قند  
کا حال بالکل وہی تھا جو مرزا شادی نے کھا کوا سٹے کہ اگرچہ کاشغر اور  
یار قند میں سب طرح چین چان امن امان تھا مگر لیگان ہوتا تھا کہ تالیق غازی  
ابھی تک جنگاہ میں ہے۔ جو سوداگر ہندوستان کو آتے تھے اونکو ہمارے  
شاہ دولہا میں بیونچے کی خبر ظاہر ہوتی تھی یار قند سے روانہ ہونے کی اجازت  
نہ دے گئی تھی اور سخت احکام جاری ہو گئے تھے کہ کوئی غیر یار قند کی باہر  
نہ جانے پاوے جسکو سکریم اپنا سفر موقوف کر دیں :

۴۴ - مزار ابو بکر مین دریا سر کر اکا سٹ کر گہائی ستر کلکر ہم ایک دن کے کوچ مین  
ایک بلند پہاڑ جی شکا اندین کوچ کرتے رہے اور گذر گرم کو طے کیا جو سمند  
کی سطح سے ۱۶۴۱۰ فٹ بلند تھی چڑھائی سخت اور دشوار گذار تھی اور  
بسواری خچر دن کے سفر طے ہوا جو ٹی پر پہونچکر جھکوا سید تھی کہ تمام نظار  
سیدانہا سر بار قند کا سکھوہان حاصل ہو گا لیکن ہوا میں اور سوقت اب  
گوہر ہوا ہوا تھا کہ کچھ نہ دکھائی دیتا تھا اور بعد ازاں دیکھا کہ چار کوچ تک  
کوئی علامت سیدان کی نہیں ظاہر ہوتی اور ترائی شمالی طرف کو نا ہموار  
اور دشوار تھی راستہ میں چوٹی چوٹی پہاڑی ٹیلے جاہل تھی اور سب داگر  
اسٹار کو ایسا جانتے ہیں کہ خچر اور گھوڑے شتر وغیرہ لے کر ہوئی اور سین ستر  
گذر سکتے اسلئے سوداگر بیچاری کر غریبون کے بس میں پڑتے ہیں جو اپنی خچر  
کرایہ پر دیکر مال واسباب اس گذر گاہ سے نکال دیتے ہیں اور اسطرح ایک  
بڑی عمدہ صورت معاش کرکھتی ہیں اذکانخ کرایہ ایک یا دو روپیہ فی مزل  
فی سفر مقرر ہوا اور بیواری یا تو سہولیت کو تاکتے ہیں یا ان ادارہ بیواریوں  
کے طمع کے جال میں پھنستے ہیں۔

۴۵ - اس پہاڑ کی چوٹی سے دو گھنٹہ میں اوتر کر ہم کچک یلاق میں آئے  
جس نام کے منے کر غریبون کے گرمے کے بود و باش ہر بہان مینوال  
ہی بار پور وٹ یا کوئی معائنہ کئے یعنی وہ سفید گول خیمہ جو ان لوگوں  
کے گہر ہوتے ہیں یہ خیمہ بنجری کے جال کے طور پر بنا ہوا ہوتا ہے اور اسکے گرد  
کپڑا مذہ دیتی میں چوٹی اونکی مثل گنبد کے گول ہوتی ہے اور عین وسط میں ایک  
بڑا روشن دان نکلا ہوا ہوتا ہے جس میں دھواں باہر جاتا ہے اور روشنی اند  
آتی ہے دروازہ صرف ایک بہت چوٹا اور خیمہ میں رکھتی ہیں بانس اور



رستیوں کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی اور پنجرہ کی مانند ایسا جال بنا ہوا ہوتا  
 ہے کہ اوسکو باسانی نہ کر کے جہاں چاہیں وہاں اٹھالیا جائیں خیمہ کے اندر  
 پرانی چھتھڑن کا فرش بچھا ہوا ہوتا ہے اور ایک خیمہ میں سینچا اندر جہانگ  
 کر دیکھا تو ایک پردہ پڑا ہوا تھا اوس پردہ کے اندر عورتیں رہتی ہیں باقی  
 جگہ لڑکے مرد تھپڑ گتے اور کوئی شخص جو الا و آتشین کے گرد آکر بیٹھا ہے  
 بیٹھتا ہے اور اوس الا پر ایک دیگیا چار کا ہمیشہ چڑھا رہتا ہے مقام کچل  
 میں ۲ یورٹ یعنی خیمہ مذکور موجود ہیں اور اتالیق غازی انکی بابت میں ہمیں  
 نام سکھیں مروجہ یا رند سالیانہ بطور خراج کے لیتا ہے۔ ایک میبو ۱۴۰ روپے  
 کے برابر ہوتا ہے۔

۶۶۔ بیان سکوا اور زیادہ ہندوستان کی بیوپاری ملے اور انہوں نے  
 وہی کہانی یار قند کی نسبت سنائی جو اس کوہ کے دوسری طرف سنی تھے  
 اور چونکہ اتالیق غازی کے کا شغری غیر حاضر ہونے میں کچھ شک نہ اور  
 اوسکی واپسی کی تاریخ بڑی مشتبہ تھی پہر تو مجھ اور کچھ نہ سوچی سوار اسکے کہ  
 بموجب ہدایت گورنمنٹ ہند کے عمل کروں اور اس مہم کی کارروائی اینڈ  
 موسم تک ملتوی کروں لیکن جب مرزا شادی سے مینو اپنا قصد واپسی  
 کا ظاہر کیا اوسنے کہا کہ آپ بغیر یار قند جائیں ایسا نہیں کر سکتے وہاں چلکر  
 آپ اپنا کپ پہر سفر کے قابل درست کر لیجئے پہر واپسی کا ارادہ کیجئے اور  
 البتہ مضبوط جانور بار برداری اور کافی ودانی خوراک سامان رسد بغیر  
 اوس دشت میں جو ابھی پیچھے چھوڑا ہے گزرنا ایسا مشکل تھا جیسے سمندر کو  
 بغیر جہاز و ذخیرہ خوراک کے عبور کرنا اور چونکہ مرزا شادی نے مجھو اس بات کا  
 یقین دلایا اور تجربہ سے مجھ پر بھی ایسا ہی معلوم ہوا کہ نہ تو بار برداری

نہ سامان رسد بغیر اجازت وادخواہ کے سپاہی ہو سکتی ہے اور بار قند میں  
جانبیکر سوا ہمارا بند و بست واپسی کا نہیں ہو سکتا لاچار یہ قرار پایا کہ ۵۴ فر  
اور بیان لیسر کچھ جس عرصہ میں وکیل نے وعدہ کیا کہ میں ہر ایک چیز لپیہ کو دبا  
جانے کو تمہیں ہیا کر دوں گا اوس وقت وادخواہ کے نام خطوط لکھ گئے اور مرزا  
شادی نے ایک قاصد کو خط دیکر اتالیق غازی کے پاس بھیجا۔

۵۶۔ دریا رسخو کے نیچے ہاراکوچ تمام کی طرف سبزہ زار پہاڑیوں پر ہو کر  
ہوا تمام راستہ میں دریا کا کنارہ درختان سے بھرا ہوا ہے تمام سے نیچے گھاٹی  
میں ایک نہایت تنگ درہ آتا ہے جس کے پار زمانہ سابق میں چنیوٹوں نے ایک  
کر غزیوں اور دیگر پہاڑی قضا فون کے حملہ سے حفاظت میں رہنے کو بنا کر تھے  
اس کے نیچے دریا نہایت عمیق تھا گہوڑے اوس میں عبور نہیں کر سکتے تھے اس لئے  
ہم ایک اور راستہ سے چچو گزرے ہو کر چکر کھاتے ہوئے روانہ ہوئے گزرے چچو  
سمندر کے سطح سے گیارہ ہزار فٹ بلند ہے اور وہاں سے اور پالک ندی پر پہنچے  
ان گھاٹیوں میں تیر بٹر وغیرہ شکار کے جانور بکثرت تھے نہایت خوش  
دکھلائی دیتے تھے جہاں بہ جانور چھٹ کے جھنڈ گزرے چچو پر چھپا کر رہے  
تھے چچو نام گزرے ہم نے کچھ شکار بھی کئے وہاں گردہ گردہ ایک قسم کے  
چو پاؤں کے دیکھے جو بکری کی صورت تھے اور گور خربہ تھے چاروں راستہ  
سے بہت نزدیک یہ سب چرتے تھے مگر ہلکو دیکھ کر خون نہیں کھاتے تھے۔  
۵۸۔ پہاڑ تمام برہنہ اور خاک و غبار سے بڑھے تھے اور ہوائے گرد و غبار  
اوپر کر سطح ان پہاڑوں کی بالکل سفید پو تنی مٹی کی مانند کر دی تھی لیکن  
چونکہ ان قطعات میں کبھی بارش نہیں ہوتی اس لئے مسافروں کے قدموں سے  
خاک اوٹھ آتی ہے اور ہوا میں اسی بادل غبار کے اوٹھتی ہیں کہ کہیں

اور دیکھتے ہیں نہیں آئی دریا حیر پا لک کے کنارے بہت خوبصورت سبزہ اوجھا  
ہوا تھا جھاڑیاں سرسبز نظر آتی تھیں جن کو دیکھ کر طبیعت کو فرحت ہوئی یہاں  
چارہ نظرت چینی زرد رنگت کا گلاب شگفتہ تھا۔

۴۴۔ اس کہا ٹی کے ایک خوشنما مقام میں بانتظار جواب داد خواہ ہم صبر  
تک ٹھہرے رہے یہاں ہمیں ایسا ہی سہم دسترخوان کی ادا کرنی پڑی جو تاسم اخوند  
بیگی رئیس قصبہ زنجیا کا جو گونا اور نققن کے باہر ۲۰ میل کے فاصلہ پر شرک  
پر واقع ہے چار سو کمپ میں میوہ جات لیکر ہماری ملاقات کو آیا ہم نے  
جیمہ کے دروازہ تک اسکا استقبال کیا اور پھر جیمہ کے اندر زمین پر فرش کے  
اوپر ایک زانو بیٹھ کئے پھر چار سو سا منی ایک دسترخوان بچھا یا گیا اور  
بادام کشش ناکہ اکہروٹ انجیر سیب اور پکٹی ہوئی مٹھائی اور سپر بھی  
گئی اور تھوڑی سی بسکٹ بھی منگا کر موجود کئے غرض چب دسترخوان بخوبی  
آراستہ ہو گیا تو دو ٹانگہ دستور ہو کہ مہمان اول ایک لقمہ روٹی یا بسکٹ  
کا نوڑتا ہے اور پھر اپنے ہمراہیوں اور جہان نواز کو بھی اوس دعوت  
میں شامل کرنا ہی پھر سبز چادکا ایک پیالہ پین کیا جاتا ہے جبین کہا نڈیا ڈو  
بالکل نہیں ملا ہوتا اور جو اصلی یار قند ہی یا اندی جانی ہوتے ہیں وہ سیکر  
پیالے پی جاتے ہیں جہان نواز کے جانب سے گفتگو شروع ہونا منع ہی تھوڑے  
عرصہ بعد میوہ جات اڈھائے جاتے ہیں اور جو فضلہ روٹی وغیرہ کا گر پڑتا ہے  
اوسکو باحتیاط تمام اڈھاکر دسترخوان پر رکھ دیتی ہیں اور دسترخوان ہٹالیا  
جاتا ہے پھر سب اپنی اپنے دائرہ کی کیچ کر اٹھ کر اٹھ اکبر اڈھاتے ہیں جب سب  
باتین چارے جیمہ میں ادا ہو چکے ہیں جہان نواز کا ایک اڈھہ کر چلا ننگ مار  
جیمہ سے باہر جا کھڑا ہوا اسکا سبب مجھ سے یہ بیان کیا کہ جہان نواز اس خیال سے

کہ میری بہان کو ادھتہ کر تعظیم دینی کی تکلیف نہ ادا ہونی پڑے وہ بجلدی تمام باہر ادھتہ جاتا ہے۔

۵۰۔ مرزا شاہی ہمارے قیام سے بہت ڈر رہتا تھا مگر مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ تاوقتیکہ کوئی معتبر خبر یا رفتہ کی آواز نہ آئے ہم آگے بڑھیں یہ غلطی ہو کہ یا تو مرزا شاہی کو اتنا یقین غازی کے کچھ مقام کی نسبت کیسے فریاد غلط خبر پہنچائی یا وہ جان بوجہ کر سبکو فریب دیا چاہتا تھا اسلئے میں بغیر معتبر خبر پانے کے آگے نہ بڑھ سکتا تھا قاضی محمد یعقوب بہان ہمارے کپ سید جہاں کر بار قند کو سدھار دے وہ ایک بڑا خلیق اور خوش باسن دوست اور ہمراہی تھا اسکی سہارا سے سبکو فائدہ پہنچتا تھا اسکی نزدیک رشتہ دار ہی اتنا یقین غازی سے اسکا ظاہر اربع و داب اور اسکی ہوشیاری اور تجربہ سب باتوں سے اسکی نصیحت تیز مزاج وکیل پر غالب آجاتے تھے جو ہمارے ہی ہم کے واسطے بڑی فائدہ کی بات تھی مرزا شاہی ہی اس امید میں کہ میرے چلے جانے سے پہلے ہی آگے بڑھیں گے یا رفتہ کی طرف روانہ ہوا مگر میں عزم با بھروسہ پر مستقل رہا آخر کار ۱۰ اگست کو دادخواہ کا ایک خط آیا کہ اتنا یقین غازی نے اس ملک کو جسکو فتح کرنے گیا تھا مغلوب کر لیا اور امید ہے کہ جلد دارالکتاب کو واپس آدینگا اور بعد ازاں تلک واپس پہنچے خبر بھی پہنچتی کہ ہمارے استقبال کے واسطے ہر ایک شہر کی طباطبائی ہو گئی ہے اور ایک بڑا ذمی رتبہ امیر ہمارے استقبال کے واسطے سنبھال رہا ہے۔

۶۱۔ اتنا یقین غازی کے کاشغریں جلد واپسی کی نسبت مجھے بڑا شبہ تھا کہ آیا دادخواہ کا لکھنا بیچ ہے یا جوڑا اور چونکہ مجھے ہدایت سخت تھی اسلئے ماسوائے اسوقت کے جو سالانہ رسد ہمارے واپسی کا مہیا کر نیکی واسطے مقرر ہوا تھا

میں ایک دن زیادہ یا تھوڑا ہنسنے نہ ہو گا اقرار کر سکتا تھا لیکن پار فند  
میں سب طرح امن و امان معلوم ہوئی اور وہاں جانے کے بھی ضرورت صحیح تھی  
تاکہ ہماری واپسی کا واسطی کافی سامان ہتھیار ہو جاوے لاچار مینو داد خواہ کی  
ضروری دعوت کو قبول کیا اور پار فند کو روانہ ہوا۔

۳۷۔ سنجو۔ سہ۔ ۱۔ میل کے فاصلہ پر مقام کزل سنگ میں ہم ایک بڑی خوشنما  
مزرعہ اور درختان اور سبزہ زار میں پہونچے پہونچے ایک چھوٹا سا قطعہ زمین  
ریض و طویل ویران میدان میں تھا یہاں گہائی اور پالک کو چھوڑ کر ایک گیتا  
پھاڑ کو ملے گیا اور پار فند کھجیران میں جا کر اترے سنجو سبیل چکرنا کر  
خواجہ زید باشی سے ہماری ملاقات ہوئی پہونچے ایک جنگلی افسر تھا اور داد خواہ کی  
ماری جہاندار کی کیواسطی پہونچا تھا۔ تاسن خواجہ ایک تاجک ہو اور فارسی زبان  
بھی زور دیکر بولتا ہو پہونچے شخص ایک آزاد خوش رو خوش وضع آدمی ہے اور  
نند تو فند یون کے اپنی تکیں آپ کو اندجانی افسر کہلانا پسند کرتا تھا خلیق اور خوش  
من ہے زیادہ تہادہ ایک بڑی خوبصورت سیاہ اندجانی گھوڑے پر سوار تھا  
ورکھی سوار بھی اوسکے مسلح تھے مسلح بندوق ملے ہوئے تھے دو پہر بعد تھوڑی دیر  
بن ہم اوس دشت سے ایک زرخیز سبزہ زار درہ میں پہونچے جسکے کنارہ کنارہ  
بت سی جھونپڑی باغ اور گچ بنے ہوئے تھے اس آبادی کو سنجو بولتی ہیں  
بن گندم مٹا سن اور ہندوستانی غلہ کی کہیت بھی دیکھو میں آئی بھارت  
غات کا نظارہ کیا جنمیں سب ناشپاتی انگور انجیر آڑو لکٹ وغیرہ استار  
رخت لہی ہوئی جھوم جھوم کر زمین کی طرف مائل تھے پہر ہم یکایک مزرعہ  
پہر ہم کے مقابل جا دار دھوئو جو ایک مٹی کے چوڑے پر ایک سبزہ زار کے سامنے  
سب تھا اوس سبزہ زار میں نہرین پانیکی روان تھیں ابھی سبز قطعہ زمین کو

سائینہ کر کے اور بلند درختوں کا سایہ دیکھ کر سکوا اپنی انگریزی گانوں کی یاد  
آئی اور چونکہ بھٹوں سے پیار جنگل میاں اور ویرانوں میں آوارہ تھے  
اوس قطعہ کو دیکھ کر طبیعت کو نہایت فرحت ہوئی۔

۳۴۔ مرزا شادی نے ہمیں ایک خیمہ میں جس میں ختن کے قالین اور شہر نجی  
بچھی ہوئی تھیں اونار معمولی دسترخوان بچھا یا گیا جس پر اقسام اقسام کے  
میوہ جات چنے گئے جب ہم ناشتہ کے طور پر اون میوہ جات میں سے کبھی  
کھا چکے تو پھر گوشت اور کورسے کی رکابیاں بکا ایک آبی شروع ہوئیں۔  
جنگو دیکھ کر ہم نہایت متعجب ہوئے اور اس کا سبب ہم سے یہ بیان کیا گیا کہ ہم  
انہ جاتی ہم سے کہ اعلیٰ میوہ جات اور شیرینی پیر گوشت اور پھر شوربا مہان  
کہلاتے ہیں میوہ جات کو بعد ہمارے سامنے قیمہ کو فتنہ نہایت مستحق اور فتنہ  
کا بنا یا ہوا اور بعد ازاں آسن ہمارے سامنے دسترخوان پر لایا گیا جو گا جریا نول  
اور گوشت کا بنا یا ہوا تھا۔ ہمارے سامنے ایک لڑکا چار کا پیالہ دھتور میں لکڑی  
تھا جس میں سے وہ مہانوں کو چھوٹے چھوٹے پیالوں میں کم رنگ سبز چائے بہر بہر  
دیتا جاتا تھا۔ بارقند میں مہان کا کھانا انگریزی کے مطابق ہوتا ہے اور انگریز

اوس پسند ہی کر لیں ہر ایک چیز تیار و چھی خانہ شجہ - سولشیر ویمپر کا صاحب نے اپنی دلچسپ  
میں صاف دیا کہ رہتی ہو باورچی صاف کتاب سفر نامہ وسط ایشیا میں اس رکاب کا  
عمدہ پوشاک پہنتی ہیں اور خالص رنگینوں کو بیان کیا اور دیگر بہت سے طریق خورد و نوش  
زیادہ صاف رکھتی ہیں کہانے کو بہت عمدہ گہی سے بکاتے ہیں اور اقسام اقسام  
کے کھانے بناتے ہیں جو الا یا ر قند ہی نام کھانے سے کہ لندن میں مشہور و معروف  
سبقت لیجاتے ہیں۔

۳۵۔ بموجب رسم و رواج ملک کے ہمتی قاسم اخوند اور رضا بیگ کو خلعت  
۳۶۔ بموجب رسم و رواج ملک کے ہمتی قاسم اخوند اور رضا بیگ کو خلعت

بہہ دونو بیاتنگ ہمارے تو اضع و تکریم پر مقرر تھے ایک خلعت تاش خواجہ کو بھی  
 دیا جو اس عہدہ مہانداری کو آئندہ انجام دینے والا تھا تاش خواجہ چونکہ ذی  
 رتبہ شخص تھا اسلئے اوسکی واسطی میں ایک سبز پوشاک بنائی تھی جو یار قند ہی جو  
 کی مانند تھی قاسم آخوند کو ایک پسید شال دی گئی تھی اور رضا بیگ کو ایک تیر  
 دستار منتخب کی گئی تھی لیکن جب میں اونہیں بہہ خلعت دینے لگا تو تاش خواجہ  
 نے اوسکی لینے میں بڑی دیر تک اصرار کیا مگر بہہ اصرار اصلی نہ تھا بلکہ ایسا اصرار  
 کہ نیکی یار قند میں رسم ہے اور سر شا صاحب نے مجھ کو مطلع کیا کہ میں دیکھا ہوں کہ  
 ایک آدمی اس طرح ایک گھنٹہ سے زیادہ اصرار کرتا رہا اور اس امر سے نتیجہ خر  
 بہہ ہوتا ہو کہ وہ لے لیتی ہیں اور بعد ازاں مجھ کو پہنچا بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی افسر  
 کو خالی ہاتھ دالین پہنچا جاوے تو وہی نہایت ناخوش ہوتے ہیں ایک موقع پر  
 جبکہ اسباب تمام آگے چلا گیا تھا میری پاس کوئی پوشاک بخشنے کے واسطی نہ تھی  
 اوسوقت مرزا شاد دی نے اپنی ایک شاک ستعار بھیج دی اور کہا کہ یہ پوشاک دیجو  
 تاکہ رسم ٹوٹ نہ پادوسی۔

۵۷۔ شام کو ہمیں یار قند ہی دہقانوں کی سپیڈ دیکھی یعنی تمام گرد نواح کو گنوار  
 لوگ دیہاتی کپڑے مویشی پرند و آبی و ہوائی اوس سبزہ زار میں فروخت کیو واسطی  
 لائی پہر سب بڑے ہوڈ ہوڈ اڑ رہی والے سب اکٹھے ہو کر زمین پر بیٹھے شاید کہ ہمارے  
 آنے کی نسبت باتیں کرتے تھے یا مویشی جو فروخت کیو واسطی آ رہے تھے انکی نسبت  
 سباحہ کیا۔ بعد ازاں اوس پہر میں ایک سرکاری افسر مل گیا اوسکو ادب کے ساتھ  
 سب سے سلام کیا لیکن اونکی طریق اور وضع میں مرا سر آزا دی ٹپکتی تھی اور  
 ہندوستانیوں کی سی کائین کائین چائین چائین نہ تھی جسکو دیکھ کر سچا نہ تھی  
 خوش ہوئی ہمارے مہمان نواز اور قریب تمام افسر سلطنت انا لبق غازی کے

ملک سونا واقف ہیں اور تھوڑے عرصہ سے ہی غالباً تو قندسی آئی ہیں اور سنیو دیکھا  
کہ دمی اکثر مقامات اور گانو کے ناسون سونا واقف محض ہیں لیکن چونکہ سب ایک  
ہی مذہب کے ہیں اسلئے مفتوح اور قناب سب ملکر اتفاق اور دوستی کے ساتھ رہتے  
ہیں دمی سب اکٹھے ملکر کھاتے پیتے ہیں اور انگریزوں کی ہمراہ بھی۔ اور جیسا ہمارے  
اور سندوستان کی لوگوں کے مابین تفرقہ ہوا اسے اسکا طریقہ بالکل مختلف ہے۔  
۷۷۔ ۱۷۔ اگست کی صبح کو ہم سچو سی یار قند کو روانہ ہوئے ایک دو میل تک  
سڑک ویسی ہی تھی جیسی کل تھی یعنی کہیتون اور باخون میں ہو کر گذر فی تھی  
کہیں باغستان تھا کہیں سبزہ زار تھا پھر دریا کے بڑی دھار کو جسنی اس گہائی  
میں پہلے ایک بڑی ویران دشت کو ایسی شگفتہ باخون اور کہیتون میں منتقل کر دیا  
جسور کیا وہاں سے ایک ریگستان پہاڑی پر چڑھے اور وہاں سے اس عظیم دشت  
مناک دشت میں داخل ہوئے جو داسن کوہ کیون کیون سے شمالی طرف بڑی دور  
تک پہنچتا ہے اور دشت عظیم کو بے نام سے مشہور و معروف ہوا اول پانچ چھ  
میل تک سڑک چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور غاروں میں گزرتی ہے اور اسکو طے  
کر کے ہم اس عظیم ویرانہ میں داخل ہوئے اس دشت میں ادھر ادھر ہر ہند یون کے  
دھارین پہاڑ سے ٹکڑے ٹکڑے اور تھوڑے تھوڑے جھکڑے ہیں جذب ہو جاتی ہیں اونٹن کنارہ گہاڑ  
پات میوہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں کبھی کوئی دریا زور کر کے اس میدان سے گذر  
گیا ہے اور اپنی واسطی ایک بڑی گہائی پیدا کر دی ہے جیسے کچھ دیہات بس گئے ہیں  
اور زرخیز زمین اور خوبصورتی سے پہلی ہوئے کہیت ہی نظر سے گزرتے ہیں۔  
۷۸۔ یہ تمام سرسبز قطعات اس عظیم الشان بیابان میں مسافروں کی ٹہرنے  
کے واسطے بڑی آرام گاہ ہیں اور ہر کوچ میں ایک دو ایسی قطعہ ٹکڑے ملتے ہیں جہاں  
ہوئے مسافر کے واسطے جو اس میدان کی تیز دہر میں جلا ہو نا ہو سکا ایک ایسی



جگہ فرحت بخش مین پہنچ جانے سے اور کیا ہنر ہو سکتا ہے اور خونی بہہ ہی کہ ماسوا  
سایہ دار درختوں کے ہوا اور تازگی قلبی کے یار قندی لوگ مسافر کے ساتھ بڑی  
خاطر تواضع سے پیش آتے ہیں کسب دامن خبر بوزہ آڑ و انجیر لاکر کھلاتے ہیں۔

۷۸۔ ان دیہات مین گہر دیسی بنی ہوئی ہوتے ہیں جیسی مٹی کے جھونپڑی ہوتے ہیں  
شمالی مین دکھائی دیتی ہیں۔ دیوار مین دھوپ سے خشک کی ہوئی ایٹون کی بنی  
ہیں چہت چٹھی ہوتے ہیں باخون کی چار دیوار مٹی سے بناتے ہیں یا جھاڑوں  
سویاڑ باندہ دیتی ہیں جو اکثر کہیتون کے گرد بھی لگا دیتی ہیں جسوقت ہم ان  
لہیتون کے کنارہ سے گزرے تو دیکھا کہ باجرہ گیتون جو جو آرمو لی تسلیم  
کا جراور فرانسیسی پہلیان ایک ہی وقت مین پکی ہوئی تھیں۔ سال بہر مین  
فصل کا موسم صرف ایک ہے اور تمام فصلیں آبپاشی پر منحصر ہیں اور نہر کے  
لٹارون پر کیکڑیوں پیل وغیرہ کے درخت بڑی بڑی بلند ہوتے ہیں۔

۷۹۔ دیہاتی لوگوں کی پوشاک نہایت سادہ ہوتی ہے ٹوٹی سر پر بڑی  
صفائی کے کام کی یا سفید ٹوٹی جیسے بھڑکی کھال کے گوٹ لگی ہوتی ہے ہنتر  
ہیں اور ایک لمبا چونچہ جس سے دیہری صاحب کی تحریہ صداقت کو پہنچتی ہے  
کہ متوسط ایشیا کے لوگ رات کی پوشاک ہی دن بہر ہی پہنا کرتے ہیں کبھی  
بہنی سفید پوشاک پر کمر کے گرد وہ ایک پٹی یا رسی باندہ لیتی ہیں جس سے پہنے  
مالی شکل بندر کی سی معلوم دینر لگتی ہے۔ بڑی بڑی سوزی اور دستانہ چوڑے  
ماصاف اور بغیر کماٹی ہوئی کے انکی پوشاک کو مکمل کر دیتے ہیں جاڑی کے موسم  
مین زیادہ گرم پوشاک اور گہری رنگت سے رنگ دی ہوئی پہنتے ہیں مگر جس موسم  
مین ہم یار قندی مین پہنچو شام خلقت و مان کی ایسی نظر ہوتی ہے کہ گویا  
ابھی پلنگ سے سوتے ہوئے اوٹھ کر آئی ہے۔

۸۰۔ ان دیہاتیوں سے واسطے درجہ کے لوگ تماشی ملا اور سرکاری ملازم غور  
 رنگ برنگ کے جو غر عمدہ کپڑے ریشمی یا سونی کے اور اکثر مشرد کی جو ریشم اور  
 سوت ملا کر بڑا گہرا رنگ دیکر بنتی ہیں پختی میں جیسے چار سی ولایت میں دیواروں  
 پر رنگ برنگ کے نقش کئے جاتے ہیں عورتیں ایک قسم کے شبینہ گون کی مانند بون  
 پختی میں جو سفید ہوتی ہے سر پر بلند گول ٹوپی اور ہتی میں جو دوسری شکل چنیو تاج  
 کے معلوم دیتی ہے۔ بال و دھڑیوں پر منقسم ہوتے ہیں اور انکو بڑے ہتے رہتے  
 ہیں جسے خوبصورتی و چند ہوتی ہے اور یار تندی عورتیں انگریزی میموں  
 بالوں کی قطع وضع میں کی طرح کم نہیں۔ عورت یا مرد پر زیور نام کو بھی نہیں پہن  
 اور ہتیا صرف ایک بڑا جنگلی لہنا چہرا کہتی ہیں جو کمر میں لٹکتا رہتا ہے اور ہر ایک کا  
 میں لایا جاتا ہے۔

۸۱۔ بولی ان دیہاتیوں کی ترکی کہلاتی ہے اور فارسی پڑھا ہوا ان میں شاذ  
 و نادر ہوتا ہے خوش اتفاق سے چار سو قافلہ کے بہت سے لوگ خاص کر مشر شاحب  
 اس زبان کو جانتے تھے اسلئے ہمارے اسٹو آزادانہ گفتگو ہوتی تھی کسی سمجھانے  
 والے آدمی کے ضرورت نہیں ہوئی تھی تمام اعلیٰ افسر سرکار ہی فارسی بولتے تھے  
 جس زبان میں میں نے تمام اپنی گفتگو اور کام کیا۔

۸۲۔ یار تندیں جا کر آدمی بخوشی تمام ہندوستان کے بلند کوهان والی سون  
 کو پہول جاتا ہے جنگی سبائی یار تندیں گائی اور بیل انگریزی نسل کے مشابہ ہائی  
 ہیں بیلوں کو یار تندیں صرف بار برداری کے کام میں ہی نہیں لاتے بلکہ اون  
 سوار ہی پہی لیتے ہیں اور اس مطلب کے لئے اونکو بلغا یعنی دو لکی قدم چلانا سکھایا  
 میں بٹیرین اچھے قد کے ہوتے ہیں اونکی دُم بڑی موٹی اور چوڑی ہوتی ہے  
 جسکو وسط ایشیا میں ایک عمدہ قیمتی چیز سمجھا جاتا ہے اسواہ اور فایدوں کے

جو اونکو دم سے اڑھائیں جاتے ہیں ایک بہہ نفع اور ہے کہ اوسکی جرنی کی بنیان بناتے ہیں یا رفتہ ہی پرندہ ویسے ہی ہوتی ہیں جیسے اور جگہ دیکھنی ہیں آتی ہیں مگر بہہ زیادتی ہے کہ اونکو مالک بہت اپنی سہ دستانی بہائی بندوں کے اونکو اچھی طرح پالتے ہیں اور اسی سبب اونکا گوشت ذائقہ دار ہوتا ہے۔

۸۴۔ یار قندیون کو طبابت انگریزی کا فائدہ پہنچانے کے تردد میں ڈاکٹر <sup>سید</sup> صاحب نے گماہ کے قاضی کو جو ہمارے کسپ میں مقام کو سناک میں آیا ترغیب دی اور خناق باگردن کے پھوڑے کی بیماری جو یار قند کی خلقت پر غالب ہو اوسکا علاج بتایا اوسکی پیروی اور بھی چند شخصوں نے یار قند میں کی مگر ہماری اسید اس طبابت کو فروغ دینے کو فوراً ٹوٹ گئی سبھار اسہال ماسیضہ کی قسم کی بیماریاں کہتے ہیں کہ دمان کوئی جانتا ہی نہیں لیکن مرض چھپک بڑی ایدہ ہو سچا تاہو اٹھا کر کیا گیا اور پوٹ قلیون کے ولین جو ہمارے ساتھ تھے اس سے بڑا حل پیدا ہوا۔

۸۵۔ ٹیکالانیکلی چیز لائی نہیں گئی تھی اسلئے اونکر سیٹلا کا ٹیکا بھی نہیں لگایا جاسکتا تھا لیکن اونہیں سو ایک نے تجویز کی کہ ایک پوٹ ابھی مر گیا ہے اور اوسکی نعش ایک نزدیک کے کانوین دفن ہو اوس ٹیکالانیکا مادہ لیا جاو

۸۵۔ بمقام پوراہم داودخواہ کی حکومت میں داخل ہوئے اور بیان ہمارے زیادہ خاطر تو واضع ہوئی گرمی اندون غایت درجہ کی تھی تھرماسٹر یعنی مٹیاں ہمارے خیمہ میں جو سایہ میں نصب تھا بوقت دن ۹۰ درجہ پر اور رات کو ۷۵ درجہ پر تھا گرمی سے بچاؤ کے لئے ۲ بجے دن کو ہم پوراہم روانہ ہوئے یہ ہمارا اخیر اور جو تھا کچ اس بیابان میں کہ تھا۔ شام کو ہمارے بریئر گار ہمارے ہی نماز پرستی کو اور اونکو گھوڑوں کو میدان پر سیر کرنے کے فرصت ملگئی بعضے ایسے بدگئے کہ بکڑیاں دیتے تھے اتنے میں ہم میل در بشارک میں جانچے۔

۸۶ - بشارک ایک اور گانواں سیابان کے دامین ہے یہاں ہمیں مقام کیا۔  
 کارخالک کے بیگی نے دسترخوان لاکر ہمارے سامنے بچھایا اور بدستور مذکورہ  
 بالا اول میوجات بعد از ان شور یا کہلایا کارخالک ایک گانویہاں سورہ میل دو  
 ہر جس وقت ہمیں ایک قطعہ اسن تھریلے سیابان کا طو کیا پوسا منی ہمارے ایک بڑے طویل  
 اور شیبہ ارمات نظر سے گزری جسکی چاندی طرف پہلدار عام درخت لگی ہوئی تھی  
 جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قلعہ چینیوں کا بنایا ہوا تھا اور بعد  
 از کمی استخراج کے برباد ہوتا جاتا تھا۔ وہ دیوہ پ سے خشک کی ہوئی ایٹون کا بنا ہوا  
 ہر توپ چڑھانے اور بند و قون کے مار نیکی جگہ اوسین بنی ہوئی مین اور ہر گوشہ پر  
 ایک مربع برج بنا ہوا ہوا و سکی جینہ صورت پنجاب کے جیلانی کی منی تھی یہاں سے گز  
 کر ہم کارخالک مین داخل ہوئے اور قصبہ کے بازار مین ہو کر ہمارا راستہ تھا یہ  
 بازار قریب - ۱۵ - فٹ کے چوڑا تھا اور بہت جگہ سے پٹا ہوا تھا گھر و کچھتوں پر  
 جو بازار کے کنارہ پر تھے چھوٹے چھوٹے باغیچے گلاب بلسام وغیرہ پہلوئے شگفتہ تھے  
 نان بائی اور قصابی و تنباکو فروشن و کنجڑوں کی دوکانیں ہی اوسے بازار  
 مین تھیں باقی تمام دوکانیں اوس وقت بند تھیں اور باشندوں نے اپنی ملک  
 مین اول ہی انگریز ہی افغان آئی ہوئی کے دیکھ کر کوٹاہا تعطیل منائی ہوئی  
 تھی ہمارے بائین طرف قصبہ کے وسط مین ہمیں ایک کالج کا دروازہ اور اوس  
 سوزہ آگے سکول کا دروازہ دیکھا بازار کے اخیر مین ہاں شیان گڑھی ہوئی  
 تھیں چیر ایک بار مین دو مجرم پھانسی دیئے جاسکتے تھے یہاں سے کی سزا صرف  
 چورون کیواسطے رکھی گئی ہے اور ملکی یا بادشاہی مجرم کا کھانا کاٹا  
 جاتا ہے۔

۸۷ - یہاں سے دوں کو چھوڑ کر ہم دائین طرف کو لوٹے اور ایک گلے مین گھر پہنچے

عام درخت پہلے پہولے ہوئے تھے اور ایک بلخ بنا ہوا تھا جہاں ہر ایک چیز اور سامان ہمارے قیام کے واسطے مہیا تھا ایک بڑا وسیع مٹی کا چوڑا جسکے ہر چار طرف فروٹ کی درخت بڑی درازا و عالیشان لگی ہوئی تھیں اور چوڑے پر شہر نجیان اور قالین ختن سجی ہوئی تھیں اور ایک گوشہ پر ۳۰ کرسیاں لگائی ہوئیں دروازے کی ایک جھڑی قالین فارس پڑا ہوا تھا کہ گریٹ یا رفتندہ کی مہربان کی گری کے عجائب نمونے تھے اور یہاں پہلے ہی اول اور سلک میں بنائی گئی تھیں معمولی دسترخواں بچھا یا گیا اور شام قصبہ کار غالک کی خلقت ہمارے دیکھنے کو آئی کہ یورپین کس طرح کہاتے پیٹتے ہیں۔

۸۸۔ کار غالک سے یارفتند تک ۳۵ میل کے فاصلہ میں ایک جدی مہربان ملک سمیٹھی گیا۔ سجاسو خیل سیابان اور دشت دشوار گزار کے اور ریگستان پہاڑوں کے جنہر چھلی چاندنی تھیں کچھ کیا تھا مہربان تھیں بڑی زرخیز آبادی اور درخت کے درمیان پایا اور اچھی سڑکوں پر راہ طر کی جنکے دورویہ سایہ دار درخت جھولتے تھے۔

۸۹۔ چراگا ہوں میں طرح طرح کے گھاس اور پھول تھوٹو نشوونما نشیب و زمینوں پر سبزہ گنگا لہا ہار ہا ہر طرف درخت پاس پاس گنجان ہر سے ہر سے شفاف اور صاف پانی کی ندیاں جنکی دھاریں مار بچان کی مانند بل کھاتی ہوئی اور بڑی خوبصورت تعمیر کی ہوئی مہربان روان یہ سب سامان مہیا یکہ کر اپنے شایستہ ملک انگلستان کے یاد آئے۔ کہیت ہی میدانوں میں ننگ بزرگ نئے ڈھنگ کے سرسبز ہر سو مویشی چرتے ہوئے جنکا نظارہ کر کے ریز خود بخود زبان تعریف کھولی گروہ در گروہ ہیر میں خوبصورت چرتی ہوئی غنید ان او کی بدن پر چمکتی ہوئی اور نازہ مو پالتو جانوروں کے خوش نمائی

کو دو چنہ کرتے تھے۔

۹۔ ضن سہ یار قند کو جو سڑک جاتی ہے اوسکی زمین کنارہ پر شہر کا رخا لک  
واقع ہے سڑک کے کنارہ پر میل کے پندرہ لگے ہوئے ہیں اور زیادہ صحت کے واسطے  
پانچ پانچ میل بہ ایک ایک سوچ میل بنا یا ہوا ہے اور بخط استعلیق خوشخو فارسی  
حروف میں میلون کا فاصلہ لکھا ہوا ہے نہروں اور دریاؤں پر لکڑی کی سٹیکز  
اور مضبوط بل بندہ ہوئے ہیں اور عمیق ولد لے زمین میں سڑک بلند کرنے  
میں فن انجینیری بھی خوب ظاہر کیا گیا ہے غرض ہر طرف قوی اور شایستہ  
فرمانروائی کے آثار نمایاں ہیں نہروں اور سڑکوں پر توجہ خاطر خواہ کیجاتی ہے  
اگر اس قطعہ ملک کے روسو ہم و مانکے فرمانروا کے فرمانروائی کی نسبت خیال  
کریں تو یہی خیال دلکو ہوتا ہے کہ ملک یا قند نہایت سرسبز شاداب و آباد ہے  
گہرا گرچہ سبھی یاد ہو پمیں خشک کئی ہوئے اینٹوں کی تعمیر ہوئے ہیں مگر بڑے خوبصورت  
سنگین و تیار دکھائی دیتی ہیں اور مسجدیں سڑی اور دہرم سالہ وغیرہ مصفاؤ  
پاک کئے جاتے ہیں شریف اقوام میں مکانات زیادہ صاف رہتی ہیں عام دھڑوں  
کی قطار نہروں اور زالوں کے کنارہ لگا کر جاتی ہیں اور تمام بڑی بڑی گلیوں  
میں ہی درخت قطار در قطار سرسبز بہت خوش نما معلوم دیتی ہیں غرض زمین کے  
سطح پر سبز اور زرد رنگ تمام پھیلا ہوا تھا بموجب فصلوں کے کہ کہیں یک کرتبار  
ہو گئے تھیں کہیں اچھے سرسبز لہلہاتی تھیں مگر وہی نہیں اور کہیں شہر  
ابھی نشوونما ہی ہوئی تھی روئی کا پودہ بکثرت دیکھنے میں آیا اسکا پودہ اگرچہ  
چھوٹا ہوتا ہے مگر اوس پر پل بہت لگتا ہے اور شمالی ہندوستان سے زیادہ پیدائش  
ہوتے ہیں سبھی تیل کے لئے بویا جاتا ہے لیکن اوسکا پودہ چھوٹا ہونیکے سبب  
اوسکے ریشوں سے بہت عمدہ پیدا نہیں ہو سکتا گندم اعلیٰ قسم کی پیدا ہوتی ہیں

اور خاص کر یار قند کو سفید خوبصورت روئی مشہور و معروف ہے جو باجوہ  
 اور ہر قسم کی ترکاریاں بافراط ہوتی ہیں مگر ہنسی دیکھا کہ غلہ بیان کا بڑا کس  
 ہوتا ہے چنانچہ پٹکنا گویا کوئی جانتا ہی نہیں اور شاید نلائی ہی نہیں کرتے  
 کہ ناقص گھاس سبزہ وغیرہ اکثر عمدہ فصل کو خراب کر دیتا ہے۔

۹۱۔ دن نکلنے سے ذرہ پشتر ہم کار غالک سیر روانہ ہو کر سجدہ سی تمام بل  
 کچ کرتے ہوئے دریا ترنات پر پہونچ جکا پانی پاب تہا اور ہم باسا  
 عبور کر گئے۔ وہاں شورہ میل چل کر ایک گانویک شینہ بازار نام آیا و تسمیہ  
 اوسکے نام کی بہم ہے کہ وہاں ایک منڈی ہر ہفتہ لگا کرتی ہے اور چونکہ اتفاقاً  
 ہم عین منڈی لگنے کے موقع اور دن پر پہونچ کر یار قند سی بازار کا بھی عجیب  
 غریب تماشا دیکھا قصبہ مذکور سی ایک میل آ کر وہاں کے اعلیٰ زمیندار و ساج  
 ہمارے پیشوائی کی اور بہ ضد ہکو مہانی کہلانے کے واسطی لیکئے اور پھر  
 صبح خوب شور با گوشت اور میوہ جات وغیرہ درجہ بدرجہ حسب معمول کیا  
 وہاں سی اوسی روز پشنگام کی طرف روانہ ہوئے اور اوسی جگہ پہونچ کر مقام  
 کیا۔ راستہ میں دیہاتی عورات اور مرد منڈی کو جاتے ہوئے بکثرت ملے  
 گدھے پر گدھے خر بوزون سولہ سی ہوئے راستہ میں گزرتے تھے جانور ہی طرح  
 طرح کے جاتے تھے اور پیٹرون کر گرو مکے گردہ گلابے رخسار مکر سیلے پھیلے  
 پوشاک ہنسی ہوئے لڑکے ہکا ئے جاتے تھے ہر کچھ موجی ہی ملے جو اوس  
 ملک کی پاپوش اور بوٹ ہمارے پاس فروخت کو لائے ہمارے کمپ کے  
 ایک ہندوستانی نے سودا کرنا شروع کیا مگر شتری اور بلینے ایک دوسرے کے  
 زبان سی واقف نہ تھے صرف انگلیوں کی اشار سی سی آرائے اور سہ ہوتے  
 رہے مگر سودا نہ بنا۔ پھر ایک شخص ایک خوبصورت چالاک گوٹ پر سوار

دس بارہ گوٹ کو آگے بھاتا ہوا منڈی میں فروخت کروا سطر لئے جاتا تھا  
 بعد اوسکو دوین گدہ پر غیر ملک کے چمڑے سے لدی ہوئی گدہ سی۔ اسکے بعد  
 ایک جھنڈ گنوارون کا خوشی میں سب بسیمیں چیل منی ٹھہا کرتے دل بہلاتے  
 ہمارے قافلے کے نزدیک آنے سب گھوڑوں پر سوار تھے ہمارے نزدیک پہنچنے پر  
 گھوڑوں سے اوڑ گھڑی ہوئی اور بڑا ادب و تعظیم بجالائی۔ اوٹکر سلام  
 اور پھر ادب و تعظیم گھوڑوں سے اوڑ کر دینا جو شرفی مالک میں اپنی سوا علی  
 انسر اور بزرگوں کو دینے کا رواج عام ہے ظاہر ہمارے ہجانہ مارے ماش خوچہ  
 واسطو تھا اگرچہ ہمارے والوں نے پراہنوں نے ہمارا بھی ایسا ادب و تعظیم کیا  
 انکی بعد تین فقیر راستہ میں ملے جنہوں نے ہمارے سامنے سجدہ کیا اور پھر اٹھ کر  
 دلاڑی پر ہاتھ پیر کر حق اللہ وغیرہ کلمہ کہو اور کچھ پسیا وغیرہ خیرات کے  
 خوانان ہوئے ہم سجدہ اور کھانا شاید اسی مطلب سے تھا بموجب ملک کے اور پیا  
 کہ ہمیں دیکھا اپنی خاوندوں کی اطاعت کیواسطو تمام عورتیں اپنی خاوندوں  
 کے ساتھ ہمارے گزرنے کے وقت سڑک سے دور چلی گئیں تاکہ کوئی انکو نہ دیکھیں  
 مگر اپنی خاوندوں کی خوشی کر کے کن آتھیں ہمارے طرف ہی جہانک چہانک  
 کر دیکھا کہ غیر ملک کے لوگوں کو بھی دیکھ لین غرض اتنے آہستہ آہستہ عجائبات  
 دیکھتی ہوئی ہم ہنگام میں پہنچے جو بارقہ سے اخیر کوچ کی جگہ ہے۔

۴۴۔ بیان ہم سرائے میں ٹھہری ہمارے قیام کیواسطو علیحدہ کمرے اول سے آخر  
 کر رہے تھے ایک بڑا صحن تھا اور اسکے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے کمرے تھے  
 اوس سرائے کے نزدیک ایک باغ بھی تھا جس میں ٹیٹوں پر انگوڑے سفید اور ہلکے  
 ذائقہ دار کے کچھ لٹکے تھے۔ شام کیوقت ایک قاصد یا محرم باشتی دادخواہ کے  
 پاس سے ہمارے واسطو شاک لگا آنا اور اسنے کہہ مارکہ جسہ قد۔ آ۔ مار۔ تو۔ ہن۔



داخل ہون تو یہ پوشاک یار قند ہی پہن کر آوین اور میری اس درخواست کو منظور فرما کر مجھے سر بلند کچھو ان پوشاکوں میں اندرونی طرف بدن پر پہننے کے کپڑے عام عمدہ چھین کر تھے اور ان کو اوپر کیواسطی ایک گون چین کے ریشم کی بنی ہوئی تھے پاجامہ ریشمی اور سوتی اور ایک جوڑہ سیاہ لمبی بوٹ کا بھی ہمراہ تھا سب سے اوپر پہننے کیواسطی ایک بڑا چوخہ جسکی آستینیں یار قند ہی ریشم کی تھیں نگ میں نہایت تعالیٰ شان تھا مسلمانوں پوشاک پہننے کو معاملہ کی نسبت ہمیں پسمین مشورہ کیا ابھی قومی پوشاک نہ چھوڑنے کی دلیل نہایت غالب تھی لیکن یار قند ہی کی عنایت سے وہ معاملہ رفع دفع ہو گیا یعنی چونکہ اوسنو بغیر پونت کو بنانا تھا اسلئے صرف چوخہ پہن کر وہ رسم ادا کی گئی۔

۹۱ - دوسرے روز دربار کو عبور کرنے کی گھاٹ پر نہایت عمیق پا کر ہم اوسکے دائیں کنارہ روان ہوئے اور نیکی بازار میں جاوار دھوئے اوس روز اسی جگہ قیام کیا تاکہ کچھ اسباب اپنا آج کشتی میں پار ہیجڈین اور ہم دوسرے دن عبور کریں۔ نیکی بازار حکومت حال کی ترقی روز افزون کا ایک نمونہ ہے چند سال ہوئے کہ اس گردنواح کا ملک ویرانہ اور دلدل سی ہوا تھا لیکن سال گذشتہ میں دادخواہ نے اس قطعہ کو درمیان ایک نہر نکالی اور اوس دلدل کو پانی لگا کر زمین قابل زراعت کر دی کاشتکاروں کو زمین دیکر بسا یا گیا اور بڑا بازار تعمیر کیا گیا جہاں اب ہفتہ وار منڈی لگتی ہیں اسطرح یار قند میں ہر ایک من چین کو ساتھ اپنی اپنی محنت میں مشغول ہے

۹۲ - منگل کے دن ۳۰ اگست کو ہم شہر یار قند میں داخل ہوئے نیکی بازار سے ۴ بجے صبح چل کر ایک میل تک تو دربار یار قند کے کنارہ کنارہ گئے جو اوس وقت میں دربار ادا کی مانند بہانٹ رکھتا تھا مگر زیادہ تیزی کے ساتھ

تہا تین گنوار بناوٹ کی کشتیاں گھاٹ پر عبور کرانے کے واسطی موجود تھیں  
 انہیں فی کشتی ۱۲- ٹنوا ایک بار میں سب بوجہ کے چمڑہ سکتے تھے لیکن بلاخوگر  
 نادانی سے عبور کر نیچیں بڑی یر لگی جو اکثر سیدھی دھار کو ہول کر دریا میں  
 بہت دور جا کر کنارہ لگتے تھے اور کچھ دیر تک ہم کنارہ پر بیٹھ رہے آخر کار  
 عبور کر نیکی باری ہی آئی اس عرصہ میں ہم وہاں اخبار اور سیوت کی آبی  
 ہوئی بڑھتی رہی پہلے اول ہی ڈاک نہیں جو انگلستان سے یار قند کو گئی اور  
 تمام باتوں کا بغیر فاصلہ دور و دراز دشوار گزار راستہ وغیرہ کا خیال ابھرا  
 امر بھی قابل تحریر کے کئی کوئی انگریز یار قند میں مسٹر شا صاحب اور مسٹر  
 صاحب کے سوار اور کوئی نہیں آیا غرض ہم کنارہ دریا پر بیٹھ رہے یار قند  
 ہمارے گرد گھڑی ہوئی ہم ان کی بات سن رہے تھے وہ ہماری سنتے تھے اور اجنبی  
 میل لندن و سٹریٹس رو یوسی آرٹیکل ترجمہ کر کے سمجھا رہے تھے۔  
 ۹۵۔ دریا کو عبور کر کے منصور خواجہ سرکار یعنی سپرنٹنڈنٹ یار قند سے ملے  
 ہوئے جو چند رعایاں شہر کے ہمراہ ہماری پیشوائی کی واسطی آیا تھا اور پھر  
 تو ہمارے ساتھ ایک بڑا جلوس ہو گیا غرض کہ بدرجہ خلقت کا ہجوم بڑھتا  
 لگا تھا کہ جب ہم شہر کے نزدیک پہنچے تو ہمارے ساتھ ایک سالہ کے بے ابرار  
 سوار موجود تھے۔

۹۶۔ پانچ میل تک ہمارا راستہ دریا کو دل دل کے کنارہ کنارہ اور سبزہ را  
 کے نزدیک تھا بعد ازاں ایک جگہ سڑک کے موڑ پر پہلو ہمارے چار مہینے کی محنت  
 سخت کا نتیجہ دکھائی دیا یعنی سفید براق چار دیواری شہر یار قند کو درختوں  
 میں چھپی ہوئی نظر آئی۔

۹۷۔ جب ہم نزدیک پہنچے سڑک کے دونوں طرف لانتھا خلقت تماشا کا

بڑی شوق میں لکڑی تھی اور جو وقت ہم دروازہ میں گئی تو ہجوم تماشا گیان  
 شانہ سر شانہ بیڑا تھا ہر کوہی داخل ہونا دشوار ہو رہا تھا چند اشخاص نے  
 اوٹھ کر مریزا شاہی اور تمام یار قندی افسران کو تعظیم دی باقی سب لوگ  
 یار قندی قاعدہ کو بموجب چپ چاپ بیٹھ کر ہوئی تھے یورپین مہمانوں کا  
 نظارہ بڑی تعجب کے ساتھ کر رہے تھے کشمیری چینی کا لاک تا جاک ہندوستان  
 اپنا پنجو صورت اور قطع وضع سے اس ہجوم میں تمیز ہوتی تھی اور بہت سی  
 لوگوں کو دیکھ کر ہم آپس میں کہتے تھے کہ ضرور بالضرور یہ یورپین ہو گا کیونکہ  
 اکثر اریزن نسل کے لوگوں کے شبابت یار قندیوں میں پائی جاتے تھے۔

۹۸ - وسیع باغات خربوزہ جو چار دیواری کی نزدیک لگے ہوئے تھے  
 انکی سیر کرتے ہوئے ہم شہر کے مغربی دروازہ پر پہنچے چار دیواری کے  
 کنگروں پر عورتیں نہایت خوبصورت نہ جوان تماشا دیکھ رہی تھیں مگر  
 بموجب رسم ملک کے کوئی عورت آدمیوں کی ہجوم کے نزدیک نہ آسکتی ہے  
 شہر کے گرد جو بڑی عمیق خندق تھی دروازہ کے پاس اوسکے چوٹی پیل پر  
 عسکر کے ہم دروازہ میں داخل ہوئے جہاں اس بارہ دیہاتی برائے نام چائے  
 تھے کیونکہ آٹنی سپاہ تمام انا لبق غازی کی ساتھ گئی ہوئی تھے اور انکی بیجا  
 بیہوشانی بطور سپاہیوں کی کچھ لائیں کچھ بڑی کو لہاڑی کوئی پیش قبضہ  
 حفاظت کر رہے تھے جو شاید کسی چینی عجائب خانہ سے بلائے گئے ہوئے  
 اور وہ سب ایسی معلوم دیتی تھے جیسے مقام شہر بول کے عجائب خانہ میں  
 دیکھنے میں آتے ہیں خاص بازار کے ایک حصہ میں ہمارا گزر ہوا جو ہندوستان  
 چین کیر و یا قسطنطنیہ کے بازاروں سے قطع و وضع میں کسی قدر مختلف ہے یہاں  
 مینارین اور بلند عمارتیں بازار میں بالکل نہیں ہیں تمام مکانات ایک نہ ل

کے ہیں اس بازار میں گوہم بہت جلد گزری اور اسوار اسکے ہجوم خلقت  
 بشمار تھا اسلئے اونکی حال بخوبی نہ دریافت کر سکے گلی کوچوں اور کالجوں اور  
 سکولوں کو دیکھتے ہوئے ہم شہر سے باہر نکلے اور ۵۰۰ گز کے فاصلہ پر نیگے  
 شہر کا دروازہ آیا نیگی بمعنی جدید اسلئے اس شہر کا نام نیگے رکھا گیا چینیوں  
 نے شہر بارقند کے منگو کرنے کو آباد کیا تھا ان دونو شہر کے درمیان کی راستہ  
 پر کھنڈرات اور قدیم مکانات کی موجودہ زمین چینیوں نے ناجائز خوشی سے نالتے  
 تھے اور اونکو اونکے مالکان نے بحکم اتالیق غازی منہدم کر دیا ہمارے بائیں  
 طرف تھوڑی بلندی پر ایک آدمی کا سر بانس کے اوپر لٹکتا تھا جو اپنی نشان  
 اور حکومت حال کا ڈھنگ بتاتا تھا۔

۹۹ - ہمارے بائیں طرف شہر نیگی کے دیوار ایک دوسرے تک تہی جہان کو کھنڈ  
 لشکر اسحت اتالیق غازی اور چینی سپاہ کے مابین جنگ عظیم برپا ہوئی اور  
 چینی سپہ سالار نے ہر طرف سے مایوسی اور شکست اپنی شامل حال دیکھ کر ایک  
 سرنگ بنا کر معہ اپنی سپاہ کے خود اڑا دیا تھا اب یہ شہر کو کندی سپاہ کے چپاٹنے  
 کے طور پر ہوا اور داد خواہ و دیگر افسران اعلیٰ اس جگہ پہنچے۔ جس وقت اس  
 شہر کے دروازہ میں ہم داخل ہوئے تو یہاں پہرہ کا گارڈ بہ نسبت دروازہ  
 شہر بارقند کی گارڈ کے ذرہ سپاہیوں کی صورت رکھتا تھا مگر وہ سپاہی ہی لڑنے  
 والے اور اس جماعت سپاہ میں سے نہ معلوم ہوتے تھے جنہی چند سال کے عرصہ میں  
 ملک انگلستان سے دو چند ملک فتح کر لیا۔ بعضے انہیں کوسخ رنگ جو غر  
 پہنچے ہوئے تھے مگر بہر ایک پیٹی چٹری کی کسی ہوئی جہین ایک تو شان اور  
 ایک کولی دان اور چاکو سنگین وغیرہ سامان حرب ضرب لٹکتا تھا ایک ایک  
 تلووار بھی ہر ایک سپاہی کے پاس نہیں بیٹھے کے پاس پتوں ہی تھے مگر سینے کی

کہ ہم سپاہی پستول کی زیادہ قدر نہیں کرتے چنانچہ ایک نمرزا شاہی کو مینو اپنا ریوال در (یعنی ایک قسم کا پستول) دکھا کر پوچھا کہ تم بھی ایسی کلکتہ سے بہت لائے ہو گے اسپر او سنے جوابدہ یا کہ نہیں میں ایسی ہتھیاروں کی پرواہ نہیں رکھتا جبکہ جنگ دست بدست ہو جاتی ہے تو ہر بہرہ کچھ کام نہیں دیتو۔ ۱۰۰۔ ہتھیاری اور توڑیدار بندوق جبکہ ایک سپاہی استعمال کرتے ہیں اونکی پانی معہ چوگوٹھی سو راج کے بڑی موٹی ہوتی ہے جسکو واسطی گولیاں نہایت صفائی سے سلیٹ پتھر کے سانچوں میں ڈالی جاتی ہیں ہر ایک بندوق میں دوسری جاسی سکون ہوتی ہے اور جبکہ اسکو کندہ ہے برکتی ہیں تو وہ سنگین کے صوت کی سی معلوم ہوتی ہے۔

۱۰۱۔ اس گاروسی آگے بڑھ کر اور قریب ۲۰۰ گز تک شہر کے گلی اور بازار میں چلکر اپنی قیام گاہ پر پہنچو جہاں ایک تنگ گلی میں ہو کر ہم ایک دروازہ میں جاوار دھوئی جسکے دائیں طرف ایک صحن تھا اور اسکے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے کمرے تھے یہ مکان ہماری ہمسایوں کو قیام کے لئے تجویز کیا گیا تھا مقابلہ میں ایک صحن تھا اور وہاں سے ایک طویلہ کو راستہ جاتا تھا یہ صحن نیچے فرش کا گہوڑوں کی آزمائش کیواسطی تھا اور دیگر انتظامات خبردار سی گہوڑوں کا سٹل ایک انگریزی طویلہ کے موجود تھا یہہہ دستور یا رقص میں سٹل روم کے ہر ایک جگہ ہوا اور چونکہ یہاں کی لوگ گہوڑوں کے نہایت شوقین سوار ہیں اسلئے اونکی خبردار سی بھی سٹل اپنے رشتہ دار کے کرتے میں جان سز یاؤ عزیز رکھتے ہیں۔

۱۰۲۔ اس طویلہ سے گذر کر ہم ایک چھوٹے باغ میں پہنچو جسکے وسط میں ایک مالا ب مصفا اور شفاف پانی سے لبالب تھا نہروں کا اسمین پانی

اگر بڑا تھا اور کنارہ پر بہت خوبصورت درخت لگے ہوئے تھے دامنِ طرف  
 اس باغ میں نو تیار کمری قالین ادنیٰ و سوتی و شطرنجی مائے عمدہ کے فرش  
 مکلف و آراستہ تھے و اس کی طرف ایک دروازہ میں سو گزر کر ہم ایک اور  
 حویلی میں پہنچے جہاں تین کمری یکجا تھے اور ظاہراً ہمارے قیام کے واسطے تجویز  
 کئے گئے تھے اس عمارت کے وسط میں ایک بڑا وسیع کمرہ تھا جس میں طرح طرح  
 کی وضع و قطع کی کرسیاں اور رنگارنگ کی میزیں لگی ہوئی تھیں جن سے ظاہراً  
 ہوتا تھا کہ بار قندمی بھی انگریزی طریق اختیار کر نیکا قصد رکھتی ہیں اس نام  
 حویلی کے گرد ایک بلند دیوار تھی اور اوپر کو دیکھنے سے صرف اوسکے کنگرین  
 پر جا کر نظر ٹھہرتی تھی جسکے اوپر ایک سنتری اور بیچو ادھر او دیر ٹہکتا ہوا تھا  
 ہمارے حرکات کو دیکھ سکتا تھا۔

۱۰۳۔ معمولی دسترخوان بیوجات و طعام اقسام اقسام کا ہمارے سامنے  
 بچھا باگیا اور کیا ناکھانے کے بعد سب چھوڑ کر چلے گئے کہ سفر دور دراز کے بعد  
 آرام لیں۔

۱۰۴۔ سرشاہ صاحب نے اول صبح بار بار قندمیں آنے پر دیکھا تھا کہ نو وار دیکھو اٹھے  
 وہاں یہ مناسب ہو کہ فوراً حکام سے ملاقات کرے اور یہ دستور ہمارے منشا کے  
 عین مطابق تھا کیونکہ ہم چاہتے تھے کہ دادخواہ ہو ملکر سجدے تمام اپنی واپس  
 سفر کا انتظام کریں ورنہ اتالیق غازی جلد واپس کرے ہمارے روانگی میں حائل  
 انداز ہوگا اور ہمیں گورنمنٹ کی ہدایتوں کی تعمیل کرنی مشکل ہوگی۔ لیکن جب  
 ہم نے دادخواہ سے ملنے کی تجویز کی تو بہت سی عذرات پیش ہوئیں اور مجھ کو معلوم  
 ہوا کہ تمام حکام کا یہ ارادہ اور خواہش تھی کہ ہمیں اس وقت تک بار قندمیں  
 مقیم رکھیں جب تک کہ اتالیق غازی کی خواہش ہمارے نسبت معلوم ہو جائے

کہ اوسکی کیا مرضی ہے۔ ان ایشیاوی اقوام میں جبکہ ایک ایچی کسی ملک سکوتا  
ہی تو وہ اوس ملک کی بادشاہ کا مہان ہوتا ہو اور اوسکو تمام امور میں  
حق الامکان بادشاہ کی خوشی کرنی پڑتی ہو اگر ایچی اینوارادہ آمد و رفت  
میں چوک جائے تو اوسکا وہ کچھ خیال نہیں کرتے اور بالکل آدن بارادت رفت  
باجازت کا معاملہ ہوتا ہے جبکہ سینوی تین ایسی حالت میں مجبور دیکھا اور انہی  
ہندوستان کو روانگی میں تاخیر معلوم کی تو مینو خیال کیا کہ اگر مین بیان  
ٹھہرون گا تو بڑا خطا کروں گا اور اب مین اپنی مزاج اور قصد کو مستقل  
کرنے سے یہاں سے نکل سکتا ہوں۔

۱۰۵۔ ہمارے پہونچنے بعد صبح ہوتے ہی مین نے سنا کہ ابراہیم خان جسکو مینو  
براہ یاسین اور شیب نامی پامر کے راہ سے یار قند کو روانہ کیا تھا ابھونچا ہے  
اور داد خواہ نے اوسکو قید کر لیا ہے یہ سن کر مینو داد خواہ کو فوراً پیغام  
بھیجا کہ اوسکو میری پاس بھیجا جاوے تو تھوڑے عرصہ میں مرزا شادی ابراہیم خان  
کو میری پاس لیکر آیا اور اوسکے قید میں رہنے کی بابت عذر معذرت کی مینو  
ابراہیم خان کو سمجھا دیا تھا کہ اتا یق غازی کے ملک کے حدود میں پہونچنے  
تک تم اپنا پیس بدلے رکھنا اور وہاں پہونچکر فوراً اپنا حال ظاہر کر دینا اوس  
ایسا ہی کیا اور اس طرح اوسکے دوسری راہ آنے سے جو شبہ پیدا ہوتا وہ نہوا  
ابراہیم خان کے سفر کا دلچسپ حال جو اوسنے بالکل نا دیدہ اوزنا معلوم  
ملک پر کیا آگے بیان کیا جاوے گا۔ مین یقین کرتا ہوں کہ یہ سفر اوسکا اوس  
قلعہ زمین میں ہو کر تھا جسکا حال غالباً بیان صاحب ایک سیاح چہارم صدی نے  
لکھا ہے جسکا مجھکو بالکل علم نہیں لیکن ہم اسید کرتے ہیں کہ سراج رانس  
بڑی واقف کار اور تجربہ کار اور زمانہ دیدہ حاکم مشرقی کے ذریعہ سے کچھ

عرصہ میں ہم واقف ہو جائیں گے۔

۱۰۶۔ دادخواہ سہراؤل ملاقات ہمارے ہمراہ گشت تیسری پہر کو ہوئی  
وقت مقررہ ملائت پر مرزا شادی ہمارے ہمراہی کے واسطے آئے۔ جنوب  
اوسکی اقرار کے جولیہ میں مرزا شادی ہوئے تہا ہم تینوں انگریزوں نے  
اپنی معمولی انگریزی پوشاک پہنی اور یار قندہاں لباس نہ پہنا مرزا شادی  
نے محل میں باپا دہ چلنے کو پوچھا جو اس جگہ سے صرف ۳۰۰ گز کے فاصلہ پر  
تھا مگر یہ سمجھ کر کہ ان لوگوں کے ساتھ باپا دہ جانا حقارت کی علامت ہے  
میں بسواری اسب جانے کی منہ کے بندہ اور تمام لوگوں کو گھوڑے پر سوار  
ہوئی اور یار قندہاں دستار پہنی کی مخالفت ہو گئی تھی ہم عہدہ بندہ قنبر  
اور بارہت گئی و انگریزی گھنٹہ نعل کجواب وغیرہ اشیاء واسطے پیش کش کا انتخاب  
کر کے بڑے جلوس کے ساتھ بازار میں ہو کر گئے جہاں ہزار ہا خلقت کا ہجوم  
تھا راستہ میں ایک چوٹا سا توپخانہ ہو دیکھنے میں آیا جس میں چند بڑے عجیب  
وغریب صورت کی توپیں موجود تھیں اس سے آگے بڑھ کر محل میں بڑے  
دروازہ پر گھوڑوں سے اتر کر ہم ایک بڑی حاطہ میں گئے جہاں سپاہی زرد  
سیخ اور دیگر شیخ دار رنگ کے در دیا دیان پہن ہوئے زمین پر بے ترتیب  
آگے پیچھے بیٹھے تھے اور اپنے مزی میں آرام کر رہے تھے پہرہ دہنی طرف کو  
مڑ کر ہم دوسری دروازہ میں داخل ہوئے اور ایک چوک میں پہنچے جہاں  
بڑے بڑے کمرے خالی بڑے تھے بیان سے ایک اور اندرونی صحن میں گئے  
جس کے داخل پر سپاہی تلوار و بند و قون سے مسلح کھڑے تھے۔ دروازہ آگے بڑھ کر  
دو بیڑے چڑھے اور وہاں ایک گوشہ میں دروازہ سے گزر کر ایک بڑے وسیع  
کمرے میں جاوار دھوئی اس کمرے کی دیوار پر ایک بڑے تختہ مخصوص



سولماقی ہو کر جو سفید دستار اور معمولی رنگین چوغہ پہن رہا تھا یہی شخص داؤد  
 محمد پونس حاکم یا قند تھا اور اتالیق غازی سی دوسری درجہ پر داؤد خواہ ہر شل اپنی  
 آقا کے قوند کا ستون ہو اور برخلاف اتالیق غازی کے اوسنے زور شیر زمین  
 بلکہ اپنی قلم کے زور سے شہرت حاصل کی ہو بعد معمولی سلام و بندگی کے وہ اپنی  
 ساتھ حکو ایک کمرے کے دروازہ پر لیگیا اور مخلی قالینوں کے فرش پر چہان  
 تکیہ وغیرہ بخوبی آراستگی کے ساتھ لگے ہوئے تھے بٹھایا ماسوا سی مرزا شادی  
 اور میری منشی دیوان بخش کے اور کسی کو کمرہ میں آنے کی اجازت نہ ہوئی اول  
 مزاج شریف دعا کرتا ہوں آپکا مزاج لطیف اللہ اسکی گفتگو درمیان آئی ہم  
 داؤد خواہ نے ہمارے راستہ میں تکلیف اور تردد داؤد ہانے کی نسبت افسوس  
 ظاہر کیا گفتگو اوسوقت بالکل دوستانہ ڈھنگ کی تھی جسکے واسطے فارسی زبان  
 نہایت رنگین اور مناسب ہو بعد ازاں ہم نے دریافت کیا کہ کوا اتالیق غازی  
 کیا خبر ہے کیا اسجد شہ اس سزا و سکی مراد یہ تھی کہ بکر خدا اتالیق غازی پر فتح  
 نصرت اپنی دشمن پر غالب ہو تھوڑی دیر بعد داؤد خواہ کا اشارہ پر ۱۶ محرم ۱۰۶۸  
 یعنی غلام خوان اور رکابیان میوجات و شیرینی وغیرہ کر لئے ہوئے کمرے میں آ کر  
 اور چاء دانی اور جام نے ہی ظہور کیا پہرینو اپنی تحفہ اور نذر دیکھا لی اس  
 صلہ میں ہم سب کو خلعت پہنائی گئی پہر ہم اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔  
 ۱۰۶۸۔ ایک دو روز اس تردد میں گزرے کہ اب ہمیں کیا تدبیر کرنی واجب  
 ہو کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ داؤد خواہ کی عین مرضی یہ تھی کہ اتالیق غازی سے  
 ملاقات کئی بغیر ہر شیا وین در حقیقت اپنی آقا کے احکام کی تعمیل کرتا اور سپر  
 تھا بحالت عدم تعمیل شاید وہ اپنی جان سوا تہہ دہو بیٹھا اسلئے سب کو اس پر اطلاع  
 دی کہ تا حکم اتالیق غازی کے من کچھ نہیں کر سکتا اول ہی اول ہمارے

ٹھہرانے کو ایسی تدبیر کی گئی جو ہر ایک خود مختار مشرقی بادشاہت میں ہوتی  
 ہی یعنی دادخواہ ہمارے رخصت ہونے کی درخواست کو منہسی میں ٹالتا رہا  
 پھر بڑبڑستی ٹھہرا کہنہ کی دہشت دلائی جب ان تدبیروں میں سے کوئی  
 سود مند نہ ہوئی التماس اور عاجزی پر رجوع لایا روز بروز چہیان اور نیما  
 سندھ نذروں کو پہنچا اور ہکو پہلانے پہلانے لگا ایسی حالت میں قاضی محمد  
 یعقوب سے ہم اپنی نکل چلنے کی ڈھنگ لگانے لگے ہم اور بیان کر چکے ہیں  
 یہ شخص ہمیں بمقام سنجو جہاں کو یار قند چلا آیا تھا اور دادخواہ کے محل کے  
 نزدیک اسنے اپنی سکونت اختیار کی تھی ہمارے اس کے بائیں اسی اثناویز  
 دوستانہ پیغام اور ملاقاتیں ہوتی رہیں تحفہ تحائف آتے جاتے رہے اور  
 سینو دیکھا کہ دادخواہ اتالیق غازی کے اس ہتھیار کی ظاہر میں بڑی تعظیم و  
 تکریم کرتا تھا قاضی محمد یعقوب سے اور ہم سے جو اکثر گفتگو ہوئی اور میں اس کے  
 تقریر سے بڑی شایستگی اور خوش خونی ظاہر ہوئی تھی اور یہ نتیجہ اس کے  
 مدت تک قسطنطنیہ میں سکونت رکھنا اور یورپین لوگوں کے صحبت میں ہونا  
 کا تھا وہ سمجھتا تھا کہ دادخواہ جس شخص کی عقل سے جو اپنی ملک کے آزاد دستور  
 کے سوا ہی اور ملکوں کے دستورات سے بالکل ناواقف تھا کیا باہر سے  
 اور وہ جانتا تھا کہ مجھ کو اپنی گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل میں لاہر واپسی نہ کرنی  
 چاہیے اور یار قند والوں کو یہی اس کی تعمیل سے نہ روکنا چاہیے اور اسباب  
 میں میں قاضی کو لکھا اور معلوم کیا کہ یہ سینو اپنی یار قند سے رخصت ہونے کی  
 ٹھیک تدبیر کا لی ہے۔ چنانچہ قاضی محمد یعقوب نے فوراً سچ کہہ دیا کہ اتالیق  
 غازی ایک جنگ عظیم میں مصروف ہے جو غالباً عرصہ دراز میں ختم ہوگی  
 اور کچھ عرصہ تک اس کی ملاقات کی امید میں ٹھہرنا بیجا رہے یہی ہمارا چاہیہ

اتالیق غازی کے فتوحات اور بہادری کی تعریف کرنے لگا اور کہا کہ ایک  
موقعہ پر اوسنے غنیم کی سپاہ کو اسقدر تہ تیغ کیا کہ ایک آدمی بشکل تمام  
دوون میں اونکی لاشوں پر سو گزر سکتا تھا یہ کلمہ سبालغہ کا اتالیق غازی  
کے ہوا خواہوں نے اوسکی بہادری کی نسبت تیکہ کلام کر رکھا ہے اور مرزا  
شادی نے ہی ایک دن سنجیدگی سے ہمارے سامنے بیان کیا کہ اتالیق غازی  
اسقدر قوی اور بہادر ہے کہ ایک دن اپنی دربار کے کسی اہلکار پر خفا ہوا  
اور اوسکو کان پر ایسا مٹکا مارا کہ وہ چہرہ بار چکر کہا کر گرا اور مر گیا۔

۱۰۸۔ پھر قاضی نے مجھ کو کہا کہ دارخواہ چاہتا ہے کہ ہر طرح سے بجز زبردستی  
یاد سلو کی کے سکھو اتالیق غازی کے حکم آنے تک یار قند میں مقیم رکھو اور  
حکم آنے پر یا تو ہٹو ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہتھام ترخان اتالیق غازی کے  
کپ سین جانا پڑیگا یا اوسکے لڑائی سے واپس ہونے تک یار قند یا شغز  
میں ٹھہرنا پڑیگا یہ موقع کہ یورپین اشخاص شمالی یار قند میں داخل  
ہوئے ہیں اور اوس قطع کی تحقیقات کناجک حال خزانہ انوکھتا ہے یہی معلوم ہوا یہ بہت عجیب  
تھا لیکن جھکو حکم گورنمنٹ کا ایسا تاکید تھا جسکے جھکو تعمیل کرنی  
چاہی تھی اور قاضی محمد یعقوب اسکے سنجو بی سمجھتا تھا اور ہمارا مددگار ہو گیا  
اور مرزا شادی کو جسے ہماری طرف سے سبب کسی امر کر ہمارے یار قند میں داخل  
ہوتے ہی اپنا مزاج بدل لیا تھا وہ خوب قابل معقول کرتا تھا مرزا شادی  
رنگ بدلنے کا یہ باعث تھا کہ وہ مغرور اور شیخی باز تھا اور وہ اس بات کی  
شیخی مارتا تھا کہ وہ سرکار سے انگریز بہادر کا ایلچی اپنے آقا کے دربار  
میں لایا تھا اسلئے جب مرزا شادی نے ہماری چلے جانے کا اور اتالیق غازی  
سوزہ ملاقات کر نیکا ستمقل ارادہ دیکھا وہ ہر طرح سے مایوس ہو گیا اور اسکی

میں اس کے بد مزاجی نے اور یہی ظہور پکڑا جو اگر وہ سنجیدہ اور عقلمند ہوتا تو چھپا لیتا۔

۱۰۹۔ لدخ سیار قند کو روانہ ہونے کے پیشتر بموجب بیان مذکورہ بالامین نے مرزا شادی سیو اقرار کر لیا تھا کہ ہم یار قند میں بالکل آزادانہ رہیں گے اور ہمارے قید رکھنے کا قصد نہ ہونے پاوے اس شرط پر میں نے بخوبی لحاظ رکھا اور اس طرح یار قند کے گرد و نواح کا ملک بھی دیکھ بہا لیا۔

۱۱۰۔ یار قند کے گرد نواح میں تیسری پہر کے وقت سواری میں سیر کرنا بڑا خوشنما معلوم ہوتا ہے نینگے شہر کے دروازہ سے کلگرہم خربوزوں اور نرکاریوں کے باغ میں ہو کر گزرے جن میں چھوٹے چھوٹے مرغابین اور کنجین آفتاب کے پلش سے پناہ لینے کے واسطے جا بجا بیٹھی ہوئی تھیں ہمارے ایام قیام یار قند میں ہوا ہر روز اخبار آلودہ کو ہر سہ پہر ہی ہوتی رہی جو آفتاب کے کرنوں پر ایک پردہ سا ڈالی ہوئی تھی لیکن دوپہر کی وقت گرمی ہوتے تھی اور یار قند سمندر کی سطح سے چار ہزار فٹ بلند ہے ان باغوں سے جو شہر کے گرد ہیں آگے بڑھ کر ہم ایک بڑی صاف اور کھلان سڑک پر سیر کرتے رہے جس کے دونوں کنارے پر گندم اور جو باجرہ کے کہیت سرسبز کھڑے تھے فصل پکنے پر تھی ہمارے ہندوستانی ساتھی بہار اور خزان کے فصلوں کو ایک ہی وقت مثل انہی ملک کی پکتے ہوئے دیکھ کر نہایت تعجب میں ہوئے اس سڑک کے کنارے نہرین ہی روان تھیں یہ سڑک شمال کی طرف جاتی ہے اور اسپر رات دن کھڑے ہو کر ڈاک لیجانے والے روان رہتے ہیں اور ڈاک اتالیق غازی کے پاس لیجاتے ہیں یہ سڑک کارسی فی گھنٹہ پچاس میل راہ طے کرتے ہیں اور اس تیز رفتاری کو یار قند میں یلغا بوتے ہیں بندہ

میں میل پر جا کر گھوڑے بدلتے ہیں ایسا سخت سفر کرنے پر بھی یہ ہر کاری  
 تھکے ماندی معلوم نہیں ہوتے ہمارے یار قند میں پہونچنے سے پیشتر ایک  
 گروہ قریب ایک سو اسیر تھکے بڈھے جوان لڑکے مرد عورتوں کا ترخان  
 سو آیا تھا کہ یار قند میں بازار بازار بکمال بے غرتی شہر ہو کر سترایا ہوں۔  
 ۱۱۱۔ جنوبی سمت اور درحقیقت یار قند کے کل گروہ نواحی دیہات اور  
 مختلف جہونپڑی سے محراب دار باغون کے بڑے دلچسپ نظارہ کی جگہ  
 تھی مسافروں کے راستہ پر سایہ دار درخت بڑی خوبصورت ہوتے  
 ہیں اور نہروں اور دریاؤں کے کنارہ بھی اکثر راستہ ہوتا ہے  
 جہاں قطار در قطار نمودار درخت سبز پہنی پہلے ہوتے ہیں نہروں اور  
 دریاؤں پر جہاں تہاں دیہاتی موٹے بناوٹ کے چوٹی پل بنی ہوئی  
 ہوتے ہیں ہر جگہ چین چان امن امان کسان خوشی بخوشی محنت میں  
 مصروف ہم بیگانوں کو تعجب کے ساتھ نظر اٹھا کر دیکھتے تھے یار قند  
 میں دستور ہے کہ شریف اقوام کے عورات دن گھر سے نکل کر باغون  
 میں جاتی ہیں اور کئے گنٹے اور سبک تفریح طبع کے لئے سیر کرتے ہیں  
 اور اقوام کی عورات اپنا وقت زردوزی اور کاریگری کے کام  
 میں صرف کرتی ہیں اور اس فن میں بڑی کاریگر ہوتی ہیں اور آزلو  
 جد ہر چاہیں اور ہر پرتے ہیں اگرچہ مشہور ہے کہ یار قند میں عورات  
 کو بغیر نقاب کے اپنے لواحقان کی طرف  
 سے باہر نکلنے کے اجازت نہیں ہوتے  
 اور اگر اس امر میں اپنے خاوند کی عدول حکمی کریں تو اونکو واسطہ  
 ایک کوڑہ چمڑے کا بنا ہوا ہو جو درہتا ہے جو مینہ بھی دیکھا گیا

میں نہیں کہہ سکتا کہ یا رفتہ کی عورتیں بہ نسبت اور جگہ کے عورتوں کے نادرات و عجائبات کے دیکھنے میں کم شوقین ہیں چہرہ اونکا کلفام ہوتا ہے اور انکو خوبصورتی کے واسطے کسی رنگ سے نہایت سیاہ رکھتی ہیں اور جبکہ ہم گلے کو چون میں گذرے تو ہمارے طرف جہانک جہانک کرتا کہتے تھیں۔

۱۱۳۔ بسبب کچھ سی مرزا شادی کے کچھ عرصہ تک ہم مشکل میں مبتلا رہے مگر آخر کار نکل آئے اس مشکل کے وقت میں مینو مناسب خیال کیا کہ ان لوگوں سے علیحدگی بہتر ہے مبادا کوئی الزام سر لگا مارے اسلئے جبکہ دادخواہ نے ہمیں باغون اور دیگر تفریح کے مقاموں میں سیر و تماشے کے واسطے بلایا ہم نے کچھ عذر کر دیا اور روزرواٹے ہندوستان تک اپنی قیام گاہ پر ہی رہے۔

۱۱۴۔ جبکہ دادخواہ نے جو ہمارے نسبت اتالیق غازی کے غیر حاضری میں ایک مشکل معاملہ میں مبتلا تھا دیکھا کہ ان یورپین لوگوں کے ہر آنے کی طرف سے اب سرتاپا محرومی حاصل ہے تو اسنے اپنی خوش خلقی اور شرفی تکلف کے ساتھ ہمارے حاجات اور ضروریات سفر دریافت کر نیکو قاصد پر قاصد ہمارے پاس بھیجے اور چونکہ ہم اوسکی درخواست کو منظور کرتے تھے اسلئے قدرے ناراض تھا ہمارے تمام ہمراہیوں کے واسطے لباس اور پوشاک رنگ برنگ کے اور ہمارے واسطے پوستین کے چوغہ بکثرت اندرانہ کے طور پر پیش کئے اور ایک روز صبح کی وقت دو آدمی ایک بلند بانس پر قریب چالیس جوڑہ بوٹ کو جو یا رفتہ کے کارخانوں میں نہایت معروف و مشہور چیز ہے لائے۔

۱۱۴۔ لیکن ایک بڑی ضروری چیز ہمارے سفر کے لئے مہیا کر نیکو وہ ظاہر ا  
 دلیری نہ کر سکا یعنی بار برداری کے جانور سرانجام کر دینے کا ہمسرہ وعدہ ہو گیا  
 تھا اور بیشک سرانجام کئے جاتے اگر ہم باجائز اتالیق غازی رخصت  
 ہوتے مگر اس حالت میں ۱ و سننے بار برداری کے جانور کو صرف سرانجام  
 ہی نہ کئے بلکہ یہ عاجزی تمام مجھے درخواست کی کہ ایک سارٹیفکٹ اس مضمون  
 کا مجھ کو عطا ہو جاوے کہ دادخواہ نے ہماری رخصت کے سامان میں بالکل  
 امداد اور سہولیت نہیں کی اور میں برخلاف اوسکے مرضی کی اپنی خوشی سے  
 آپ ہندوستان کو بغیر ملاقات واپس جانا ہوں۔

۱۱۵۔ یہ سارٹیفکٹ البتہ میٹروید یا اور پھر باداد تارا سنگھ مینی قریب شتر پور  
 کے خریدنے کا بند و بست کیا اس معاملہ میں مرزا شادی بڑی بدسلوکی سے پیش  
 آیا اور غالباً وہ کچھ بار برداری کے جانور سرانجام نہ کرنے دینے کا سیاق  
 ہوتا اگر تارا سنگھ کی چالاکی اور ہر دل عزیز سی سہم مستفید نہ ہو تو جسکی ہمت  
 اور استعداد و چالاکی سی سہم ایک بڑی خوفناک شکل سے پیش کر دیا ہو۔

۱۱۶۔ ستمبر کو جو اول ہی سے روز رخصت مقرر کر رکھا تھا تمام اپنا سامان  
 روانہ کر کے ہم دادخواہ سے رخصت ہونے گئے اور وقت بھی ہماری تعظیم  
 و تکریم میں ہی ہوئی جو اول ملاقات پر ہوئی تھی گو گنگو و دوستانہ رہی اور جبکہ اس  
 معمولی جذائی کے وقت کی نذر ہماری نذر کے ہم رخصت ہو کر چلے آئے پھر  
 ہم نے قاضی محمد یعقوب سے اخیر ملاقات جا کر کے اور آئے جو ہمارے شکر کو  
 بجا تھا اسکا دل سے شکریہ ادا کیا پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور یار قندی اردو  
 کے ساتھ ہم شہر سے باہر آئے شاہ دولائک واپس آئے حال کر پتہ کر نیکو  
 حاجت نہیں کیونکہ ہم اسی راہ سے آئے صراہ سے گئے تھے۔

۱۱۷ لیکن مجبوریات اُس خاطر تو واضح کا بیان کرنا ضرور ہے جو وقت  
 واپسی یا رقتہ یوں نے ہماری کی میں نے گمان کیا ہوتا اور حقیقت یہ تھا  
 کہ اس طرح بھی کیا گیا تھا کہ اگر ہم اتالیق فازی سے ملاقات کئے بغیر واپس  
 جاوینگے تو راستے میں لوگ ہماری کم تعظیم و تکریم کریں گے مگر برخلاف  
 اسکے ظہور میں آیا اور راستہ میں جتنے اہلکاروں سے ملاقات ہوئی  
 اور کئی خلق اور زمرہ کا کیا کھنا ہے ہر فرد ایک قاصد، خاص یا خواہ  
 کا تقرری زیور یا سب بطور تحفہ یا کوئی عجیب و غریب دوستی کی مناسبت  
 خط بد ریاقت ہماری خیر و عافیت کے لیکر آتا جسکے جواب میں کوئی  
 نہ کوئی انگریزی تحفہ اُسکے پاس بھیجا کرتا تھا۔ یہاں مجھے عوام الناس کے  
 سلوک کا ذکر بھی فرو گذاشت کرنا چاہئے لوگ کہتے تھے کہ جو جہاز  
 تعظیم و تکریم ہماری شہر یا رقتہ کی نذر ایک پہنچنے پر عمل میں  
 آتی تھی اسکا باعث یہ تھا کہ ہم نے مسلمان لباس پہن لیا تھا یا رقتہ سے  
 رخصت ہونے کے بعد میں نے مستقل ارادہ کر لیا کہ ہم سوائے اپنی اکر نذر  
 پوشاک کے اور کچھ نہ پہنیں گے ایسا کرنے سے مجھ کو اکثر حکام یا رقتہ نے  
 منع بھی کیا اور دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ اگر لوگ ہمکو بغیر معمولی  
 خلعت پوشاک وغیرہ کے دیکھیں گے تو وہ یہ گمان کریں گے کہ ہم یا رقتہ  
 سے بغیر ہو کر آئے اور اسلئے ہمارا کوئی ادب نہ کرے گا مگر میں نے سوچا  
 کہ ہمیں اپنا ہمیں بدل کر باطل عزت و توقیر عوام الناس سے نہ کرانی چاہئے  
 جس سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ تعظیم مسلمان لباس کو دیکھتی ہے اور  
 خواہ ہماری بغیر ہو یا عزت ہمکو جو کچھ ہوا ہے ہمیں اور لباس میں ہوتا ہے  
 یہ ہوا کہ جو کچھ ہم نے خیال کیا تھا وہی ظہور میں آیا اور یا رقتہ ہی حکام اور لوگوں کا



گمان باطل ثابت ہوا رہتہ میں دہقانوں اور مسافروں نے جو رہتہ میں  
ہم کو ملے ہمارا ڈراؤب کیا جہاں ہم گزرتے تھے سوار اُس وقت گھوڑے سے  
اوتر پڑتے تھے اور یہ بات تو عام تھی کہ جو تماشائی ہم بگائوں کو دیکھنے آتی  
تھے جہک کر سلام علیکم ضرور کرتے تھے ۛ

۱۱۸ شاہ ولایت سے ہم ایک نئی راہ سے لدان کو واپس آئے یہ جدید  
رہتہ ڈاکٹر کیلی صاحب نے بتایا تھا جو ۱۵ اگست کو ہمارے کیمپ سے جدا  
ہو کر تحقیقات کرتے رہے تاکہ کوئی اور عہدہ رہتہ میدان لٹریٹری ہنگ  
کے اوپر مل جائے۔ یہاں اُس نقشہ کا ملاحظہ کرنا ضرور ہے جو اس رپورٹ  
کے ہمراہ ہے تاکہ یہ راستہ معلوم ہو جائے۔ شاہ ولایت چند میل اوپر  
کر کا کش گہائی کو چھوڑ کر ہم نے قدیم رہتہ کر اکورم کا گزر سنجو کی راہ سے اختیار  
کیا جو سمندر کے سطح سے ۱۸۲۳ فٹ بلند ہے چڑھائی اس قلعہ کوہ کی سلامی  
طوریہ بیت آسان ہے درہ چوئی کے نزدیک پہنچ کر کھڑی چڑھائی بھی آجاتی ہے  
جہاں تازہ برف گرمی ہوئی تھی اور اُسکے ملنے میں درہ مشکل عاید ہوئی  
اس گزرگاہ سے دس میل جنوبی طرف ہم ایک پڑاؤ ملک شاہ نام پر پہنچے  
جہاں گھاس اور سبزہ نام و نشان کے واسطے بھی نہ پایا جاتا تھا اس مقام  
سے پڑائی سڑک کو چھوڑ کر ہم نے ڈپسی کول نام میدان کو عبور کیا  
جو سمندر کے سطح سے ۱۵۰۰ فٹ بلند ہے یہاں سردی کی بڑی شدت تھی  
دن میں میقاس الموسم کا بارہ برف جمنے کے درجہ سے آگے نہ بڑھتا تھا  
اور رات میں اس سے بھی نیچے چلا جاتا تھا ہماری واپسی کے وقت  
یہاں بارہ درجہ تک نیچے ہٹ گیا تھا اس ڈپسی کول میدان کو ملے  
کر کے اور ایک آسان چڑھائی کے پہاڑ پر چڑھ کر ہم ایک گہائی میں

داخل ہوئے جسکی راہ سے ہم بالائی دریاؤں کا کاش پر پہنچے اس دریا  
 کنارے ہم پانچ دن تک سفر کرتے رہے جبکہ ڈاکٹر کیلی صاحب نے  
 اس سلسلہ کو بہستان پر سفر کیا تھا یعنی دو مہینے پیشتر ہر ایک منزل پر  
 سنبھرا اور گھاس میسر آیا تھا لیکن ہمارے سفر کے وقت یہ تمام گھاس  
 غائب ہو گئی تھی جو کچھ تو موشیوں نے چربی تھی اور بہت سی برف  
 تلے دب گئی تھی کیونکہ برف ہی جلدی موسم کے شروع میں ہی برس گئی  
 تھی غرض کسی نہ کسی باعث سے اس راہ میں ہمارے جانوروں کو وہ دن  
 تک گھاس کیا ایک تنکا چرنے کے واسطے نہ ملا مگر یا دقند کے ٹٹو اور گھوٹ  
 ایسے مضبوط ہوتے ہیں کہ منجھلاؤں کے تھکاوٹ سے ایک بھی نہ مرنے پایا  
 اگرچہ ۲۴ گھنٹہ کے عرصہ میں ۶ ٹٹو اندرونی بدن کی سوزش سے ضایع  
 ہو گئے اور یہ سوزش اونکی نبض میں ہمارے کیس قدر دوڑانے سے پیدا  
 ہوئی تھی ؟

۱۱۴۔ بالائی دریا سے کرکاش کو اسکے مجمع کے نزدیک چھوڑ کر ہم ایک  
 تنگ اور عمیق درہ میں ہو کر میدان لتری تھنک میں جاوارو ہوئے اور وہاں  
 دو کوچ میں رہتے اکثر پہرے لے اور تنگ درون میں ہو کر اسکے سلسلہ  
 چینگ لینگ لامین داخل ہوئے اور انکو طے کر کے چینگ چمو گھاٹی میں  
 آئے اور اپنے تئیں پہر ریاست کشمیر کی حدود میں پایا۔ ڈاکٹر کیلی  
 جنہوں نے سرانجام رسد پہنچنے میں کمال کوشش کر کے اور ہر ایک طریق  
 امداد پہنچا کر اس ہم کے ہر ایک بشر کو نہایت ممنون و مشکور اپنا بنایا ہمارا  
 ملاقات کے واسطے مقام گوگرانگ آئے اس جگہ سے ہم نے وہی راہ  
 جیل نیک گوگن کی اختیار کی جس راہ سے گئے تھے اور ۱۲ اکتوبر کو لیہ میں

پہنچ گئے۔ یہاں اس عظیم کا بنجیر و خوبی خاتمہ ہوا اور پھر ہمارے اگلے رنڈ  
 کی کچھ حاجت نہ رہی اسلئے میں کچھ تھوڑی سی دیر لیکر ڈبل کوچ کرتا ہوا سرنگی  
 کو گیا اور ۲۹ اکتوبر کو وہ مری میں داخل ہو گیا مسٹر شا صاحب کوہ چنایا لنگ  
 کے لئے کرتے ہی ہم سے جدا ہو گئے تاکہ دریا دشا نیوک اور اس کے مددگار  
 دلا رو کا حال دریافت کریں ڈاکٹر لٹلڈرسن صاحب جنکا ذخیرہ عجائب غریب  
 پرندوں اور درختوں کا دن بدن زیادہ بڑھتا گیا تھا آہستہ آہستہ ایہہ سے  
 میدان کی طرف روانہ ہوئے اور سائخ قدرت کے نمونے اکٹھے کرتے ہوئے  
 اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر کل فاصلہ لاہور سے یارتند تک تخمیناً ایک ہزار  
 میل کا ہے پس اس مہم میں ۶ مہینے کے اندر دو ہزار میل دنیا کے نہایت بلند  
 قطعہ پر طے کئے اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ سستہ میں کوئی ہمراہی یا کوئی  
 اسباب نام کو بھی ہم بھریا اگرچہ ہمارے خدیو گارڈن میں سے بہت سے  
 اشخاص نے پہاڑ کی صورت بے کہیے نہ دیکھے تھے مگر ان میں  
 سے لمبوی لمبو کو چون میں کوئی بھی دقیق نہوا اور سفر کی سختیوں پر کسی  
 نے چون بھی نہ کی۔

۱۲۰۔ اپنی روزمرہ کارروائی کا بیان کر کے اب میں ہدایات سندرجہ چٹی  
 صاحب فارن سکریٹری گورنمنٹ ہند کی تعمیل کرتا ہوں جنکا میں نے اس پورٹ  
 کے شروع میں ذکر کیا ہے

۱۲۱۔ لیکن جو کچھ ابھی اوپر کہا گیا ہے اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ ہماری  
 حالت بڑی اہتر تھی اور ہم ایسی تحقیقات ہم نہیں پہنچا سکتے تھے جیسی بحالت  
 دیگر کرتے ہیں

۱۲۲۔ اتالیق غازی کی اپنی دارالسلطنت سے غیر حاضر ہونے کے سبب

تمام منصوبے اور تدبیریں محدود یا قند میں داخل ہوتے ہی مثل خیالی عمارت کے یک لخت برباد ہو گئیں اور میری توجہ بجلدی تمام ہندوستان کو لوٹ چلا۔  
 کی طرف رجوع تھی اور مفید عام و علمی تحقیقات میں نہ مصروف ہو سکتے تھے اور  
 ایسی باتیں بغیر کافی توجہ و تہذیب کے ہونی ناممکن ہیں ان سب کو فرصت اور  
 وقت درکار ہوتا ہے اور علاوہ اسکے ہم اتالیق غازی کے ملک میں صرف  
 ایک مہینہ اور ۱۹ دن رہے منجملہ اُسکے ایک چھینے سے زیادہ وغیرہ آباد  
 قلعہات ملک پر سفر کرنے میں صرف ہوا۔

۱۲۳- میری تجویز ہے کہ اس رپورٹ کے اخیر میں اتالیق غازی کی نسبت  
 حقائق دریافت شدہ کی اطلاع مفصل و دن لیکن میں یہ بھی یہاں کہتا ہوں  
 کہ اتالیق غازی کی غیر حاضری یا قند سے بہتر انتظام تھی بلکہ لاچارگی کیونکہ وہ  
 ضروری تھی جو لڑائی اور فساد مقامات اکسوترقان اور اور شہری میں  
 برپا ہو گیا تھا اسکا فوراً اور بخبر داری تمام فرو کرنا اتالیق غازی پر فرض تھا  
 اور یہہ اُسکی ذات خاص کے سوامی اور کسی سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلئے  
 لاچارہ مارج میں خود اس طرف کو چلا گیا اور تب سے بکمال سرگرمی اس  
 مہم میں مصروف ہے ہمارے یار قند میں پہنچنے کے وقت وہ اس شہر  
 سے قریب پانصد میل اور غالباً ۷۰ میل کے فاصلہ پر تھا اور سوار بمثل تمام  
 پندرہ سولہ دن میں ڈاک لیکر پہنچتے تھے۔

۱۲۴- اتالیق غازی کو ہمارا بڑا انتظار تھا اور ہمارے آنے کی امید میں  
 اُس نے ہماری سکونت کے واسطے ایک نیا مکان ہی نہیں تیار کر لیا تھا جیسا  
 اوپر بیان ہوا بلکہ ظاہر و ادخواہ اور جملہ حکام کو ہدایت سخت کر دی تھی کہ حتی  
 المقدور میرے واپس آنے تک اونکو یعنی ہکو یار قند میں مقیم رکھنا۔

۱۲۵۔ گو خواہش ہنر کس نسبی جناب و سیراے صاحب بہادر کی بھتیجی  
کہ مین بذات خود تالیق غازی سے جناب ملکہ معظمہ کو گورنمنٹ ہند کی دوستی  
ظاہر کروں مگر یہہ مراد پوری نہ ہو سکی تاہم دوسری عرض جو بڑی ضروری خیال  
کی ہوئی تھی خوش قسمتی سے تالیق غازی کی غیر حاضری سے متعلق نہ تھی  
اور مین بہرہ و سا کرنا ہوں کہ ہندوستان اور مشرقی ترکستان کے مابین تجارت  
کی سہولیت اور ترقی کے واسطے یہہ ہم بغیر کامیابی کی نہیں ہوئی

۱۲۶۔ تجارت کی ترقی اور سہولیت کے لئے اول بات یہہ ہے کہ شریک  
یار قند کی طرف توجہ کیجاوے سو یہہ ہو سکتی ہے چند سال ہوئے کہ مشرقی  
ترکستان کی آمدورفت سلسلہ کوہ کرگورم پر ہو کر تھی جو نہایت دشوار گزار  
اور خطرناک ہے اور جبہ نصیدی ۳۰ جانور باربر واری کے مر جاتے تھے دوسرے  
یہہ مشکل تھی کہ ہماری اقوام اور وٹائے اہلکا متعینہ شریک قضائی اور چوری  
کرتے تھے جنکی شکایت پر شکایت گزرنے سے آج کار دور ہو گئے اور  
اس سال مین اخیر ملکی روک مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر کی فیاضی سے  
سفع ہو گئی جنہوں نے متوسط ایشیا کے تجارت کا محصول بالکل موقوف کر دیا  
۱۲۷۔ اب صرف یہہ بات رہ گئی ہے کہ یہہ ہماری ہم ملک یار قند کی ایک  
نئی شریک ڈیپنڈے اور اسمین دیکھئے کہ اور کیا سہولیت و مان ہونی چاہئے  
اور تجارت اُس ملک کی دیگر تدابیر اختیار کرنے اور وہ یہہ صرف کرنے کے قابل  
آیا ہے یا نہیں \*

۱۲۸۔ اس نئی شریک برلین اور یار قند کے مابین مسافر کو اول ریسٹ عہد  
بات تو یہہ دکھائی دیتی ہے کہ بہتہ آسان اور صاف ہے اگرچہ دو بڑے  
بڑے بندہ ہارون کو عبور کرنا پڑتا ہے تاہم چڑھائی انکی ایسے درجہ بدرجہ

اور آسان ہے کہ جانوران محمودہ اسباب کو کوئی وقت اور کیفیت سے وابستہ  
 سبکی ہوا کے نہیں معلوم ہوتی۔ کوہ چیدنگ لینڈک لاسے کر اکاش کہتے  
 ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر و ترانی ہی درجہ بدرجہ سے جو جاسجا چوٹے چوٹے  
 سلسلون اور کہڈون سے قدرے ٹوٹی ہوئی ہے ۛ

۱۲۹۔ اس شرک جدید کو دیکھ کر جو کچھ اُسکی تعریف کیجاوے ناحی نہیں ہے  
 مگر اس تعریف میں بھی بڑے بڑے نقص ہیں اور چند مشہدات بھی ہیں جس نے  
 اسکو اب تک لوگ پسند نہیں کرتے اور ان مشکلات کو رفع کرنا چاہیے ۛ  
 ۱۳۰۔ نہایت درجہ کی ہندی جہان مسافرون کو کئی روز تک رہنا پڑتا  
 ہے سب بڑی سذرانہ اس سڈک پر ہے لیکن کوہ کر اکورم کے تمام ستون پر  
 یہ مشکل عموماً ہوتی ہے ۛ

۱۳۱۔ سخت محنت اور تھکاوٹ جو حیوانات باربرواری سپتہ میں سے  
 زیادہ قابل غور ہے ہم نے دیکھا کہ لداخ کے ٹوہی بھی حالت تندرستی اس کام  
 لائق نہ تھے اور ان مالک میں صرف وسط ایشیا کے گونٹ ہے اس سیر  
 میں زندہ رہ کر کار آمد ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر میری اس رائے کی تائید  
 کرتا ہے جو میں ظاہر کر چکا ہوں کہ نسبت ہندوستانیوں کے مشرقی ترکستان  
 کے باشندے ایدہر کی تجارت کی زیادہ خواہش کرتے ہیں ۛ

۱۳۲۔ ایک اور مشکل آئندہ یا سات منزل میں گھاس اور اچھا پانی نہ ملتا  
 ہونے کی ہے گھاس بہت تھوڑی اور ناقص قسم کی اس وجہ سے میں میسر  
 ہوتی ہے اور وہ بھی متوسط قافلہ کے لئے کتنی ہو سکتی ہے لیکن تجارت جو  
 بڑے بڑے قافلے بنا کر سفر کرتے ہیں وہ اپنے حیوانات کے واسطے دانہ  
 لیجانے میں تاکہ وہ ٹانگی چھوٹی چھوٹی چراگاہوں کا محتاج نہ رہنا پڑے اچھا

پانی نہ ملنا یہ سب سے زیادہ بڑی روک ہے لیکن ذرہ محنت اور توجہ سے دور ہو سکتی ہے \*

۱۳۳۔ غرض اس سڑک جدید کے جاری کر نیکیا اول تو ہر ایک منزل سر اور پڑاؤ معہ ذخیرہ خانہ اناج کے تعمیر کرانی چاہئیں جو کوئے کہوڈ نے یا تاب پانی کے لٹی ہوا نے چاہئیں جسکی لاگت چند کئی سو روپیہ سے زیادہ نہ ہو گی \*

۱۳۴۔ اس سڑک کے واسطے خاص کر اسکی اس حالت میں ہم نے معلوم کیا کہ اونٹوں کا استعمال کرنا نہایت مناسب ہے چنانچہ جب ہم یا قند میں داخل ہوتے تھے اسوقت ۱۵ اونٹ ہر مال تجارت سے خوب کچا کچھ لے کرے ہوئے ملے جب ہم نے کوہ چینگ لینگ لا کو واپس آتے ہوئے ملے کیا تو لیہہ سے چند منزل کے فاصلہ پر یہ اونٹ ہر مال جو اس وقت بہاری بوجہ کو لئے جاتے تھے اور ویسے ہی سندرست اور بے تھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے جیسے اول دیکھے تھے۔ اُنکے مالک نے ہم سے

کہا کہ راستہ میں نہ تو کوئی اونٹ بیمار پڑا نہ زخمی اور جبکہ کوہ لٹری تھنک پر برف بکثرت برسی تو کہوڈ وں کی سڑک پر سے گزرنے کی راہ نہ رہی مگر یہ جانور برف میں ہو کر بھیر و عافیت عبور کر آئے۔

۱۳۵۔ دو اونٹ جو دادخواہ نے میری نظر کئے تھے واپسی کے وقت میرے ہمراہ آئے کوہ کر اکاش بلند کے اوپر ہر برف کے ٹھوسے پڑے

سیدانوں میں ہو کر گزرا ہوا تھا اور بعض جگہ برف بڑی مضر تھی جس پر ہمارے ٹوٹی ہوئی شکل سے گئے مگر ان ناہموار مقاموں میں اونیز پر تھریلو درون میز جٹکا ابھی کر ہوا ہے اونٹ بغیر کسی وقت کے سفر کر سکتے تھے اس تجربہ سے

یارقندی سوداگر ان معتم لیبہ کے دل میں یقین ہو گیا کہ اس سفر کے واسطے اونٹ سب سے عمدہ جانور یا برواری کے بین ۴

۱۳۶۔ چونکہ ڈاکٹر کیلی صاحب کمشنر نے جو خاص اس سرحد کی تجارت کی نگرانی کے واسطے مقرر ہوئے ہیں بخیر داری تمام ان ٹرکوں کو دیکھا ہے جس سے اسلئے میں اونکی بھلائی بُرائی کی بحث نہ کروں گا لیکن جو راستے اس مہم میں بہتر دیکھیں اور پھر کیفیت میں لکھ دی ہے ۵

۱۳۷۔ مسٹر سپورڈ صاحب نے اپنی تحقیقات میں ایک اور راستہ یارقند کا براہ کوہ کوگیا دریافت کیا ہے جس میں چار پانچ دن کے سفر کا بچاؤ ہوتا ہے اس راستہ کو بذات خود دیکھنے کا مجھے موقع نہ ملا لیکن بہت سے تجارتوں کی بنیادی معلوم ہوا کہ کوہ کوگیا کا راستہ نسبت کوہ سنجو کے اچھا ہے اور آسان ہے اور تجارت کی ترقی ہونے پر حکام کا شغرشیدائس راہ کو جاری کر دیں۔

مگر بالفعل اس معاملہ کو صابرانہ لا پرواہی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور یہ جان لینا کافی ہے کہ چینگ چیو سے شاوولا تک اور وہاں سے براہ گذر کلیان یا سنجو کسی ٹرک پر قدرتی مشکلات کتنی ہی بڑے فائدے ہوئے حیوانات کے واسطے نہیں ہیں ہشتنا سے انیر گذر متصل یارقند کے جہاں صرف خچر ہی استعمال میں لائی جاسکتی ہیں اور اسکے واسطے اقوام کرغزو و کہی بخوشی تمام مال کے لانے لیجانے میں فائدہ اٹھائے کو موجود ہیں بعض موسم میں چند دریاؤں کو عبور کرنے میں بھی مشکل ہوتی ہے جیسا اس رپورٹ میں اوپر بیان ہوا سو یہ بھی ایسے لوگوں کو کہ ہوتی ہے جیسی حالت میں کہ ہم تھے کہ باوجود تمام خطرات کے اپنا راستہ طے کرتے چلے جاتے تھے۔ سوداگر ٹہنی فرحت کو اور آرام لیتے ہوئے سفر کرتے ہیں اور بانی بکثرت ملنے کے وقت کا انتظار کرتے ہیں



اس ملک کے تجارتی واسطے وہ صورت نہیں جیسے ملک روم واقع اٹلی کے تجارتی واسطے ہے۔ برخلاف اُس کے ہمنے دیکھا کہ تجارت بڑے صبر کے ساتھ دیر کے کنارے پر منتظر رہتے ہیں تا وقتیکہ پہاڑوں سے گہل کر برف بالکل دیر کی راہ نکلتی ہے اور دیر یا درجہ بدرجہ پایاب اور قابل عبور کرنے کے ہو جاتے ہیں اور اکثر تو بالکل خشک ہو جاتے ہیں ۛ

۱۳۸- کچھ تھوڑا سا حال تجارت مشرقی ترکستان بیان کرنا بھی مناسب ہے ۛ  
 ۱۳۹- ۱۳۶۳ء میں جبکہ مسٹر ٹویس صاحب نے اپنی رپورٹ گورنمنٹ میں پیش کی تھی کل رقم تجارت ترکستان کی براہ دلایہ ۲۳۴۰۴۰ پونڈ یا ۲۳۴۰ روپیہ تھے۔ اُس وقت میں چینی اس ملک میں عمل دخل رکھتے تھے اور سب سہ بڑی چیز تجارت کی افیون تھی جو اُس ملک کے قصبات میں بکثرت صرف ہوتی تھی اور باوجود اسی ممانعت ۱۳۳۵ء کے روز بروز اسکی بہتی ہندوستان سے ترقی برتی۔ بکرونگا چٹھہ سرخ رنگا ہوانو پور سے لپہہ کو جاتا تھا جہاں اسکی بیٹے بنتے تھے اور یا سو اس کے دوسرے جانوران کے چمڑے اور کپڑا مصالح اودیا وغیرہ بکثرت بھرتی کر کے تجارتی جاتے تھے تیل اور زعفران اعلیٰ درجہ کی تجارتی اشیاء تھی چونکہ رقم تجارت کی بہت کم تھی ملک یا قند سے چینی کے بدلے مل جاتے تھے گھٹ کر ایک لاکھ روپیہ یا دس ہزار پونڈ ہی رہ گئے اور افیون کی خواہش بھی اسی باعث کم ہو گئی۔ ہمارا درجہ صاحب بیاد کشمیر کے انگکاروں کی ثنوت ستانی اور ظلم کا یہ حال تھا کہ مارے خوف کے چند ہی تجارتی مال لہجانے کی دلیری کرتے تھے جب گورنمنٹ برطانیہ کی اس طرف توجہ ہوئی تو تمام ناجائز محصول اور ثنوت اور ظلم و ستم انگکاران کشمیر کے سد و دہوئی کا حکم جاری ہو گیا اور ایک انگریزی اخبار ہر موسم

سرمایہ میں بمقام لپیہ تجارت کی گزرائی اور پرورش کے واسطے مستحقین ہو گئے  
اور ان نیک تجویزوں کا نتیجہ ہندوستان میں رقومات سے ظاہر ہوتا ہے  
تجارت یہ تھی

پونڈ

روپیہ

۱۸۶۷ء میں — ۵۵۴۹۴۵ = ۵۵۴۹۴۴

۱۸۶۸ء میں — ۱۰۳۸۴۰۱ = ۱۰۳۸۴۰۰

۱۸۶۹ء میں — ۱۲۹۱۵۸۷ = ۱۲۹۱۵۸۶

۱۸۷۰ء — اس سال یعنی ۱۸۷۰ء کے شروع میں ہمارا صاحب  
بہادر کشمیر نے بموجب عہد نامہ کے تمام مال تجارت بامین سرستان ہندوستان  
کا حق محفوظ کر دیا اور گورنمنٹ برطانیہ نے بھی تمام ہندوستان کا محصول  
براہ کشمیر ہندوستان سے سرستان کو جاوے معاف کر دیا پس ہم اب  
ایسے کرتے ہیں کہ تجارت روز بروز ترقی پاوے گی :

۱۸۷۱ء — اس سال اٹالیا کی غازی کی مملکت میں داخل ہونے پر ہم یہ  
خبر سن کر نہایت خوش ہوئے کہ تجارت و کلو... ۲۳ گھوڑے محمولہ مال تجارت  
ہندوستان میں لیجائیے وسطے پاس دئے گئے تھے۔ مال تجارت کی قیمت  
وہی خیال کر کے جو سالہاے گذشتہ میں تھی یہ بیان ثابت کرتا ہے کہ  
۱۸۷۲ء میں ایک لاکھ روپیہ یا دس ہزار پونڈ کی تجارت تھی اور اب ۱۸۷۳ء  
روپے یا تیرہ ہزار پونڈ تک ترقی پا گئی۔ ایک اور ترقی تجارت کی علامت  
یہ تھی کہ جملہ تجارت ہندوستان کے جنکو ہم رستہ میں لے اپنے تجارتی تحت  
کا نتیجہ اچھا بتاتے اور خوش تھے۔ یہہ لوگ سالہاے گذشتہ میں ہونا  
اپنے نفع کی نسبت شبہ ظاہر کیا کرتے تھے اور اکثر نقصان اٹھایا کرتے تھے

مکراس سال میں سب نے نفع کثیر حاصل کرنا ظاہر کیا اور بڑی خوشی کی مہمبات  
تھی کہ یہ تہتجار و ادخواہ وزیر یار قند کی مہربانی اور سلوک کے بڑے ممنون و  
مشکور پائے :

۱۴۲- سچ یہ ہے کہ کاشغریار قند حقن اور جملہ شہر و قصبات شرقی  
ترکستان کے بڑے گنجان و آبادین مگر اپنا کوئی کارخانہ نہیں رکھتے  
اور سوائے خوراک تمام ضروری اشیاء کے لئے بالکل ممالک غیر کی آمد پر بھروسہ  
رکھتے ہیں۔ روئی کم پیدا ہوتی ہے مگر عمدہ قسم کی اور چند موٹی قسم کے پارچہ  
بھی بنے جاتے ہیں وہاں کے لوگوں کو لباس ہر قسم کے بڑی خواہش ہے اسکا  
سر انجام سرسبز صنعت ہے اسکے لئے وہاں کے باشندے کاروانوں کا انتظام  
کیا کرتے ہیں جو سالانہ قوقند اور بخشان اور اس کے بعد ہندوستان سے پہنچ کر  
وہاں کے بازار و کمروں کو دیتے ہیں۔

۱۴۳- سابقہ تجارت چینیوں کے ساتھ اب بالکل بند ہے پس چار جوان بشتیان  
وجود کے لئے مثل خوراک کے ضروری ہے براہ راست چین سے انکو حاصل نہیں  
ہو سکتی وی لوگ صرف سبز چاء استعمال میں لاتے ہیں اور یہ تہترستان میں  
کئی رستوں سے پہنچتی ہے کچھ قہمبی اور کلکتہ سے براہ افغانستان بجا اور قوقند  
جاتی ہے کچھ بڑی چکر کھا کر خطا اور سائبیریا اور وہاں سے جنوبی طرف سمیرا  
اور نینز اربٹ سے یار قند میں پہنچتی ہے اور پھر کوہ پیرک کو عبور کر کے کاشغریار  
میں جاتی ہے تہوڑی چاء کوہ ہمالیہ کو عبور کر کے اس راہ سے جوہنے اختیار کی  
یو پارمی لجاتے ہیں۔ یار قندیوں نے اپنے تئیں چاء کا بڑا پچانے والا اعلان کیا  
اور کسی سبب سے یہ دستور ہے کہ چینی سبز چاء کے سوائے تمام دوسرے  
قسم کی چاء یہ لوگ ناپسند کرتے ہیں اگرچہ چینی دیکھا کہ سبز چاء جو کاکڑہ

کی گھاٹی میں پیدا ہوتی ہے اور اُس ملک میں چینی چاء کے نام سے جاتی ہے  
اُسکو تمام بڑے بڑے پینے والے بتاتے ہیں کہ یہ چاء بڑی مزہ دار ہے اور  
کوہ ہمالیہ کی پیدائش اسکی بڑی نہیں کر سکتی \*

۱۴۴- ٹیپک اُسوقت میں جبکہ ہم یار قند میں تھے چاء بڑی سستی ہوئی  
تھی بسبب اسکے کہ بہت سی چاء بھرتی ہو کر وہاں اسی وقت پہنچی تھی وہ  
ذخیرہ چاء کا جو مقام اور شہر تاجی کے ذخیرہ خانوں میں موجود تھا آگے مغربی  
طرف چلا گیا تھا اور ہر طرف سے اُس سمت کو بکثرت چاء بھرتی ہو کر گئی تھی  
برک قسم کی چاء کو اس ملک کے لوگ چھوٹے بھی نہیں مگر میں نے سنا کہ  
ایک عجیب قسم کی چاء وہاں فروخت ہوتی ہے اور یار قند میں بڑی  
خوشگوار مشام کی بجاتی ہے یہ چاء ایک پُرانے شہر کے کھنڈرات میں ہے  
کھودی جاتی ہے وہ شہر غنم کے شہر کی طرف، دن کی راہ پر ہے  
جو بہت سال گزرے کہ دشت عظیم کو بی نام کی خاک نے اوڑھ کر اُسکو  
دبایا اور غارت کر دیا تھا \*

۱۴۵- شکر چھوٹے چھوٹے سفید سفید مکروں کی صورت میں اور مہری  
چوبی مکسوں میں بھری ہوئی جنکے اوپر روسی الفاظ لکھے ہوتے ہیں اور ہر برگ  
سے یار قند میں آتی ہے۔ ہندوستانی شکر جبکہ بھرتی ہو کر جاتی ہے دست  
بدست فوراً نفع کے ساتھ بکجاتی ہے روسی بان باقیم کی شیر بنیاں اور بان کے  
نقوش کے اکثر یار قندی و ستر خوانو پزوریکھنے میں آتی ہیں \*

۱۴۶- ہر قسم اور رنگ کی چینٹون اور لٹہ اور نبات اور پوستین  
اور دیگر قسم کے چمڑے کی ٹیری خواہش بہتی ہے۔ نفع اس قسم کی تجارت  
نے کثیر اور مختلف سالوں میں مختلف ہوتا ہے اس سال روسی کاروان

کا شکر تکت نہ آسکے اسلئے ہندوستان سے پہنچے ہوئے مال کی اچھی قیمت  
 ۱۲۷۷- ہر قسم اسلحہ کی اور سامان جنگ و جدل کی بڑی آرزو کے ساتھ  
 جستجو رہتی ہے انگریزی کارخانہ کے مال کو زیادہ ترجیح ہے۔ لیکن ہندو قوم  
 کی خسریدارمی گورنمنٹ یا رقبہ اپنے اختیار میں رکھی ہے تمام  
 اشخاص کی بغیر اجازت وادخواہ کے خسرید نہیں سکتی مین اس  
 نے مجھے کھا کہ روسی جو ٹوپیان ہندو تو ملکی سرانجام کرتے ہیں وہ ادنیٰ  
 قسم کے ہوتے ہیں اور ہمیشہ آگ وینے میں چوک جاتے ہیں اور انگریزی  
 تمام بڑے اچھے ہوتے ہیں۔ مرزا شاہی جو کارگیر اس سامان کے ہندوستان  
 اور ملکہ سے اپنے ساتھ لے گیا تھا وادخواہ نے انھیں ٹوپیان بنانے  
 میں مصروف کر دیا اور چند ٹوپیان انکی بنائی ہوئیں ہکو بھی دکھلائیں مگر اس  
 معلوم کیا کہ اوڑانے والی بارود وٹان تیار نہیں سکتی تھی ۛ

۱۲۷۸- یار قبہ سے ہندوستان کو تین یا چار چیر زیادہ بھرتی ہوتی ہیں  
 سے زیادہ پانچ منفعیت چیر اس سال میں جس تھا جسکو انگریز ہمیشہ  
 بولتے ہیں یہ منشیہ دو ایک بڑے باریک قسم کے سن سے نکالی جاتی  
 ہے جو یار قبہ میں ہر ایک کہیت کی مینڈوں پر آگتا ہے اور جبکہ ہندوستان  
 کو بھیجا جاتا ہے تو اس پر چاس سے لیکر ۵۰ روپیہ فی صدی تک کا نفع ہوتا ہے  
 ۱۲۷۹- ریشم مقامات گوما اور ختن میں پیدا ہوتا ہے اور ہندوستان  
 کو بہرتی ہو کر آتا ہے لیکن لگوں سے (گہر ریشم کے کیرے کا) یہی ریشم جدا  
 کرنے کی تدبیر نہیں اور رتار اس پر سے بخوبی تمام اور کافی جدا نہیں  
 کی جاتے اسی سبب اسکی صورت ناقص اور موٹی ہوتی ہے جس سے  
 ہندوستان کے بازاروں میں اسکی قیمت بالکل غراب ہو جاتی ہے ۛ

۱۵۰۔ پشیم بہت عمدہ قسم کی اوشس اور ترخان سے ملا تے ہیں اور اکثر کشمیر میں بھرتی ہو کر آتی ہے لیکن اس سال اس سرحد پر لڑائی ہونے کے باعث اسکو اور ترخان کے ملک کی تجارت میں خلل ہو گیا اور وہاں کی پشیم کشمیر میں فورہ بھی نہیں آئی تاہم اس سال میں اس پشیم کے نہ آنے سے سود اگر نقصان عظیم سبب گئے کیونکہ یورپ میں لڑائی پیدا ہو جانے سے کشمیری شال کے کارخانہ بہت سے بند پڑے ہیں اور اسی سبب کشمیر میں اس پشیم کی خواہش نہیں ہے \*

۱۵۱۔ باقی بھرنے یا رفتہ کی کچا سونا اور شطرنجیان جائزہ قالین گونٹ وغیرہ ہیں مینو اس رپورٹ کے ایک ضمیمہ میں قیمت کی فہرست اور باربرداری کا خرچ بھی لکھ دیا ہے \*

۱۵۲۔ تجارت کے معاملہ میں میں عموماً کہہ سکتا ہوں کہ شرقی ترکستان ہموا دیگر شاہیہ ممالک سے ہر ایک چیز تجارت کی خواہان ہے اور ماسوائے چند چیزوں کے جو میں نے ابھی شمار کی ہیں کوئی چیز عرض میں نہیں دے سکتے۔ اسلئے وہاں کے سوداگروں کو ہماری زیادہ غرض ہے اور ہماری سوداگروں کو نہیں۔ یہ ہمہ مدنظر کر کے ہمارا مطلب یہ رہتا ہے کہ ہمارے اُن کے باہر رہتے ہیں جنہی مشکلات سدراہ ہیں وہ سب دوہو جاویں تاکہ وہ ہمارے پاس آلودہ اور اکثر آویں۔ اسی غرض سے پالم پور میں ایک میلہ منعقد کیا گیا جو کانگرہ کے علاقہ پیدائش چائے کے عین وسط میں ہوتا ہے اور اُسے وہی مطلب بخوبی نکلتا ہے آئندہ جون جون یا رفتہ سوداگروں کو ہندستان کے بازاروں کی چٹ پڑ جائیگی اور یہاں کے انگریزی افسروں کو وہ دوستانہ راہ رسم ٹرانے اور اوہر کی تجارت کی ترقی کرنے پر مستعد دیکھ کر جب اہل مل جائیگی تو ان کے میلہ میں

بلانے کی کچھ ایسی ضرورت نہ ہوگی اگرچہ اُس میلہ کا جاری رہنا بہر صورت نہایت ضروری ہے  
 ۱۵۳۔ مفصل کیفیت ملک مشرقی ترکستان اور چینی تاتار کے واسطے جسے ڈینگیز  
 بھی کہتے ہیں مین ویلنر صاحب کی تصنیف کی ہوئی کتاب ٹول کننگڈم نام کا حوالہ  
 دیتا ہوں اور نیز اون کا غذاات کا جو سٹرولی صاحب اور سٹر آرچل صاحب نے  
 تحریر کی ہے مین مگر ایک مختصر بیان ملک کا اور نیز تاریخ کا اچھلک بیان کرنا بھی ناگزیر ہو  
 خالی نہیں ہے ۛ

۱۵۴۔ کل قطعہ ملک مابین خطوط ۳، ۵۵ درجہ طول مشرقی اور ۴۵ و ۳۶  
 درجہ عرض شمالی کے جواب کم و بیش یعقوب بیگ کے زیر فرمان ہو گیا ہے مشرقی  
 ترکستان کہلاتا ہے اور آسمین تین علیحدہ صوبہ ہیں جو چینوں کی عہداری کے  
 زمانہ میں جدا جدا ریاست کے طور پر رہے ۛ

۱۵۵۔ اول صوبہ جسیل ضلع کھال دا اور مٹنزی شامل ہیں اور چینی ضلع تھا جو  
 جسکا مغربی انجام ہے اور بلخاٹا کے ملکی و جنگی محکمات کے مغربی طرف سمت کتوہ  
 اور شمالی و مغربی صوبہ متعلقہ چین تک پہنچتا ہے ۛ

۱۵۶۔ دوسرا صوبہ جسکا الاسی یا کلما جسے چینی ہونیان بولتے ہیں دارالسلطنت  
 ہے بڑا وسیع صوبہ ہے مغربی طرف سرحد کتوہ سے جیل یا کش تک پہنچتا ہے  
 اور جنوبی طرف ایک سلسلہ پہاڑ سے محدود ہے جسے موگل لوگ سلسلہ کوہ

شگری بولتے ہیں اور چینوں مین وہ طیان شان کے نام سے مشہور و  
 معروف ہے اس ملک کو پانسی تو بھی کہتے ہیں جسکے معنی ہیں شمالی راہ یعنی  
 ان پہاڑوں کے شمالی طرف۔ اس ملک پر ایک جنگی حاکم بڑے اعلیٰ درجہ کا

حکمران ہوتا تھا جسکی حکومت شمالی طرف بیرونی صوبجات تار یا گاتائی کوئی ایسا  
 اہدیکہ و تک اور جنوبی طرف نان لو کے شہروں تک پہنچتے تھے صوبہ

نان لوخو و مشرقی ترکستان یکساں شغیر یا کہلاتا ہے اور تیسرا صوبہ ہے یہہ قطعہ  
یعقوب بیگ کی بنائی ہوئی سلطنت کا وسط ہے جو اسنے چینون کی حکومت غارت  
ہونے پر بنائی تھی اور جسکا کچھ تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے ۔

۱۵۷۔ شرقی ترکستان خاص سلسلہ کوہ ہاسے ٹیان شان و کیون لیون  
و شمالی سلسلہ کوہ کرکاش کے درمیان میں واقع ہے مغربی حد اسکی نشیب و  
پامیر اور سلسلہ کوہ بلورشاغ اور الائی ہین اور مشرق میں وشت گو بی  
سے محدود ہے ۔

۱۵۸۔ کل رقبہ اس قطعہ زمین کا ۸۰ ہزار مربع میل شمار کیا گیا ہے ویران  
اور بنجر زمین زیادہ ہے مزرعہ زمین خاص کر شمالی اور مغربی نشیبون میں  
اور دریائے تارم کے نالونکے کنارہ کنارہ واقع ہے ۔

۱۵۹۔ طول شمالاً و جنوباً ۵۰۰ میل و مشرق سے مغرب تک عرض ۴۰۰  
میل تخمیناً شمار کیا گیا ہے ۔

شرح۔ ولیمز صاحب اس کل قطعہ کو قریب ۲۵۰ میل مشرقاً و جنوباً کہتے ہیں  
اور ۳۰۰ سے ۵۰۰ میل تک مختلف جگہ چڑا ہے ۔

۱۶۰۔ جو ہندیان روسی جغرافیہ والنون نے لکھی ہیں اگر وہ اسی پیمانہ سے  
جسے ہم استعمال میں لاتے ہیں پیمائش کی گئی ہیں تو کاشغیر یا کے شمال اور جنوب  
کی طرف پہاڑ اور چوٹیاں سلسلہ کوہ ہاسے کرکورم و کیون لیون کے نہایت نیچے ہیں  
۱۶۱۔ ہندیان سندرجہ ذیل ہیں

کوہ ٹنگری کہان کی چوٹی ————— ۲۱ ہزار فٹ  
سلسلہ کوہ ٹنگری کہان ————— ۱۷ ہزار فٹ  
اسک گل کے گرد فواج کی ہندیان ————— ۱۵ ہزار فٹ



اوسط بلندی سلسلہ کوہ ٹیان شان میں اس کُل کے نزدیک - ۱۲ ہزار فٹ  
 ۱۶۲ - کوہ ٹیان شان کی گذرگاہ چاٹرگیول وسیگل نام جیلو نکلے  
 پاس دس ہزار سے ساڑھے گیارہ ہزار فٹ تک بلند ہیں صرف مزارت  
 نام گذرگاہ ۱۶ ہزار فٹ ہے ۛ

۱۶۳ - لداخ کی مٹرک کی گذرگاہ زوجی لانا نام گذرگاہ واقع کشمیر کے ۱۱ ہزار  
 فٹ بلندی سے ۸ ہزار فٹ تک اندر اور باہر جنگ جھوگھائی میں ہیں ۛ  
 ۱۶۴ - کاشغر یا مین بڑے بڑے شہر کاشغر دار السلطنت وینکی حصار و  
 یارقند و کرغالب و گوما و اپچی اور چہ اور شہر ہیں جسے صوبہ ختن  
 بتاتے ہیں اور اسکو بائی سائر نام اوش ترخان کر شہر گچا بھی اسی  
 صوبہ میں واقع ہیں ۛ

۱۶۵ - دریا کاشغر یارقند تسنا ف سنجو آر پاک اور کرکاش  
 میں جو بعد بلخانے کے تارم نام سے بولے جاتے ہیں -  
 کہتے ہیں کہ تارم دریا جھیل لوب یا لو کنور میں ہو کر بہتا ہے لیکن  
 عام رائے جن لوگوں سے میں نے پوچھا ظاہر ہوئی کہ وہ ایک دشت عظیم  
 میں بہتا چلا جاتا ہے اور اُس میں غائب ہو جاتا ہے ۛ

۱۶۶ - کاشغر سے توقند تک ۴۰۰ میل کا فاصلہ بتاتے ہیں روسیوں کی  
 چوکی دریا نارین پر کاشغر سے ۱۳۴ میل یا آٹھ دن کے سفر سے زیادہ ہیں ۛ  
 ۱۶۷ - میں نے کچھ ایسی بھی تحقیقات کی ہیں تو مارکو پولو صاحب کے سفر نامہ کے  
 چند فقرات کی تائید ہوتی ہے صاحب موصوف بعد ذکر شہر ختن کے بیٹی  
 نام صوبہ کا بیان کرتے ہیں جو شمال و مشرقی طرف پانچ منزل پر واقع تھا  
 اور اُس میں بہت سے شہر اور سنگین حصار تھے جن میں سب سے بڑا پین تھا

اُسی سمت میں آگے بڑھ کر مار کو پو لو صاحب کہتے ہیں کہ صوبہ چارچان ہے جو زمانہ قدیم میں سرسبز اور زرخیز تھا لیکن تاتاریوں نے اُسے ویران اور برباد کر دیا اس صوبہ کا دارالسلطنت بھی چارچان نام شہر تھا دریا س ملک میں بڑے بڑے روان ہیں اور اُمین مریج اور رنگ برنگ کے پتھر جواہرات کی قسم سے بافراط ہوتے ہیں جو فروخت کے لئے ملک کی تہی کو جاتے ہیں اور اس قدر کثرت ان پتھروں کی ان دریاؤں میں ہے کہ گویا اعلیٰ درجہ کی چیز تجارت کی ہے :

۱۶۸۔ نہ تو ان صوبوں کا ہمارے نقشوں میں نشان ہے نہ ابھی تک کسی نقشہ کیا ہے کہ ان کے شہر و سکے نام مقرر کر کے اور ٹھیک جگہ پر نقشوں میں درج کریں۔ اس معاملہ میں صوبہ پٹین کی نسبت ڈمی این ول صاحب نے کچھ کوشش کی ہے جو روسی بتاتے ہیں کہ درجے طول میں ختن سے واقع ہے پٹین کا نام پوام اور پوان بھی لکھا گیا ہے اور اس تھوڑی سی اطلاع حاصل کرنے سے پیچھے ان مقامات کے ٹھیک جگہ قائم کرنے کی اولاد پہنچ گئی جیسا کہ میں آگے لکھوں گا :

چارچان کا نام خیال کرتے ہیں کہ شاپان سے مطابق ہے اور ڈمی گاد نیز صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک ضلع چن چن نام حامی کی جنوبی طرف جیل لوپ کے نزدیک واقع ہے :

۱۶۹۔ میں نے ان صوبجات کی نسبت بہت تحقیقات کی اور عرصہ دراز تک کامیاب نہ ہو سکا آخر ایک روز میری ایک ہوشیار تاجک کے افسر سے ملاقات ہوئی جو پیشتر سو داگر تھا اور تھوڑے ہی عرصہ سے اٹالین کی خدمت میں داخل ہوا۔ یہ شخص خاص اکثر شہر ماسکو اور بہت شہروں وسط ایشیا میں بیڑ مال

ایک سفر کرتا رہا اور اگر میں اُسکو بڑا جغرافیہ دان وسط ایشیا کا کہوں تو بجا ہے  
 میں نے اُس سے کانہامی طلا و جواہرات کی نسبت دریافت کیا جنکو کہتے ہیں  
 کہ ختن کے نزدیک موجود ہیں اُس نے کھا کہ مجھ چیرین اصل میں مقام چار چاند  
 سے آتی ہیں جو ایک بڑا شہر اُس سلسلہ کوہ کے دامن میں واقع ہے کہ ختن  
 سے چین تک برابر پہیلا ہوا ہے مقام چار چاند ختن سے ۴۰ دن کے راستہ  
 پر واقع ہے اور سڑک اُسکی دامن کوہ میں کو جاتی ہے اور بارہ بڑی بڑی  
 ندیاں عبور کرنی پڑتی ہیں جو سب ملکر ایک دریا درخار بن جاتی ہیں اور یہ دریا  
 جہیل لوپ میں کو چلا جاتا ہے شہر چار چاند میں تاتاری مسلمان بستے ہیں  
 وہاں کارخانے بھی جاری ہیں اور چین والوں سے تجارت بکثرت ہوتی ہے۔  
 ختن سے چین کی سڑک اس شہر کے درمیان ہو کر گذرتی ہے۔ اُس تاریخ  
 کے لحاظ سے جو شخص مذکور نے مجھے بتائی میں جانتا ہوں کہ چار چاند شاید  
 کہیں ۹۶ درجہ طول شرقی اور ۳۶ درجے عرض شمالی پر واقع ہوگا اُس شخص  
 کے بیان بارہ دریاؤں اور سبزہ وارشیں ہونے جن پر سڑک گذرتی ہے ظاہر  
 ہے کہ بلند سلسلہ کوہ کیوں لیون کا ختن میں ختم ہونے کی بجائے جیسا کہ بعض  
 ہمارے جغرافیہ دان کہتے ہیں اس تمام سڑک کے کنارہ کنارہ پہیلا ہوا ہے  
 یہاں تک کہ چینی نہاڑوں سے جا ملتا ہے۔ میرا تا جاک دوست فارسی زبان  
 بڑے زور کے ساتھ بولتا تھا جو اند جان کی بولی کا دستور ہے حرف اے  
 اُسکی زبان سے او کی اصل کی مانند نکلتا تھا۔ اُس نے مجھ کو کھا کہ یہ بارہ دریا شاید  
 یعنی پامین ملک میں ہو کر گذرتے ہیں اور اس سے مجھ مار کو پولو صاحب کے  
 صوبہ پامین کے وجہ تسمیہ کا اشارہ ملا۔ کرنیل گارڈن صاحب جس نے میں  
 میں ملا تھا اور جو مالک وسط ایشیا سے کمال واقف کار ہیں اور بجا سب کچھ

اوس ملک کا قریہ قریہ دیکھ آئے ہیں انھوں نے بولکر ملک کی نسبت کہ جسپر  
جنرافیہ دائروں کی بڑی بحث رہی ہے یہ وجہ تسمیہ بیان کئے کہ لفظ بولکر  
نقل میں بالاسے جسکے معنی بلند کے ہیں چنانچہ میرا وہ تاجک دوست بھی  
اپنی بولی میں لفظ بالاکو بولر بولتا تھا اور اس سے میں یقین کرتا ہوں کہ  
مارکوپولو صاحب نے جو ملک بولر اور صوبہ پیدین لکھا ہے وہ درحقیقت  
بالا اور پائین ملک کا ترجمہ ہے :

۱۰۱۔ تاجک مذکور نے لکھا کہ اس پائین صوبہ میں زمانہ قدیم میں بڑی بڑی  
شہر آباد تھے جو ریت میں جو بحر غارت ہو گئی مگر جان صاحب بھی اپنی  
رپورٹ سفر نامہ فتن میں بھی بیان کرتے ہیں اور اور بہت سے شخصوں  
کی بیاناتی تھی تا کہ ایک بڑا شہر نکلا مکان نام اسی نام کے دشت میں  
واقع تھا جو تھوڑا بہت اب ظاہر ہو گیا ہے غالباً کہو دنے سے بلکہ زیادہ تر  
اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس شہر پر سے ریت اوڑھ گیا  
اور اُس کے کنڈرات دکھلائی دیئے گئے ہیں :

۱۰۲۔ دشت عظیم کو بی نام میں جو لوگ جانے کی دلیری کرتے ہیں  
انکی نسبت تاجک مذکور نے یہ ذکر کیا کہ انکو طرح طرح کی عجیب و غریب  
آوازیں سنائی دیتی ہیں اور اس دشت میں بہت سے بہت پیت  
ہستے ہیں جو مسافر دیکھتے ہیں اور ایسا ہی حال وہاں کا ۶۰۰ سال گذر کر  
کہ مارکوپولو صاحب نے لکھا ہے :

۱۰۳۔ سنو رین عیاں یونکا یہاں نام و نشان بھی نہیں ملتا اور انہوں  
نے جو عمارتیں بنائی تھیں وہ سب مدت سے غارت ہو گئیں اور نہ لوگوں کو  
چال چلن اور وضع قطع میں کوئی علامت اُس صادق ایمان کی پائی جاتی

ہے وہ سب لوگ محمد کے قابل اور انکو ہی مانتے ہیں

۱۷۳- شہر یار قند کی زمین کی نسبت طرح طرح کے مختلف رائے ہیں

کرنیل پول صاحب اپنے کیتھی نام کتاب میں قریب چھ جیسے حدود مقام

برائسکی جگہ قائم کرتے ہیں جو بائیں ۶، ۷ ورجہ ۳۰ دقیقہ طول شرقی سکے میں چینی

مشنری سرور یعنی زمین پیمائش کنندہ اسکو ۷، ۷ ورجہ ۳۳ دقیقہ پر قائم

کرتے ہیں اور مسٹر شا صاحب جنہوں نے بنظر غور ہمارے تمام سفر میں اس

امر پر لحاظ رکھا یار قند کی جگہ ۶، ۷ ورجہ پر بتائے ہیں

۱۷۴- اسیطح آبادی اور وسعت یار قند کی نسبت مختلف روایتیں مشہور

ہیں ایٹ کنسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ اُس میں قریب ۴۰ ہزار کے

مکان اور شاید ایک لاکھ باشندے ہیں مچل صاحب کہتے ہیں کہ

یار قند میں ۳۲ ہزار مکان ہیں شہر کے گرد ایک فصیل ہے ۸ فام

یعنی ۴۸ فٹ یا ۶ اگر بلند اور ۷ میل اُسکا محیط ہے شہر کے چار

دروازے ہیں

۱۷۵- ولینر صاحب کا قول ہے کہ نگلی عمارتے شہر پناہ کا محیط میں ہے

اور آبادی بیشک و شبہ ۲ لاکھ آدمی سے زیادہ ہے اور میں یقین کرتا

ہوں کہ اور مورخ ایک لاکھ بیس ہزار باشندے کہتے ہیں مسٹر ڈیکوس صاحب

ظاہر کرتے ہیں کہ یار قند میں غالباً پچاس ہزار آدمی سے زیادہ آبادی ہے

اُسکے گرد پانچ دروازے ہیں اور شہر پناہ مٹی کی ہے جسکے آثار پر شاید

ایک گاڑی چل سکتی ہے اور اُسکے گرد خندق نہیں

۱۷۶- ہری چند ایک بڑے ہوشیار و تجربہ کار نے میرے کہنے پر شہر کا

ایک خاکہ اوتاراجکی ایک نقل تمبہ میں صبح کی گئی ہے اُس نے شہر پناہ کے

باہر قدموں سے ناپنا شروع کیا اور معلوم کیا کہ محیط شہر کا کل ۹۱۰ قدم ہے  
 اس سے ایک میل مربع سے کیتقد زیادہ رقبہ شمار ہوتا ہے شہر کے اندر  
 شہر پناہ کے متصل باغات زمین جو مکانات سے متعلق ہیں اور جن قطعات  
 شہر کی ہمنے سیر کی وہاں دیکھا کہ مکانات کی دیواروں کے آثار موٹے موٹے  
 ہیں اور صحن کے واسطے بہت جگہ لگنی ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے  
 کہ سوائے بڑی بازاروں کے اور سب جگہ آبادی گنجان نہیں ہندوستان  
 کے ایسے شہروں سے مقابلہ کرنے پر میں جانتا ہوں جو کچھ آبادی عموماً  
 شہر یار قند کی مشہور ہے اُس سے بہت کم ہوگی بازاروں میں گردنواح  
 کے دیہات کی خلقت کا اثر اجڑا ہوا رہتا ہے جو رات کو اپنے اپنی گھر چلے جاتے  
 ہیں شاید ان لوگوں سے ہی آبادی زیادہ معلوم ہوئی ہوگی ایک کشمیری  
 اسکال نام نے یہہ تفریق آبادی شہر کی بیان کی

بدخشان کے باشندے ————— ۲۰۰۰

بلتستان کے لوگ ————— ۲۰۰۰

کشمیری ————— ۱۰۰۰

اندجانی اور قوقندی ————— ۳۰۰۰

تنگانی ————— ۵۰۰

یار قندی ————— ۵۰۰۰۰

ان یار قندیوں میں سے قریب پانچ ہزار کے سوداگر ہیں اور یہی قدر فقیر  
 اور محتاج و درویش وغیرہ ہیں اور باقی خواہ تو اپنے ورثہ کی زمین کی کاشت  
 کرنیوالے ہیں یا درویشوں سے کرایہ پر لیکر زراعت کرتے ہیں  
 ۱۷۱۱ میری رائے میں اس تفریق سے تخمیناً کل آبادی ۶۰ ہزار آدمی کی ہے

اور یہ حساب شاید کل ملک کی آبادی دریافت کرنے میں ہماری مدد دی  
 - اسی حکام مختلف تھینہ آبادی کل ملک ۳۰ لاکھ سے ۲۰ کروڑ اور اخیر ۳۰ کروڑ  
 تک کرتے ہیں۔ ولیم صاحب صرف بڑے بڑے شہروں کی آبادی بیان  
 کرتے ہیں اب اگر ملک شہرستانی ترکستان ویران ہے زراعت اور آبادی  
 صرف دریاؤں کے کنارے کنارے ہے۔ اب یار قندھوب سے بڑا شہر ہے  
 ۴۰ ہزار آدمی کی آبادی کا فرض کر کے شاید ہم یہ معلوم کر سکیں کہ ایم ڈاکٹر  
 صاحب نے کل ملک کی آبادی کو ۸۰۰۰۰۰ شمار کر دینا کچھ بہت غلط نہیں لکھا  
 ۸۷- سنگی مارا شہر پناہ اور ۱۰ گز بلند جس کے اوپر گاؤں چل سکے یہ بیان  
 یار قندھار است نہیں یار قندھین پتھر بالکل نہیں تمام مکانات دیو پ میں خشک  
 کے ہوئے اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں یہ اینٹیں نہایت سخت اور مضبوط ہوتی ہیں  
 شہر پناہ سٹی کی ہے قریب ۸ فٹ بلند اور کنگرے اور مورچے اسی میں نکالے  
 ہوئے ہیں شہر کے دروازے پانچ ہیں سنگی شہر کا قلعہ ۶۰۰ قدم یار قندھ  
 ہے اور مربع بنا ہوا ہے ہر ایک طرف اس کے ایک ہزار قدم طویل ہے شہر یار قندھ  
 کو اسکا صرف ایک دروازہ جانی کے واسطے ہے ۶

۱۷۹- یار قندھین ۱۲۰ محلے ہیں منجملہ جس کے کشمیری محلہ کہتے ہیں کہ سب سے  
 بڑا ہے ہر ایک محلہ میں ایک ایک مدرسہ ہے جہاں سوائے قرآن کے اور کچھ  
 بہت کم پڑایا جاتا ہے ۶۰ کالج شہر میں لوگ بتاتے ہیں مگر میں سیری دانت میں  
 اس میں بڑا مبالغہ ہے اس شخص تا جب نے مجھے کہا کہ وہاں صرف تین  
 چار کالج ہیں جہاں قرآن علی درجہ کی تعلیم جاتی ہے جو وقت ہم بازار میں ہو کر  
 گزرے دو کالج ہم نے بھی دیکھے گلی گوپے گاؤں چکرے کے نیچے کو کافی  
 چوڑے ہوتے ہیں اور بازار بیانیگی کیر و شہر کے بازاروں سے بہت مشابہ ہیں

لیکن سوائے اسکے کہ بعض بعض دوکانوں اور مکانوں پر اوپر ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا ہے کوئی مکان دو منزلہ ہی نہیں ہوتا اس سے شہر خوبصورت نہیں دکھائی دیتا۔

۱۸۰۔ مشرقی ترکستان یا کاشغریہ کے لوگ مسلمان ہیں اور خاص کر بڑے بڑے مسلمان سنٹی فرقہ کے بستے ہیں چند چینی لوگ جو قتل عام سے بچ رہے تھے وہ بدلا چارمی اپنی چوٹیاں کٹوا کر مسلمان ہو گئے ہیں شیعوہ مسلمانوں سے یہ لوگ نہایت نفرت کرتے ہیں یہاں کی مسلمان خصوصاً ترک سے ہیں اور ترکی زبان کے جگتا ہے بولی بولتے ہیں ہندو سواگون کی آئینگی اور شہرت وہ اس واسطے کرتے ہیں کہ وہ بہت دولت ان کے ملک میں لیجاتے ہیں لیکن انکو سوار ہو کر اور دستار باندہ کر پھرنے کی اجازت نہیں ہوتی چینیوں کی عکدارمی کے زمانہ میں مسلمان خواب غلامی ہو گئے اور اتالیق غازی کی سخت محنت اور تدابیر سے اب اپنے مذہب کی رسموں کو بخیر داری تمام برتنے لگے ہیں انہیں سے بعض ہمارے عمرانیوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے پوشیدہ اپنا افسوس ظاہر کرنے لگے کہ زمانہ سابق میں یہاں بڑی عمدہ عکدارمی تھی جبکہ سواگون گوشت اور شراب کے آزادانہ فرے چکیتے تھے اور جب دل چاہے جشن اور ڈانے تھے قاضی محمد یعقوب نے جبکہ اتالیق غازی کی سخت حکومت کا ذکر کیا اسوقت یہ بھی کہا کہ سفر کرنے میں ایک بڑا فائدہ مجھ کو یہ حاصل ہوا کہ ہر قوم و ملت کے لوگوں میں محبت پا کر میرے دل سے تعصب بالکل جاتا رہا اور اسے خود اقرار کیا کہ میرا چچا اسباب میں بڑے بڑے مسلمانوں کے سے خیالات اختیار کرتا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے سلطنت کے بخارا کے نمونہ بنایا جاتا ہے یہاں ہر باب میں مذہب اسلام کی تائید



ہوتی ہے اور اپنی عدالت کے بند و بست اور نیز اپنی راسخ الاعتقاد و مذہب کے جاننے کے واسطے تمام دستورات اور طریق بنجارا کے بکڑتا جاتا ہے چنانچہ اُسی کے بموجب وہ اب لفظ بدولت کے لقب سے یعنی اتباہ شدہ پکارا جاتا ہے۔

۱۸۱۔ مین اس رپورٹ میں اس ملک کے لوگوں کی مفصل کیفیت چال چلن و رواجات کے بیان کر نیکا مقصد نہیں کرتا کیونکہ اول تو مین اُس ملک میں ایسے تھوڑے روزہ نگار ہیں۔ چھوٹی چھوٹی تحقیقات قابل یقین کر سکا علاوہ اسکے سٹرٹا صاحب جو مدت تک اس ملک میں سیر کرتے رہے اور اس سبب سے اُنکی تحریرات دلچسپ اور مفید ہیں اُنہوں نے چند روز ہوئے کہ ایک کتاب اپنے سفر یارقند و کاشغر کی چھاپ کر شائع کی ہے جس میں اُنہوں نے ایسی ایسی تحقیقات کر کے بھر دی ہیں کہ میرے بیان کی حاجت نہیں رہی۔ اور پھر کاشغر یا اور کنہاٹ کے باشندوں میں ایسی بڑی مشابہت ہے کہ ایسی باتوں کا ثوقین مونس و ہمیر ہی صاحب کے سفر نامہ وسط ایشیا کو دیکھ کر بخوبی اپنی مراد کو پہنچ سکتا ہے۔

۱۸۲۔ کاشغر یا کی تاریخ بڑے قدیم زمانہ سے شروع ہوتی ہے یعنی اہوت سے جبکہ کباس نام بادشاہ نے افراسیاب کی دختر کو بیاہ کر صوبہ ختن جنہر میں لیا تھا اور اپنا دار الخلافہ کنگ مین مقرر کیا اور شاید یارقند کا نام بگڑ کر کنگ شہور ہوا ہے جو دہویں صدی میں یہ صوبہ جو نئے ہاتھ آیا جو محمد کی نسل سے ہیں اور جو کوہ الائی کو عبور کر کے بنجارا سے آئے۔ ۳۳۵ء تک یہ صوبہ اُس ملک پر حکومت کرتے رہے لیکن انہیں اسپین تارخہ پیدا ہو کر فریق مغلوب نے کسی ساعت بد میں چین والوں سے کمک کی

ورخوہست کی اور شہنشاہ میں کل ملک زیر فرمان شاہنشاہ بدین ہو گیا اور  
 شاہ کے بادشاہ پر قوت مذکور بہاگ گئے جہاں سے وہ ہمیشہ اپنی سلطنت بجالا کر  
 قصد کرتے رہے اور سب سے بڑا فساد جہاں گھر کے ماتحت مسلمانوں نے  
 ۱۲۲۶ء میں کیا تھا جبکہ افسر مذکور فریاد گزار ہو کر حکیمین میں پہنچا گیا اور وہاں  
 اُسکا سہرتن سے جدا کیا گیا۔ اس فساد کے فرو کرنے میں جو چینوں  
 کو تکلیف اور خرچ پہنچا اس بہانہ سے ۲۰ برس بعد انہوں نے اس ملک  
 پر ایک عجائب محمول لگایا۔

۱۸۳۱ء - ۱۲۶۵ء میں شنگائیون کے باغی ہو جانے کے باعث چینوں کی  
 سلطنت میں اتاری پہل گئی اور خو جون کو ایک بار پہر عہدہ موقع اپنا  
 ملک بجالا کرنے کا ہاتھ آیا لیکن یہ شہر ہے کہ اگر جہ یعقوب بیگ قوت  
 سے بزرگ خان سردار نسل خود جہا کے ماتحت ملک کا شرف وغیرہ کو وضع  
 کرنے گیا تھا اور بعد فتح وہ ظاہر چند سال تک اپنے آقا کی فرمانبرداری  
 کرتا رہا مگر چونکہ بزرگ خان بڑا نالایق تھا اور اپنی بڑائیوں سے اپنی رعایا  
 کی نظر سے گر گیا تھا پس یعقوب بیگ کو اُسکے تخت سے اتارنے اور ظاہر  
 اپنے نام سے سلطنت کرینیکا کو نئی خوف نہ تھا۔ اور نہ اُسکو کوئی روکنے والا  
 تھا اسلئے اُسے بزرگ خان کو جان سے مارنے کی بجائے ہندوستان میں  
 یہیچدیا کہ تم مکہ میں جا کر حج کرو اور پھر اُسی جگہ رہو۔ دو سال ہوئے کہ میں  
 اُس سے لکھ میں ملا تھا لیکن بعد ازاں میں نے سنا کہ اُس نے ہندوستان میں  
 پہنچ کر اپنے ارادہ کو بدل دیا اور کابل اور بخارا کی راہ سے قوت کو چلا گیا  
 ۱۸۴۴ء - یعقوب بیگ نے تمام چینوں کو قتل اور ملک سے نکال کر اور  
 فریاد پر آپکو ختن کا بادشاہ بنا کر فوراً کل ملک کا شرف یا میں اپنی حکومت

قائم کرنے میں مصروف ہو گیا اور چند سال میں اپنی سلطنت کے کاروبار میں بڑا مستعد چالاک اور عقلمند ظاہر کیا مسٹر شاہ صاحب میوڈ صاحب فی جوچہ جہینے تک کاشغر اور یارقند میں رہے اس کے انتظام کی قوت اور خوبی کا بیان کیا ہے اور جہاں کہیں ہم ملک میں گئے اس کی نیک سلطنت کے آثار نمایاں تھے تمام اعلیٰ اعلیٰ عہدے سلطنت کے اپنے ہم وطنوں کو دیکر اس سے لوگوں کے شرف و فساد کا بھی خوف نہیں رہا بموجب قاعدہ حکمران کے اس کے ماتحت مثل داوخواہ یارقندی و بیگ ہامی ختن و اکسو وغیرہ اپنے اپنے صوبہ کے انتظام کے خود جوابدہ ہیں اپنی جدی فوج رکھتے ہیں جن کا تمام خرچ اپنے صوبوں کی مالگذاری سے منہا کر کے زائد روپیہ کاشغر میں اتالیق غازی کے پاس بھیج دیتے ہیں مارنے اور زندہ رکھنے کا حق صرف بادشاہ ملک کو حاصل ہے اور اب جو وہ اپنی دار السلطنت سے غیر حاضر ہو واپس آنا انتظام عالم قلی عرف بیگ بچہ کو سپرد ہے مگر اتالیق کا اول نصبت داوخواہ محمد یونس ہے ۛ

۱۸۵- ملک کی آمدنی کا دریافت کرنا مشکل کیونکہ انتظام مذکورہ بالا کے بموجب بعد تمام اخراجات وضع کرنے کے صرف بچت کا روپیہ خزانہ شاہی میں داخل ہوتا ہے جینیونکی غلذاری میں کہتے ہیں کہ یارقند میں محصولات پریسٹ کی آمدنی سالیانہ ۴۵۰۰۰ پونڈ یعنی ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ ہوتی تھی اور ماسواے ان کے ۳۵۰۰۰ بوری غلہ کی ۵۴۵۶۹ تھان پانچ ۱۵۰۰۰ پونڈ تا بنبا علاوہ نقرہ طلا اور سن وغیرہ کے بطور ٹیکس وصول کیا جاتا تھا ۛ

۱۸۶- جب یعقوب بیگ نے عنان سلطنت کی اپنے ہاتھ میں لی تمام ٹیکس

سوامی مجوزہ قرآن کے موقوف کردئے اور چالیسواں حصہ تمام پیداواروں کا  
 کسانوں سے لیا جاتا ہے اور خاص حالتوں میں مثلاً بلخ کے میو جات و دیگر  
 وغیرہ کے لئے، تنگو مقرر ہیں یعنی ایک روپیہ فی طناب۔ (پچانو زمین پر)  
 میں تمام مسلمانوں سے چالیسواں حصہ وصول کیا جاتا ہے اور بیسواں حصہ ہر  
 ایک غیر آدمی سے۔ تمام سڑکوں اور دروازوں پر سخت پہرہ متعین رہتا ہے  
 جسے کوئی چیز بغیر محصول نہیں نکل سکتے اور بھرمونکے واسطے سخت سرائین مقرر  
 ہیں لیکن ایسا نذاریو پاروں کو مشرقی ترکستان میں کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے  
 واد خواہ ہندوستان کے سوداگروں پر بڑی مہربانی سے پیش آتا ہے  
 اور آئندہ کے واسطے اُنکی ہمت اور حوصلہ بڑھاتا ہے۔ اس سال بارقہ  
 میں اتالیق کو روپیہ کی بڑی ضرورت پڑی اور واد خواہ نے شہر کے  
 بڑے بڑے سوداگروں سے روپیہ قرض لیا کچھ عرصہ بعد وہ ضرورت رست  
 ہو گئی اور مالگذا رمی کارروپی تحصیل ہو کر آیا واد خواہ نے تمام قرضہ فوراً  
 ادا کر دیا جس پر رعایا اُنکی نہایت شکر گزار ہوئے یہ امر  
 قابل ہے کہ مغربی اقوام اسکی پیروی کریں +

۱۸۷۶ جبکہ اتالیق غازی کی فوج میں گھوڑوں کی ضرورت ہوئی تو شہر والوں کو  
 اُنکے مال کی خاطر خواہ قیمت ادا نہ کی گئی غرض محنت مزدوری ہر ایک کی  
 فوراً ادا کی جاتی ہے اور دیہاتوں کے حق میں وہی انصاف اور فیاضی کیجاتی ہے  
 جیسے میں بیان کی مگر مجھے پہر بھی خوف ہے کیونکہ جو تذکرہ میرے گوشہ نشین  
 ہوئے اُنسے واضح ہوا کہ بالفعل سوائے سوداگروں کے اور کسی کو اس عہدہ  
 تدبیر کا فائدہ نہیں پہنچتا +

۱۸۸- اب کچھ ذکر اس لڑائی کا کیا جاتا ہے جو اتالیق غازی سنگانیوں کے

کر رہا ہے۔ استباب میں بڑی بحث ہے کہ یہ تنگانی کون ہیں بعض کہتے ہیں  
 کہ تنجن لفظ ترکی ہے جسکے معنی باقی ماندہ ہیں اور یہ لفظ چین کے باغی رعایا کے  
 واسطے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ اون ترکیوں کی اولاد سے خیال کئے جاتے ہیں  
 جو سکندراعظم کے ساتھ مشرقی ممالک کی مہموں میں گئے اور جو ملک  
 انہوں نے فتح کئے وہیں آباد ہو گئے بعض یہ کہتے ہیں کہ لفظ تنگانی چینی  
 زبان کے لفظ تنجن یا تنین سے نکلا ہے اور اسکے معنی جنگی لوگ بستے بسانے  
 والے کہ ہیں اور ان لوگوں کو اسلئے اس نام سے پکارا گیا کہ اونکو سلطنت میں  
 کی مغربی حد کے اور تمام ملک جو صوبہ کنوہ کے بار واقع ہے اسکے آباد کر نیکی  
 بھیجے گئے تھے غرض انکے نام کی وجہ تسمیہ کچھ یہی ہو یہ لوگ اصل میں  
 جبکہ انکے بادشاہ نے انہیں چین میں بھیجا مسلمان تھے اور اگرچہ  
 وہ بخیر ہی میں تمام دستورات اور رسم چینیوں کے برستے ہیں مگر آجکلے دن  
 تک اپنے پیغمبر محمد کے قایل ہیں اور شراب خواری اور افیون اور  
 تمباکو وغیرہ منشی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور چونکہ چینیوں کے دربار میں  
 انہیں اعلیٰ عہدہ ملنے کی اجازت نہیں اسلئے صرف سپاہ میں بہرتی کئی  
 جاتے تھے اور بعض مصنف کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی ذاتی بہادری اور  
 جنگجویی کے واسطے مشہور و معروف ہیں ۛ

۱۸۹۲ء میں ان تنگانیوں کی تعداد ۳۰ کروڑ تک پہنچ گئی تھی  
 اور اندرونی ملک چین اور صوبہ کنوہ کے تمام قطعہ پر بھی لوگ آباد تھے ۛ  
 ۱۹۰۰ء انکی بغاوت کا سبب کچھ ظاہر نہیں ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ  
 ۱۹۰۲ء میں ایک لاکھ تنگانی ممالک ششی کنوہ سیچون اور تیان  
 میں باغی ہو گئے اور بعد جنگ و جدل عظیم کے یہ صوبہ کنوہ سو لاکھ لاکھ

اور بہ لاچار سی مغربی ضلع اور مٹھری میں آباد کئے گئے جبکہ وہ اب تک قابض ہیں  
 ۱۹۱- ۱۲۷۷ء میں تنگانی لوگ صوبہ اکسوپر بھی قابض ہو گئے اور  
 چینیوں کا عمل دخل ترخان کچا کر اشہر کہاں اور نیز و وسر جو شہر ولسی  
 اٹھا دیا اور یہ لوگ بیشک مشرقی ترکستان پر بھی اپنی حکومت  
 جمادیتے اگر یعقوب بگ اگر کا شغری قبضہ نہ کرتا تو بڑے عرصہ بعد یعقوب  
 نے اکسوپر بھی اپنا قبضہ کر لیا اور تنگانینو کو سلسلہ کوہ طیان شان کے  
 جنوبی شہروں میں بھگا دیا اور مثل چینیوں کے تنگانینو کو بھی قتل کیا  
 ۱۹۲- ان تنگانینوں نے جو دستور بغاوت نکالا تھا انکی دیکھا دیکھی  
 چین کے دور وراز قطعات میں صوبہ کلا جہ کے قلماق اور تراچی باشندوں کو  
 بغاوت کی ہوس پیدا ہوئی اور مندرجہ ذیل حال تراچیوں کا مسٹر آرچل صاحب  
 نے عنایت فرما کر مجھے بتایا :

۱۹۳- ۱۲۷۹ء میں خوجون نے ملک کا شغریا میں سر مشور ش اٹھا کر  
 چینیوں کو یہ تدبیر معمولی سو جہائی کہ آئندہ انکی نافرمانی واری کی حفاظت کر لے  
 بہت سے کا شغری صوبہ کلا جہ میں جلا وطن کر کے بھیج دیے کہتر میں کہ بعد  
 استخراج خوجون کے اس طرح ۸ ہزار سے ۱۲ ہزار تک لوگ نکالے گئے یہ لوگ  
 اُس سرزمین میں جا کر غلامی کے کاموں میں مصروف کر دیئے گئے اور جو  
 چینی سپاہی وہاں آباد تھے انکی غلامی کرنے لگے غلام ہو کر اور محنت  
 کشی اور سخت مصیبت کے عالم میں رہ کر یہ لوگ تراچی نام سے مشہور  
 ہوئے یعنی سخت محنت کش لوگ :

۱۹۴- ہوا، ہوا، ششی یا تنگانینوں متوطن کنسودہ کی سرکشی کی خبر سنکر  
 کچھ عرصہ تک صوبہ الائی کے باشندے سرکش ہوئے اور اس فساد نے صوبہ

ڈرنگیزیا کے گنجان آبادی کو کہ تجارت اور زراعت میں توجہ تمام  
مصرف تھے بغاوت کی ترغیب نہ دی ہوتی اگر اتفاقاً واردا تین نہ واقع ہوئی  
ہو تین جنسے تنگانیوں اور تراچیوں کے دل پھر گئے ۛ

۱۹۵- اتفاقاً واردا تین یہہ پیش ہوئی تھیں جیسے بخارا لائی اور قوقند  
روسیوں سے مقابلہ کرنا اور کل لین کا کلا جہ سے تاشقند تک یعنی شمالی راہ  
تجارت چین و وسط ایشیا کا میدان جنگ بنجا تا اور اس سبب تجارت کا موڑ  
ہونا جس سے بہت سے لوگ اپنے کاروبار و معاش سے بیکار ہو بیٹھے اور لاہتا  
بخارا لائی اور قوقندی خرا یونکا کا شغز میں جمع ہونا جسے میدان جنگ روسیوں کو  
مشرقی سمت کے ممالک میں جہادی لوگوں کا ہجوم کثیر ہو گیا کا شغز میں اتری  
اور پریشانی کا پہلنا اور یکایک باسانی تمام اُس شہر اور دیگر شہروں کا چینیوں کو  
ٹاٹھ سے لکھنا ان جگہوں کے سبب طرح طرح کی مصیبتوں اور آفتوں کا پیش آنا  
اور جنوبی راہ تجارت کا مسدود ہو جانا اور سب سے اخیر صوبہ کنسہ میں تنگانیوں  
کی فوج اور کامیابی کے حالات بمبالغہ مشہور ہونا ۛ

۱۹۶- ان سب وارداتوں سے تراچیوں کو بغاوت پر کمر باندھنے کی ہمت ہو گئی  
شمالی جماعت تنگانیوں کا بار بار چینیوں پر حملہ آور ہونا مسلمان تراچیوں کی بغاوت  
کی علامت تھی اور انکو کیسی تحریک و کاربہی کر غرضی قوم کے لوگ جو اُسی قریب  
جوار میں بستے تھے اور ہمیشہ لوٹ کھسوٹ کے واسطے کمر بستہ رہتے تھے بہت سا  
مال لوٹ میں حاصل کر نیسے اقرار پر تراچیوں کے ہمراہ ہوئے ۛ

۱۹۷- ان اقوام کے متفق ہو جانیکا نتیجہ یہہ ہوا کہ فوراً چینیوں اور منکر و لکا  
قتل عام شروع ہو گیا چکا چک شہر غارت ہو گیا شہر اور مشرقی وینسی کو تمام  
لوٹ کھسوٹ کر اور باشندوں کو مار کر اور جاڑ کر دیا اور کرکا را اور اوسو و نیز دیگر دیہات

قصبات کے نصیب بھی یہی حادثہ ہوا جتنے ذخیرہ خانہ غلہ اور قیمتی اشیاء تجارت  
چینیوں کی مالیت تھی کچھ غارت کر دیئے جلا دیئے کچھ لوٹ لئے شہر گلڈہ کا محاصرہ  
کر کے فتح کیا اور اُس کے قلعہ اور سپاہ محصور کو آخر کار پر وہ زمین سے نیست و  
نابود کر دیا ۛ

۱۹۸ شہر گلڈہ کے ۵ ہزار باشندہ روسیوں کی سلطنت میں جا کر نہا گزین  
ہوئے اور ۹۰ ہزار ان متفق قوموں نے اپنے غلام بنائے۔ قلماق قوم کے  
لوگ جو چینیوں کے خیر خواہ رہے آخر کار مصیبت اور آفت میں مبتلا ہو کر کچھ  
بشیشی ممالک میں بھاگ گئے اور کچھ روسیوں کے قدونین جا پڑے ۛ

۱۹۹۔ پھران شریکوینین مال غنیمت کے حصہ ہونے شروع ہوئے  
اور اُس پر وہ آپس میں جھگڑ پڑے تنگانی بکشیجی مارتے تھے کہ یہہ زمین ہمیں  
ہی چینیوں کے ماتحت جوتی ہوئی ہے ہم ہی اسکے مالک ہو جاویں ترانچوین  
کھا کہ تم دو دہائے اس ملک میں آئے ہو ہم یہاں قدیم سے آباد ہیں اور  
چونکہ وہ تعداد میں بمقام ڈزنگیر یا زیادہ تھے یکا یک تنگانیوں پر ہتیار لڑے  
اوٹھ دوڑے گلڈہ میں ..... اور لٹا قتل عام کیا اور باقی ماندہ کو حدود ملک  
سے باہر گھاٹی الائی میں براہ کوہ ٹالک بھیج دیا۔ کرغزیوں نے اپنے دہان  
لوٹ کہوٹ سے خوب پر کر کے ترانچوین سے خوف کھا یا کہ شاید نسل گانیوں کو  
ہم بھی اُنکے ہاتھ سے نیک اٹھاویں اسلئے اپنا ڈیرہ ٹونڈالے ویرانون اور  
جنگلوں میں جا بسے جہاں سے قلماقوں نے اونکو نکالا اور لاچار ہو کر جنوبی ملک  
سائبیریا میں جا کر نہا گزین ہوئے ۛ

۲۰۰۔ صوبہ ڈزنگیر یا خاص اب قلماقوں اور ترانچوین میں اس طرح  
منقسم ہے کہ تارباگاتسی یا چکاچک ضلع قلماقوں کے پاس ہے اور گلڈہ و دیگر



گردنواح کے ایشہا رو قصبات ترانجیو کے قبضہ میں ضلع کرکالا سوان  
 دو نو قوموں کے علاقہ کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے کیونکہ یہ صلع بالکل  
 ویرانہ ان لوگوں نے بنا دیا بود و باش وہاں کسی کی نہیں اور خشک ہیں جو  
 باغیوں اور چینیوں کے بیٹھا آدمی سری وہ یہاں اب تک پڑے سڑتے ہیں جس  
 سبب آب و ہوا وہاں کی نہایت ناقص ہو گئی ہے اور درندے جانوروں نے  
 وہاں اپنا گھر بنا لیا ہے ۛ

۳۰۱۔ ترانجیو کی حکمرانی نہ سرفیہ تھو بالکل معلوم نہیں ہوا یہ لوگ چینیوں کی  
 اصل میں غلام ہیں اب ان کے ملک میں روسی سودا گروں کے آنے جانے کی بالکل  
 اجازت نہیں اسلئے اگرچہ یہ ملک سرحدوں سے صرف ۶۷ میل کے فاصلہ  
 پر ہے مگر نہیں معلوم کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور چونکہ اکثر مسلح لوگ سرحدوں  
 پر آکر ڈاکہ مارنے ہیں لوٹ کھسوٹ مچاتے ہیں اسلئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی  
 ملک میں آبادی ضرور ہے ۛ

۳۰۲۔ تاہم زبانی روسیوں کی اسکا اتنا حال تحقیقاً معلوم ہوا کہ علماء لوگ  
 جو یڈس بیٹا کے پرے چلے گئے تھے اب پھر اس ملک میں آئے اور  
 انہر ایک عورت حکمرانی کرتی ہے ۛ

۳۰۳۔ ایک تاتاری جو ابھی ٹکڑے سے واپس آیا تھا اُس نے قلعہ و تونچی  
 پر ہمسے بیان کیا کہ میں اُس ملک کو دیکھا ہے جبکہ وہ ترانجیو کے سردار  
 سے ملاقات کرنے جاتے تھے اوس کے بال لچے دار جبٹ کے جبٹ  
 کمرنگ آکر لہراتے تھے اور ان بالوں میں اُس نے ایسے قیمتی جواہرات اور زیورات  
 اور سکے مروج ملک پہن رکھے تھے کہ حوت وہ چلتی تھی دو آدمی پیچھے  
 اون بالوں کے جبٹ کو اٹھا کر چلتے تھے ۛ

ہم ۲۰۔ بالفصل تراپچی لوگ گلڈ جہ اور اسکے گرد نواح میں قریب بارہ ہزار آدمی کے آباد ہیں \*

۲۰۵۔ تنگانیوں سے فساد کرنے کے پیرانچون نے دیکھا کہ ہم ان سے کمزور ہیں اور نیز خطرناک مقام میں اسلئے یعقوب بیگ کے پاس اپنے ایلچی بھیجے کہ ہم کو تم پناہ دو اور ہماری مدد کرو یہہ ملک دینا یکایک اسکے حیط اختیار میں نہتا اگرچہ ٹرٹنا صاحب سے جو گفتگو ۱۸۹۹ء میں یعقوب بیگ کے ساتھ ہوئی اُس سے واضح ہوا کہ وہ ان لوگوں کو امداد دینے کا مناسب موقع دیکھ رہا تھا اس سال شاید تراپچیوں کو تنگانیوں نے زیادہ ستایا اسلئے انہوں نے اپنا ایلچی کا شغرمین امداد کے واسطے مکرر بھیجا یہ بھی شہور ہے کہ صوبہ اکسومین بغاوت پہیل گئی اور سیواسطے باج شائع کے جیسے میں اٹالیق غازی اپنے دار الخلافت سے معہ تمام اپنی فوج دشمن کے مقابلہ کو روانہ ہو گیا ٹھیک ٹھیک حال لڑائی کا معلوم کرنا بہت مشکل تھا لیکن یہ بات تحقیق ہو کر رہے ہیں اور تراپچیوں اور قلعاقون نے قبول کر لیا ہے کہ اٹالیق غازی جو جوئے خاندان شاہی میں سے ایک شاہزادہ کو ہمارا حاکم بناوے اور اُسے گلڈ جہ میں متعین کر دے خبر ہے کہ اٹالیق غازی مقام اور پچی تک گیا ہے جہاں اُسے تنگانیوں کے تمام لشکر کو شکست فاش دی لیکن چونکہ وہ ایک قلعہ ترخان میں بنا رہا ہے اسلئے غالباً وہ ابھی اپنی دار الخلافت کو واپس نہیں آسکتا تنگانیوں کے زیر کر نیکی وقت چاہئے اور انکو سہولیت کے ساتھ نکلنا محال ہے \*

۲۰۶۔ میں نے اس رپورٹ میں علمی تحقیقات اور جستجو کی نسبت کچھ نہیں

بیان کیا کیونکہ ایسا کرنا میرے اختیار میں نہ تھا مگر سٹرشا صاحب اور ڈاکٹر ہیڈرسن صاحب کی رپوٹوں سے یہہ امور خاطر خواہ دریافت ہونگے اور یقین ہے کہ عوام کو اُس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

۲۰۷- اس رپوٹ کے اخیر میں میں آپکو سٹرشا صاحب کی حسنِ خدا کی طرف بھی متوجہ کرتا ہوں یہہ صرف اس واسطے ذکر نہیں کیا جاتا کہ وہ ایک بینظیر عہدہ بھی محکوم کیا تھا باوجودیکہ ہم گورنمنٹ برطانیہ کے اجٹ ہو کر اتالیق غازی کے دربار میں بطور مہمان کے جاتے تھے مگر تاہم یارقذ کے سفر میں مشکلات اور تکلیفات برداشت کرنی پڑیں اور باوجود اس تمام تکلیف اور بے آرامی کے سٹرشا صاحب اور ہیڈرسن صاحب نے جو سال گذشتہ میں ٹیریستیدی اور صبر اور تحمل کے ساتھ اس خوفناک سفر کو اختیار کیا اور جس عقلمندی اور حلیم الطبعی کے ساتھ یارقذ میں قید رہنے کے وقت کو کاٹا سوا دسکے میں کسی طرح تعریف نہیں کر سکتا اوس زمانہ میں سٹرشا صاحب نے ایسا دوستانہ خیال قوم برطانیہ کی طرف سے اتالیق غازی کے ولین جمایا کہ ہماری یہہ ہم اُسی سبب سے بخیر و عافیت و بہ کامیابی ختم ہوئی۔

۲۰۸- ڈاکٹر ہیڈرسن صاحب کی خدمات کی قدر اُنکی رپوٹوں کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی اور اون جانورون اور درختوں کے مجموعہ کے دیکھنے سے جو انہوں نے محنت تمام جمع کئے۔ انہوں نے صرف اپنے میڈیکل افسری کے عہدے کے ہی روسے ہلکا اپنا شکر گزار نہ بنایا بلکہ مشکل کے وقتوں میں جو انہوں نے نیک مشورہ دیا اُنکا بھی بے نیابت ممنون و مشکور ہوں اور نہایت خوشی کے ساتھ اب میں اُنکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۲۰۹۔ ڈاکٹر کیلی صاحب نے اس مہم کے واسطے جو کچھ انتظام کئے  
 اونکا میں ابھی اشارہ کر چکا ہوں اگر انکی ہدایتوں پر لداخ کے اہلکار  
 ذرہ زیادہ خیر واری سے پابند ہوتے تو ہم بہت بے آرامی سے پہنچ جاتے  
 ۲۱۰۔ میرا کبر علیخان بہادر سی ایس آئی کی نیک کارروائی کا  
 یہاں ذکر کیا جاتا ہے اونکے سپرد وہ حصہ میرے کمپ کا تھا جو میں  
 مقام لوکزی میں پیچھے چھوڑ آیا تھا وہ تن تنہا اس کمپ کو یارقند میں  
 لائے اور شہر کارفالک میں مجھے مل گئے تارہ سنگہ کی نسبت مجھو  
 فرض ہے کہ بڑی شکر گزاری کے ساتھ اُسکا ذکر کروں یہہ اُسی شخص  
 کی ہوشیاری اور چالاکی تھی کہ ہم مقررہ تاریخ پر یارقند سے ہندوستان  
 کو روانہ ہو گئے وہ ملک یارقند میں سب کا دوست اور سب سے واقف  
 ہے وہاں کے لوگوں کے دستورات اور رسم و رواج سے بخوبی واقف ہے اور  
 اس امر میں جو صلاح اُس نے دی اُسے ہماری بڑی کارروائی ہوئی تمام  
 سفر میں وہ اور اُسکے بہائی ہمارے تمام کمپ کو خیر و عافیت اور آرام سے  
 منزل منزل پہنچاتے تھے اور تھکاوٹ اور مشکلات کے وقت میں اپنی  
 خوش مزاجی سے ہمارے تمام ہمراہیوں کی طبیعت کو مسرور کر دیتے تھے غرض  
 اُسکا چال و چلن نہایت قابل تعریف ہے ۛ

۲۱۱۔ اسکے بعد میں فیض بخش کی کارگزاری کا بیان کرتا ہوں وہ افغان  
 بدیشان اور گندپامر پر سفر کرتا ہوا ٹھیک وقت پر یارقند میں پہنچا اور میری  
 دیوان بخش کی بجائے اُسے کام دیا کیونکہ دیوان بخش کا چال و چلن مجھ  
 بڑا مشتبہ معلوم ہوا اور میں نے اسی واسطے اوسکو موقوف کر دیا اور ہندوستان  
 میں اوسکو اُسی حالت میں لایا ۛ

۲۱۲- ابراہیم خان نے میری درخواست پر کشمیر سے گلگٹ اور سین  
مین ہو کر سفر کیا اور براہ پامر مجھے یار قندھین آ ملا اور اس خوفناک رستہ کو  
تمام مشکلات سے بچنے کے واسطے بڑی عقلمندی ظاہر کی۔ فیض بخش اور  
ابراہیم خان ان دونوں کے سفر کے حالات ترجمہ ہوتے ہیں اور بعد ازاں  
گورنمنٹ کی خدمت میں ارسال ہونگے۔

۲۱۳- ملک قطب الدین وکیل جو کشمیر کے سفر میں ہمارے کمپ کے  
ساتھ متعین تھا رسد وغیرہ کے سرانجام کرنے میں بڑا متوجہ رہا۔

۲۱۴- مسٹر شا صاحب اور ڈاکٹر ہینڈرسن صاحب کی رپورٹ جب  
میرے پاس پہنچنیگی تو ارسال کیجاوینگی۔

## سٹرک لیجھ سے یار قندھ تک

یعنی وہ راہ جو ہم یار قندھ سے اے کے وقت اختیار کی گئی

نمبر	نام منزل	فصل	کیفیت
۱	ٹمکسی	۱۰	دریا سے سندھ کے کنارے پر
۲	چمری	۱۱	چمری نام کی وادی اور اسی نام کے فرو د گاہ میں پہنچنا
۳	سکٹی	۱۲	سے پیشتر ادھی دریا سے سندھ کی دو میل پیچھے رہ جاتی ہے یہ پڑاؤ ایک درہ میں ہے جس پر گنجان درخت اور سبزہ و گھاس بہت ہے اور سکٹی نام کا ایک گانہ۔
۴	ٹولاک	۱۳	اس منزل میں چنگ لا نام گذر کو عبور کرنا پڑتا ہے چڑھا ۴ میل کی اور پڑاؤ جیل کے متصل شمالی سمت ہے سٹرک اچھی ہو
۵	ورگہ	۱۴	اور تائی ندیوں کی خشک رہتوں میں کو آسان ہے درگاہ

## کیفیت

## نمبر نام منزل چمکہ

۶	گُلِب	۱۲	مین گانوپے۔ پانی۔ ایندھن۔ اور گھاس باقراط ۛ شکر ندی کے کنارہ کنارہ گھاس اور ایندھن بکثرت نصف مترل طے کر کے ٹینکٹسی نام گانوا آتا ہے ۛ
۷	لکونگ	۱۴	گُلِب سے روانہ ہوتے ہی ایک چھوٹی سی جھیل میٹھو پانی کی آتی ہے اور چند میل آگے بڑھ کر ایک دریا پر جو اس جھیل میں ہو کر گذرتا ہے۔ یہ جھیل غائب ہو جاتی ہے - پینگ گونگ جھیل پندرہوین میل پر آتی ہے اُسکا پانی سیاہ رنگ کا ہے لکونگ نام گانوا ایک مجموعہ چند چھوٹے ٹوکے ہے جو نصف زمین میں کھدی ہوئے ہیں ۛ آخر نشانات مذہب بودہ کے اس جگہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ چند احاطہ بغیر یہ ہوٹ گذریونے بودو پٹ کے لئے موجود ہیں گھاس ایندھن بکثرت ملتا ہے۔ مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر نے یہاں ایک ذخیرہ خانہ بنایا ہے جس میں غلہ رہتا ہے ۛ
۹	ردی	۱۲	گذر ماسک نام ۵۴۸ فٹ بلند (تجول مٹھ پورہ صاحب) جانسٹن صاحب ۱۴۴۰۰ فٹ بلند بتائے ہیں جو ٹی پرچر ٹائی آسان سوائے اخیر ۲ میل کے۔ اوترالی شمالی سمت میں درجہ بدرجہ نہایت آسان ۛ چار میل تک شکر پتھر ملی اور ناہموار ہے بعد اوترالی بطرف دریا سے چینگ چمو آسان ہے نماز مسک
۱۰	پسول	۱۴	

نمبر	نام منزل	جملہ	کیفیت
			کے جھاڑیوں سے ایندھن حاصل ہوتا ہے وریا سو دو میل کے قریب سچے گھاس ملتی ہے *
۱۱	گوگرہ	۱۱	چار پانچ میل تک سڑک وریا کے بائیں کنارہ کنارہ - گرمیوں میں وریا کا عبور کرنا سخت مشکل - لگژر گھاٹی کو جاتے ہوئے ایک عمیق درہ طے کرنا پڑتا ہے *
۱۲	پڑاؤ وادی چینگ جو	۱۲	۶ میل تک سڑک گرم پانی کی چشمو کی متصل ہو کر گذرتی ہے جو کہ یہ قدر آسان ہے گرم پانی کے چشمو نے ایک خراب اور ترائی چڑھائی ہے ہر جہان رستہ نہایت تنگ اور ترائی چڑھائی کا ہے گھاس ایندھن مقام فرو گا ہیست تک ملتا ہے قیام کے مقام پر سے سڑک وادی کلان سے جدا ہوتی ہے اور ایک درہ میں ہو کر گذرتی ہے جو چینگ لیننگ کی مغربی سمت پر ہے - چڑھائی آسان شمالی سمت اترائی کوئی نہیں ایک ندی کی تہ بالکل برف سے جمی ہوئی ملتی ہے اُس جگہ تک جہاں کہ وہ دوسری ندی سے ملتی ہے - نسیم مرادو وریا وُسنے ہے - گھاس ایندھن نایاب ہے *
۱۳	پڑاؤ واقع میدان لتری تنگ	۱۳	۶ یا ۷ میل تک سڑک ندی کی خشک تہ میں ہو کر ہے بعد ازاں چار میل تک ریت پہرہ ۷۰ فٹ کی اور ترائی طے کر کے مسافر میدان لتری تنگ میں پہونچتا ہے پڑاؤ ریگستانی زمین میں خشک وریا کی تہ پر ہے گڑھی

نمبر	نام منزل	کیفیت
		کہو دگر گدلا پانی دستیاب ہوتا ہے اور گھاس بالکل نھین ہاتھ آتی اور بورس نام پودے کی چھوٹی چھوٹی جڑیں کی مقدار ایندھن کے لئے مجانائی میں +
۱۵	لوہک ننگ ۲۵	بڑا لمبا اور روشوار گذر منزل گیستان کا سفر اور ایک گنبد نما چوٹی کو پہنچتا ہے سلسلہ کوہ میں واقع ہے جو مشرق سے غرب کو پھیلتا ہے اس چوٹی اور دو ٹیلوں سے گذر کر کر ایک داوی میں گذر ہوتا ہے جہاں کچھ پانی اور ایندھن دستیاب ہوتا ہے گھاس بھی سیکدر مٹی سے یہ ایک بڑا سخت کوچ ہے +
۱۶	ہٹا لٹ ۱۳	اس منزل میں ایک جیل برف سے ڈھکی ہوئی ملتی ہے سڑک محل گذر ہے گھاس لکڑی بالکل نہیں تھوڑی سی گھاس ایک میل آگے بڑھ کر ملتی ہے۔
۱۷	پاٹ سالا گ ۱۸	سڑک اچھی کشادہ میدان پر بارہ تیرہ میل تک ایک عیق درہ کے دو نو کنارے پر تھوڑی گھاس بھی میسر ہوتی ہے پاٹ سالا گت میں پانی کہو دنے سے ملتا ہے +
۱۸	بڑا میدان ۱۳	میں خشک نکلین جیل کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ میدان کے بائیں کنارے داوی میں پڑاؤ ہے۔ گھاس بکثرت مگر پانی وہی کہو دنے سے ملتا ہے +
۱۹	سجی کشتی سمت بڑا داوی کرکاش ۲۴	دریا سے کرکاش ۱۲ میل کوچ کر کے ملتا ہے مقام



نمبر	نام منزل	پرچہ	کیفیت
			<p>بزرگ پر جہان ویران جھونپڑے دیکھنے میں آتے ہیں ۱۰ میل تک شرک دریا کے کنارہ کنارہ ہے اور پھر گہاس اوجھاڑیاں پائی جاتی ہیں +</p>
۲۰	کافرورہ	۲۰	گہاس ایندھن بکثرت +
۲۱	پڑاؤ دی میز	۲۱	گہاس ایندھن بکثرت +
۲۲	کیا گیا بدینہ	۲۲	آسان منرل - گہاس لکڑی بافراط +
۲۳	گل بستر	۲۳	کرغز نوکا ڈیرہ بہستہ پر واقع ہے اور اسی منرل میں سنگ روسہ کی کانیں ہیں -
۲۴	بلکچی	۱۱	دوبارہ کرکاش کا جھونپڑا گریمون میں رہتہ دستور گزار خوشنما سیرہ زار یا چرگا کا مقام بلکچی میں ہے +
۲۵	ٹوگہر سو	۲۲	دسویں میل قلعہ شاہ دولا اس منرل میں ملتا ہے اور دریا کرکاش بشکل تمام دوبار عبور کرنا ہوتا ہے - لکڑی اور گہاس بافراط پڑاؤ ٹوگہر سو کے جنوبی سمت ہے اور ایک پھارٹی دریا پانی کا نہایت عینق اور تیز اور تند و شور بہتا ہے سوا تیسرے پہر کے اور کسی وقت عبور نہیں کیا جاسکتا ہے +
۲۶	بلدرکاش	۱۰	ٹوگہر سو کو عبور کر کے قلعہ علی نظر کرغان میں گدڑ ہوتا ہے اس قلعہ میں یار قند کے سپاہی ہیں اور کرغان سے وادی کے اوپر ہو کر ایک شرک گذر کرغان کو جاتی ہے +
۲۷	پڑاؤ سمت جنوب	۱۱	یہاں سے شرک دریا کرکاش کے کنارہ کنارہ پانچ میل تک جاتی ہے علی نظر ابوبکر کو بھی رہتہ جاتا ہے جہان
	گند سبھو		

## کیفیت

نمبر	نام منزل	فاصلہ	کیفیت
۲۸	کھجک ٹیلاک	۱۰	گرمیوں میں دریا بشکل تمام عبور کیا جاتا ہے محمولہ جانور ایک ٹیلہ پر ہو کر گذرتے ہیں جس میں ۳ میل کا چکر پڑتا ہے اس جگہ شرک واوی کرکاش سے جدا ہو جاتی ہے اور ایک تنگ پتھریلے درہ میں سے گذرتی ہے جہاں ہر سو گر کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پانی کا رو عبور کرنا پڑتا ہے * اس منزل میں حرم نام گذر کو جو ۱۲۶۱۲ فٹ بلند ہے طے کرنا ہوتا ہے چڑھائی اور ترائی بڑی سخت ہے محمولہ ٹٹو اس گذر میں سے نہیں جاسکے تخرین انکا بوجہ لیجاتی ہیں غیر محمولہ اونٹ گھوڑے گذر سکتے ہیں کھجک ٹیلاک نام مقام کرغزوں کا موسم سرما میں قیام گاہ ہے * شرک واوی سنجو میں سے گذرتی ہے دریا عبور کرنا پڑتا ہے گھاس لکڑی بافراط *
۲۹	تام	۱۲	موسم بہار اور خزان میں جبکہ پانی پایاب ہوتا ہے شرک ندی کے کنارے کنارے سنجو کے نزدیک ۳۰ میل تک رہتی ہے۔ گرمیوں میں گذر چھو پر چکر کھانا ہوتا ہے *
۳۰	گذر چچو	۱۵	ایک گذر ۱۱۸ فٹ بلند طے کرنا آربالک دریا عبور کر کے مزار میں پہنچا راستہ میں گھاس سبزہ اور لکڑی بافراط درخت بلند بلند اس واوی میں شکار بکثرت ہوتا ہے *
۳۱	مزار	۱۲	

نمبر	نام منزل	فاصلہ میل	کیفیت
۳۲	کرل لنگر	۱۰	دریا سے آریالک کے متصل
۳۳	سنجو	۱۴	سٹرک وادی آریالک سے جدا ہوتی ہے اور تیب دار ریگستانی سلسلہ کو طے کر کے سنجو کی طرف جھک جاتی ہے
۳۴	کوشتاک	۲۵	جہاں ایک مخبر عہد دیہات کا ہے سٹرک دریا و سنجو کو عبور کرتی ہے بعد ازاں ایک گستانی پہاڑیوں کے سلسلہ پر چڑھ جاتی ہے جس کے پار ایک چھوٹے گانوں لنگر پر جا کر اترتی ہے یہ گانوں سنجو سے ۵ میل ہے یہاں سے سٹرک دشت میں سو گز رہتی ہے بعد ازاں کوشتاک آتا ہے جہاں کلیان ندی زراعت کے واسطے ہے *
۳۵	اوتوگرک	۲۰	سٹرک دشت میں سے گز کر ایک گانوں واقع وادی پر پہنچتی ہے *
۳۶	بورہ	۱۲	اس منزل میں سٹرک یگستانی پہاڑیوں سے اتر کر اور دشت کے پار دیہہ بورہ پر سٹرک کلیان سے مل جاتی ہے
۳۷	کارخاک	۲۴	بورہ سے ۸ میل پر سٹرک چھوٹی پہاڑیوں سے جدا ہوتی ہے اور وہاں سے اتر کر دشت عظیم کو جی کے ایک اسر میں سے گزرتی ہے۔ گانوں تارک تک ۱۲ میل کا فاصلہ ہے اور وہاں سے کارخاک قریب ۴ میل کے ہے۔ یہاں سیدھی سٹرک ختن کی براہ گونا اور گز کو گیار کے سٹرک ملکر بارقند کو جاتی ہے *

نمبر	نام منزل	کیفیت
۳۸	پشگام	کارخاک سے گیارہ میل کے فاصلہ پر دریاؤں تناف عبور کرنا ہوتا ہے گرمیوں میں قابل عبور نہیں پانچ میل آگے یکٹ نہ بازار ہے *
۳۹	ینگلی بازار	سید ہی سٹرک یار قند پر دریا سے یار قند حاصل ہے جو پشگام کے متصل ہے گرمیوں میں اس دریا کا پاٹ بڑا بڑ بھاتا ہے اسلئے چکر دس میل کا ہوتا ہے اور براہ ینگلی بازار یار قند کو جانا پڑتا ہے جہاں بٹری پر عبور کرتے ہیں *
۴۰	یار قند	دریا کو کشتیوں نے عبور کر کے پہ سبزہ زار اور غسان میں گزر ہوتا ہے اور گردنواح کے دیہات ملے کر کے یار قند میں پہنچتے ہیں *
<p>سٹرک یار قند سے ختن کو</p> <p>۱- پشگام - ۲- کارخاک - ۳- لوک چلاک - ۴- گوما ۵- موجی - ۶- چودا - ۷- پیالما - ۸- زودا - ۹- ختن کل فاصلہ ۷۳ تاش یعنی ۱۸۵ میل</p>		
<p>سٹرک یار قند سے کاشغر کو سٹریٹور صاحب کی بتائی ہوئی سٹرک اعظم یار قند سے کاشغر تک</p> <p>اس سٹرک پر دو پیہ گاڑیاں اور چہکڑے وغیرہ بٹائی جاسکتے ہیں *</p>		

نمبر	نام منزل	پیمانی	کیفیت
۱	پار قند کوک ربات	۲۲ ۱/۲	شترک شمالی دیوار قلعہ کے برابر رہ جاتی ہے اور چار میل پیشتر سے نہر اپنی نام کا بل جوبلی بنا ہوا ہے دیہات کرکڑ اور بگل سے گذر کر ہستہ دلدل دار زمین کے واسن مین کو ہے۔ کوک ربات ۲۰۰ گہر و نکا ایک گاہنہ کا روان سراسے آسمین بنی ہوئی ہے ۛ
۲	کنرل	۲۴ ۱/۲	شترک کا گذر دامن و شت حمید مین کو ہے جو ایک بڑا قطعہ غیر آباد زمین کا ہے اور کنرل تا گہہ ساسدہ مغربی طرف پھیلتا جاتا ہے۔ کوک ربات سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ٹھہرنے کی ہے جہاں ایک مسجد اور دو کوٹے پانے کے بنے ہوئے مین۔ کنرل ایک گاہنہ ۵۰۰ گہر کی آبادی کا ہے ایک کاروان سراسے اور ایک بڑا تالاب بھی اس جگہ ہے ۛ
۳	ینگلی سر	۳۲	اس منزل مین شترک پر دیہات چمانگ۔ کہو دک۔ کو شتم باش۔ و تو بلک مقام کلہن تک کہ قدیم جو کی پولس چینیو کے وقت کی ہے اور اب ویران سے ملتو مین ینگلی سر سے ڈھائی میل پر ایک دریا سرگرد نام بوسیلہ ایک جوبلی بل کے عبور کرتا پڑتا ہے ۛ
			ینگلی سر ایک قصبہ تجارتی گیارہ ہزار گہر کی آبادی کا ہے اور پار قند سے ۸۲ میل پر شمالی و مغربی سمت واقع ہے

نمبر	نام منزل	کیفیت
۴	سپچان ۱۲ ۱/۲	کاشغر سے ۴۳ ۱/۲ میل جنوبی طرف ہے قصبہ کے شمالی طرف ۶۰۰ گز کے فاصلہ پر قلعہ ہے اس کوچ میں سڑک پر دیہات کملوک و توگ لوج ملتے ہیں حسن ندی کا پل بندھا ہوا ہے بعد ازاں سڑک نکال کے کنارے کنارے سپچان تک جاتی ہے جو ۷۰۰ گز کا ایک گانہ ہے
۵	کاشغر قدیم شہر ۲۱	سپچان سے ڈھائی میل پر کہانارک نام دریا کا پل ہے بعد ازاں تاش گام نام ایک گانہ آتا ہے پھر کہانارک ندی کی ایک شاخ اور نہر کو عبور کر کے قلعہ کاشغر پر پہنچتے ہیں جو شہر سے ۳ میل جنوبی سمت ہے قلعہ اور شہر کے بائیں دریا سے کاشغر یا کرل دریا عبور کیا جاتا ہے۔ کاشغر میں ۲۸ ہزار گہرا اور ساٹھ ہزار گہرا بار پانی ہے
	کل فاصلہ ۱۲۵ میل	سڑک یار قند سے اکسو کو
	نام منزل	کیفیت
۱۔	یٹ کوہ۔ ۲۔ لاک۔ ۳۔ منال	چینونکے وقت میں ہوتا ہے
۴۔	اکس مارال۔ ۵۔ مرال باشی۔ ۶۔ چوہری کول	تہین اب صرف ۱۰ گز ہیں
۷۔	شامال۔ ۸۔ یاکو کوک۔ ۹۔ ایکول۔	
۱۰۔	اکسو	
	سڑک شادولا سے گوگرا کو جو ہم یار قند میں بوقت واپسی	

## اختیار کی گئی۔

نمبر	نام تھل	میکس	کیفیت
۱	شاہ ولی سے سوگت	۸	۴ میل تک شرک کر کا کش کے کنارہ کنارہ سے بعد از ان جنوبی طرف پھر جاتی ہے جہاں ایک درہ میں گزر ہوتا ہے گھاس ایندھن با فراط
۲	چیرا	۱۹	جوٹی پہاڑ سے ایکٹ اس طرف تک شرک پر چڑھائی سلامی اور درجہ بدرجہ ہے گذر کی بلندی ۸۲۳۰ فٹ پڑاؤ مقام چیرا میں جو چھوٹے پہاڑ سے چار میل آگے ٹہر کر ہے گھاس ایندھن کا تہہ نہیں آتا
۳	مکاشا	۸	آسان کوچ - پڑاؤ گھاس ایندھن بالکل نہیں لیکر کی قدر غربی وادیوں میں ملتا ہے جو بہت دور نہیں ہیں
۴	جھیل کے تانے	۲۴ یا ۵۰ میل	رہستہ جنوب و مشرقی طرف میدان کے پار جنوب مشرقی گوشہ سلسلہ کوہ کراٹاغ میں - شرک اکثر ہموار - لکڑی اور جنگل میدان میں بکثرت - اور پڑاؤ سے چھوٹی چھوٹی ۶ یا ۷ میل پر ایک جگہ پانی ہے جھیل پر درخت (لڑھی) کا ایندھن با فراط اور پانی و گھاس ایک میل کے فاصلہ پر پھاڑ پر جنوب مشرقی والی کوٹ کر کا ایک تہر پل درہ میں جنوب مشرقی سمت پہل تک رہتے ہوئے جنوبی طرف پہرہ ایک آسان پہاڑ کی چڑھائی پر ۳۳۰۰ فٹ تک پہنچ اس پھاڑ کی چوٹی سے براہ ایک لمبی پجیر درہ کی راہ سے ۹ یا ۱۰ میل تک اوترانی رہا سنے ایک وسیع
۵	شور جگہ	۱۷	

نمبر	نام مندرل	فاسلہ میل	کیفیت
			<p>پتھر ملی دادی مین پھونچو گے اسکو چار میل طے کر کے شور جل گامین پڑاؤ ہے جہان پانی اور قدرے گھاس میسر آتی ہے مگر ایندھن بالکل نہیں ملتا اگرچہ چار میل نیچے جا کر با فراط موجود ہے اور جہاں مکہ شور جلگا سے چار میل اوپر ایک مذمی وسیع دادی مین داخل ہوئی ہے وہاں بھی ایندھن بکثرت ہے :</p>
۶	خوش میدان	۱۴	<p>۷ یاہ میل ورہ شور جلگا سے وریا کر اکاش کت کوچ آسان ہے پھر اس وریا سے ۶ میل اور پرخوش ہے جو جنوب و مشرقی طرف بائیں سمت دادی کے واقع ہے۔</p>
			<p>نیچے کر حصہ دادی شور جلگا مین اوپر پھر اس کے کر اکاش سے ملنے کے مقام پر ایندھن با فراط ہوتا ہے ان دونوں کے اتصال سے ایک میل اوپر چنگ تاش نام ایک بڑا بند پھاڑ وائیں کنارہ پر ہے جسکے پیچھے گھاس میسر آتی ہے چنگ تاش کو ڈیڈہ میل اوپر بائیں کنارے ایک پتھر پلے ٹیلہ پر بہت عمدہ گھاس اور ایندھن ملتا ہے۔ خوش میدان مین بھی بائیں کنارے ایک ٹیلہ کے پیچھے بکثرت مرکبیر یا نام درخت ہے اور کنارہ کنارہ گھاس ہے ۷ کرنل جلگا</p>



نمبر	نام منزل	کیفیت
		<p>عموماً بائیں کنارہ ہے ۱۳ میل جگہ ایک مخروطی شکل  سیاہ پہاڑ میں گذر ہوتا ہے جہاں ایندھن با فراط ہے۔  کزل جگہ میں پڑاؤ مشرقی طرف ایک پہاڑی ٹیلہ ہے  جسکے گرد ویرا گھومتا ہے ایندھن بکثرت اور کھسکڑ گھاٹ  بھی میسر ہو جاتی ہے مشرقی طرف ایک میل کے فاصلہ  پڑاؤ پر تمام درہ جنوب و مشرقی سمت میں گھاس بکثرت  شرح اس منزل کا فاصلہ مقام سدو میں کیا گیا ہے *</p>
۸	شنگ لنگ	<p>۱۳ میل جنوبی طرف کوچ اور بڑی دھار ویرا تک آسان چوٹی  دھار جواب خشک تھی مشرقی طرف مقام کزل دیوان  سے آتی ہے ایندھن ہر ایک جگہ موجود گھاس تمام  کنارہ کی وادیوں میں با فراط اور نیز بڑی وادی میں  اکثر جگہ ہے۔ کسی کسی جگہ برف ہموار اور مضبوط چلنا ہوتا ہے  پڑاؤ پر گھاس ایندھن بکثرت موجود *</p>
	سدو	<p>۱۱ میل دائیں کنارے گھاٹی کے اوپر آسان ہموار رہتا ہے  اول ۳ میل میں گھاس ایندھن بکثرت بعد ازاں  جنوب مشرقی سمت لوٹ کر ایک سخت چوہ کے پتھر کا  ٹیلہ آتا ہے جہاں گھاس ایندھن وغیرہ نہیں موجود ہوتا  مقام سدو میں ایک بڑا وسیع میدان ہے جس میں ویرا  یا بڑی وادی مغربی سمت سے آکر مشمول ہوتی ہے اور  اسکے ساتھ ہی بڑی بڑی وادیاں جنکا رستہ تہرلا</p>

نمبر	نام منزل	کیفیت
۱۰	پیرا وادی مین شالی نشیب چینک چھو پہاڑ کے نسلہ کا	<p>۲۰</p> <p>ہے شروع ہوتی ہیں۔ مقام سمد و مین وادی کے مغربی سمت گہاس اور ایندھن بکثرت ہے +</p> <p>ڈیڑ میل تک کراکاش کے مغربی طرف کوچ کر پھر جنوبی طرف لوٹ کر درہ مین جاؤ جہاں ۴ میل تک ایک آسان پہاڑ کے دامن مین جو ٹھیک جنوب مین ہے بہت سی دھاریں پانی کی جاری ہیں اور مغربی طرف بڑے بڑے گنبد نما پہاڑ ہیں اس درہ کے مشرقی سمت ایک اور گزر ہے جو کم سیدھا ہے اور بلند زیادہ اس گزر پر چڑھتے ہوئے پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں +</p> <p><b>شرح</b> یہ بہتر ہو گا کہ سمد سے آگے جا کر گزر کے دامن کے نزدیک پڑاؤ بنایا جاوے جہاں پانی موجود مگر گہاس ایندھن بالکل نہیں مگر یہ دونو چیزیں قدر رہتے مین جمع کر لے اور کسی قدر سمدو سے ساتھ لے جاوے +</p> <p>چوٹی گزر دویم سے وادی مین اوترتے ہوئے ۴ میل تک جنوب سے شرق کو رخ رکھے پھر ایک وسیع وادی سے گزر کر کے ایک میدان ۶ میل کا آتا ہے جو مغربی گوشہ کوہ ٹنگ زئی ہنگ کا ہے اس میدان مین ایک طرف کو ۳ سیماہ چٹان بڑی ٹھی</p>

نمبر	نام متزل	مستقل	کیفیت
			<p>پہاڑ کی واقعہ میں اونکو عبور کر کے میدان کے مقابل          وادی میں داخل ہو جہاں جنوبی چٹانی شروع          ہوتی ہے اس جگہ پانی ہے مگر گھاس ایندھن بالکل نہیں          اگر جی چاہے اس جگہ ٹھہر جاوے مگر اگر ۳ یا ۴ میل          آگے جنوبی شیب میں جا کر شمالی طرف کو جو ترو ادا          جاتے ہیں انہیں سے کسی میں قیام کرے تو سمجھتی          مقام قیام سے بہتر ہوگا۔ ایندھن کہیں نام کو بھی          شرح۔ اس متزل کا فاصلہ سو سے شمار کیا گیا ہے</p>
۱۱	<p>وادی خوب          میں سلسلہ کوہ          چیدنگ چو کو جو          گرم چشمہ کی طرف          جاتی ہے</p>	۱۷ میل	<p>درجہ بدرجہ اور آسان چٹانی ناہموار شیبوں اور          ترو ادیان پر۔ سمت جنوب سے مشرق کو پہاڑ          کی چوٹی تک جو بلند ہے مگر اسکی چٹانی آسان ہے۔          بڑے سلسلہ کوہستان سے ۳ میل شمالی طرف ایک          کم بلند اور گول سلسلہ طے کرنا پڑتا ہے جسکے پار جنوبی          طرف ایک بڑا شیب دار اور وسیع میدان ہے          جہاں سے باہر طرف بڑی راہ گذر کو کوہ استہ جاتا ہے          اور اس میدان کے وسط میں شرق سے غرب تک          ایک عینق درہ ہے جس میں دریا روان ہے۔ گذر کی          چوٹی سے اوترائی مغربی طرف چار پانچ میل تک اول          کچھ سخت معلوم ہوتی ہے بعد ازاں درجہ بدرجہ وادی          میں کمب یعنی ٹراؤ کے نزدیک اوتر آتے ہیں</p>

نمبر نام منزل	نمبر	کیفیت
۱۲ گوگرا	۲۰ سو ۲۱ سو	<p>جہان دریا جنوب و مشرقی طرف لوٹ جاتا ہے پلو مین گھاس اور ایندھن بکثرت اور ۲ میل نیچے کی طرف ایندھن بافراط ملتا ہے۔ سڑک کا راستہ آسان ہو سڑک بہت اچھی اور آسان وادی میں ۱۲ میل پر چینگ لینگ لا مقام سے سڑک مل جاتی ہے ۲۴ میل پر گرم پانی کا چشمہ ہے اور ۲۰ میل پر گوگرا۔ تمام راستہ مین گھاس اور ایندھن بکثرت مگر وہاں تک کہ بڑائی سڑک مٹی سے آگے اس سے صرف ایندھن ملتا ہے گھاس نہیں ملتی</p>

نمبر	نام شایع تجارت	اوسط		کرایہ	معمول	کل خرچ	اوسط ہوا اور قیمت بہار پونہ	اوسط	انگ	کمیت
		مقدار	فی ہزار							
۱	شیشہ بر شرم	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	پیدایش متن
۲	نور (گر سب)	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	ایضاً
۳	چس (اولی شرم)	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	ایضاً
۴	چس (اولی شرم)	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	باز خریدین پیدا ہوتا ہے اور ہنگام سے بننا ہے
۵	فالن	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	باز خرید اور متن سے لایا جاتا ہے
۶	نور	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	ایضاً
۷	چس (اولی شرم)	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	از متن
۸	چس (اولی شرم)	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	ایضاً
۹	چس (اولی شرم)	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	از باز خرید متن و متن و متن
۱۰	چس (اولی شرم)	فی ہزار	۱۱	۰	۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	بہار، قند اور متن سے لائے جاتے ہیں۔ بہار و قند اور متن سے لائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ

ان کے لئے کوئی اور نسخہ لکھا نہیں لایا ہے۔ بہار و قند اور متن سے لائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ

نور و قند اور متن سے لائے جاتے ہیں۔ بہار و قند اور متن سے لائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ

فهرست ادون اشیا در کی چوهند و شصت سال  
 صحیح میرزا محمد تقی  
 به تالیف ابوالکلام آزاد

شماره	نام اشیا و تجارت	اوسط		کرایه	محصول	کل خرجه	اوسط باره	اوسط تلف	کیفیت
		مقدار	وزن						
۱	تندناهای لطیف و نازک	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۲	صالح ترجم	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	که بزرگترین است
۳	کحواب	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۴	بنات	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۵	سبز طار	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۶	شکر در هر کی	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۷	بزرگترین و کوچکترین	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۸	بزرگترین و کوچکترین	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۹	بزرگترین و کوچکترین	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۱۰	بزرگترین و کوچکترین	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۱۱	بزرگترین و کوچکترین	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۱۲	بزرگترین و کوچکترین	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است
۱۳	بزرگترین و کوچکترین	فی مرن	۱۰۰	۵	۵	۵۰۰	۵	۵۰۰	اسکی بزی خوارش است

مفصل تخمینہ فروخت چھینٹ فی تھان ۲۱ گز (۲۱۰۰ چھینٹ) کے برابر ہوگا (۱۰۰۰ چھینٹ) وزن ۵ پونڈ

قیمت بیہی میں بہ رخ ہرگز

باب دوم از معنی و دیگر از اجابت بمشی سوار قندک (حساب به یونان باره شنگنی شون)

(نام و نام خانوادگی) یا هر فی پوٹہ

محمول الخراج میں (۳۴ فیصدی) اصل الاگت پر۔

محمول یا رقتدین (۱۰۰) پر ایک

میزان — مجموع

15

قیمت فروخت یا خریدن (به شگانی تهران) به شگانی کما یک و بیست و شش —

شرح تفصیل اندیشہ الہیاتی اور سنی لکھی ہے کیونکہ بیت سو نمونہ بقیث ۵۰ اشکوار اسطو

نچاس آرشیوز کے اور ۲۵ ٹیکو اسٹو۔ ۴ آرشیوز اور ۵، ٹیکو اسٹو سچاس آرشیوز کے

و کا شغز سے ۴۴ تک ۴۵ آرتھیز کے واسطے کہتے ہیں یعنی لایوے و لایوے و لایوے

۲۸ مرتبہ آرٹیکل کے واسطے۔ اور ضمیمہ میں جو نقدی شے مرکب الگ کیا ہے اس طرح

شماره ۱۰۰

عام مندرجہ بالا قیمتیں اسم حساب کے واسطے سائن کر لیں اور اگر کسی

رخاؤوں کا اسباب و علاج: زہت کہ ہو خوشتر ہے اس سلسلہ میں قیام ترکہ اور بہارِ ملک

سکھ جانتے ہیں، نہ ہر مہینہ ایک مہینہ تھا صاحب روٹ کر تھے مہینہ کا کاشٹ

کونجھ انگریزوں نے چند روزوں میں کونجھ سے مشہور تھانہ پور اور پور پور سے

میں بچہ میری ہیبت میری پہچان میری پیمائش اور بڑے سون سے

یہاں کو لوں کے خرید لین اور اسی چھٹ کے صرف ۴۴ ملہ

قیمت فروخت مختلف اشیاءے یارقتہ میں

- |    |  |    |
|----|--|----|
| ۱  | چینیٹ بڑے عرض کی گلفارنی تہان ۴۸ گز                            | ۱  |
| ۲  | ایضاً موٹے کپڑے پرچینیٹ فی تہان                                | ۲  |
| ۳  | دریس ۱۲ گز   | ۳  |
| ۴  | تہان دریس ۴۰ گز  | ۴  |
| ۵  | سفید لٹھا ۴۰ گز کا تہان  | ۵  |
| ۶  | ایضاً موٹا لٹھا ۴۰ گز  | ۶  |
| ۷  | ایضاً ذرہ زیادہ موٹا ۴۰ گز                                     | ۷  |
| ۸  | گھٹی سرخ ۲۸ گز   | ۸  |
| ۹  | دستارین ۲۰ گز  | ۹  |
| ۱۰ | حلوان ۴۰ گز  | ۱۰ |
| ۱۱ | سفید گھٹی  | ۱۱ |
| ۱۲ | نقاب عورت سرخ  | ۱۲ |
| ۱۳ | اتوار نیو ریشمی چادر فی گز                                     | ۱۳ |
| ۱۴ | کھواب فی تہان ۱۵۰ روپے سے ماہر کت                              | ۱۴ |
| ۱۵ | سیاہ چادر کپوٹی باز راجہ فی پونڈ                               | ۱۵ |
| ۱۶ | سبز چادر معمولی فی پونڈ  | ۱۶ |
| ۱۷ | ایضاً نہایت عمدہ کرکولاکھی چادر فی پونڈ                        | ۱۷ |
| ۱۸ | عام شکر تھی فی پونڈ  | ۱۸ |
| ۱۹ | ابریشم نیو ریشم خام قفس سے ۱۰۰ ٹنگانی چرک یعنی ۱۰ پونڈ فی پونڈ | ۱۹ |



## ضمیمہ نمبر ۴

مقابلہ و قیمت مختلف اشیاء کی بازار ماہی بہی و یار قندین

نمبر	تجارت سے	وزن	قیمت یار قندین	قیمت جانور	کیفیت
۱	چھینٹ	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲	ایضاً	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۳	سفید پارچہ	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۴	ملل فی تھان	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۵	زنگین ہوتی پارچہ	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۶	ڈوریا یا گمٹی	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲

## ضمیمہ نمبر ۵

بازار می قیمت یار قند بابت ۱۴۴۴ و بازار می قیمت جانور بابت ۱۴۴۴

نمبر	تجارت سے	وزن	قیمت یار قندین	قیمت جانور	کیفیت
۱	چانول	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲	کٹی	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۳	سورنگ	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۴	چھوٹی نان	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۵	بڑی نان	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۶	کٹی کی ٹی	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۷	بھیر کا گوشت	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲

نمبر	نام تجارت	وزن	قیمت باوند مین	قیمت جانہ زرین	کیفیت
۸	بلدی	۲ سیر	۱۲ ٹنگا	۸	
۹	مصری	ایضاً	۵ ٹنگا	۱۵	
۱۰	سبز چار	ایضاً	۱۲ سوہ ٹنگا	۱۵	اگر رنگ زرد چھا ہو اور پتی آسانی جس کی پستی ہو تو کٹے
۱۱	چاکرچی گولہ	ایضاً	۸ سوہ ٹنگا	۰	
۱۲	سودھ	ایضاً	۳ سوہ ٹنگا	۱۱	
۱۳	میج یا فلفل	ایضاً	۸ ٹنگا	۱۱	
۱۴	سفید لاجورد	اقلہ	۱۰ ٹنگا	۰	
۱۵	داجینی	ایضاً	۲ ٹنگا	۳ بائی	
۱۶	لونگ	ایضاً	۱ ٹنگا	۳ بائی	
۱۷	جاسی پھل	فی جانفل	۲ ٹنگا	۳ پتہ	
۱۸	شیر و شیشی	فی تھان پتہ	۱۲ سوہ ٹنگا	۰	یہ پتہ چھ مین مروج نہیں ہو گا پوری پتہ استعمال کیا جاتا ہے
۱۹	ڈوریا	بقدریکہ چھ	۵ سوہ ٹنگا	۰	یہ پتہ چھ مین مروج نہیں ہو گا پوری پتہ استعمال کیا جاتا ہے اور نصف شیشی ہوتا ہے
۲۰	شاہی	فی تھان پتہ	۱۲ سوہ ٹنگا	۰	یہ پتہ ایک پھل پتہ دار شیشی کپڑا ہوتا ہے مین مروج نہیں آتا مگر امیر لوگ اسکو شایق ہوتے ہیں
۲۱	اطلس	فی تھان پتہ	۳ سوہ ٹنگا	۰	ایضاً
۲۲	سوقی سفید پتہ			۰	سفید پتہ مین سو ملل پکڑیوں و عماموں کے کام مین زیادہ صرف ہوتی ہے لیکن پتہ مین لوگ رنگین پتہ استعمال مین لاتے ہیں کچھ ایسا زیادہ و شخاص استعمال مین لاتے ہیں

### علامہ کیفیت متعلقہ ضمیرہ نمبرہ

ایک کڑی نقرہ جو وزن مین ۲ سیر انگریزی یعنی ۱۶۰ روپے کے برابر ہوتا ہے یا رقتہ  
مین اسکی قیمت ۱۶۰ روپیہ سے ۱۷۰ روپیہ تک ہے پنجاب مین فروخت کرنے والے  
شخص کو فی روپیہ ایک آنہ نفع ملتا ہے دہلی مین زیادہ منافع ملتا ہے یا رقتہ

مین او سیکلی قیمت ۳۰ سے ۳۳ تھک تک ہے اور ہر ایک گروس کی قیمت یہ ہے  
مین ۱۰۰۰ سے ۱۱۰۰ تھک تک ہوتی ہے۔ تھک جدید سکھ ۴۴ سے سوا چار ماہ  
تھک وزن مین ہوتا ہے اور یار قند مین مل سکتا ہے اور پنجاب مین  
وہ پیر یا چھ م کو  
بکتا ہے

### ضمیمہ نمبر ۲

مقابلہ وار خراج بہرتی ایک کوٹ نال کا انگلستان اور روس سے یار قند تک

ماسکو سے تاشقند تک بشرج {	انگلستان سے بمبئی یا کلکتہ تک بشرج {
۴ ریل پونڈ وزنی ۴۳ پونڈ	۲ پونڈ فی مین
تاشقند سے یار قند تک بشرج ۴ تھک فی {	کلکتہ سے لاہور ۱۲ میل کے فاصلہ تک ۴ تھک ہر مین
بوجہ اپنی ۲ کوٹ	سوتی پارچہ کے لئے
مینان	شیشیل چارج وغیرہ یعنی خراج بالائی نزدیکی
کراچی کو بندر گاہ آمد اسباب ش کر کے لاہور تک	لاہور سے یار قند تک بشرج ۴۵ روپیہ تک
۴۵ میل کے فاصلہ کو ٹوریل جاری ہونے پر یہ شرج ہوگی	فی بوجہ اپنی ۲ کوٹ
سوتی اسباب یا پارچہ	مینان
ادنی	۹ تھک
۱۱ تھک	۱۰ تھک
۱۲ تھک	ادنی پارچہ کے واسطے کرایہ کلکتہ
	۴-۱۲
	۶-۱۵
	اور لوہار کے اسباب کی اسطر

تمام شد

